गीता
उर्दू शायरी में

लेखक:- सूरज नारायण मेहर

اوم تت ست

دیباچہ

آج پورے سال بھر کا عرصہ ہوتا ہے کہ فقیر چہر نے شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ
...ور رباعیات میں تکمیل کو پہنچایا اور مہرشی شبوبرت لال جی ایڈیٹر سادھو کو سنایا
...ا۔ آپ اُسے سنکر ایسے خوش ہوئے کہ دسمبر ۱۹۱۰ء کا سادھو کا نمبر اُسی ترجمے
...قرار دیا۔ اور تین ہزار جلد چھپوا کر ناظرین رسالہ کو بھجوا دیں۔ اس ترجمے کے ساتھ
...م نے سولہ صفحے کا دیباچہ دیا تھا۔ اور اس میں نہایت اختصار کے ساتھ گیتا کے
...ے پر کچھ اشارات تحریر کئے تھے۔ اس دیباچے کے اخیر کی چند سطریں یہاں درج ہیں

"مجھے بخوبی معلوم ہے کہ گیتا اچھی طرح اسی وقت سمجھ میں آیا کرتی ہے۔ جب
...ک ... شرح بھی مکمل ہو۔ چنانچہ ایک مفصل شرح اور فلسفۂ گیتا پر ایک کتاب
...نے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ پرماتما اس کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں"

اس سال میں کئی مرتبہ فلسفۂ گیتا پر کتاب شروع کرنی چاہی لیکن میں ایک ذمہ وار
...ری عہدے پر ممتاز تھا۔ اور کام کی کثرت ایسی رہتی تھی کہ کتاب شروع کرنے
...ت نہیں ہوتی تھی۔ گیتا کے فلسفے پر کتاب لکھنی آسان کام نہیں ہے۔ فلسفہ
...یدہ اور دقیق ہے۔ اس میں پڑھنا بھی بہت پڑھتا ہے۔ سوچنا بھی
...پڑتا ہے۔ اور پھر لکھنے میں یہ دقت ہے کہ اُردو سی مفلس زبان
...دھر تو ان مضامین کا ادا کرنا نہایت مشکل بات تھی۔ اُدھر میری
...خواہش یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے ان مضامین کو آسان اور عام
...پیرائے میں ادا کروں۔ تاکہ جو کتاب ...
...سے پیدا ہو۔

یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ فرصت اور وقت بہت چاہتی تھیں۔
اور ظاہر ہے کہ ذمہ وار سرکاری افسروں کو اتنی فرصت اور وقت
کہاں نصیب ہوتا ہے۔ اسی خوف سے کتاب کے شروع کرنے
میں تامّل تھا۔ ۹ راگست سنہ ۱۹۱۱ء کا دن میرے واسطے بہت
مبارک ثابت ہوا۔ اس روز میں پنشن لے کر اپنے عہدے سے
کام سے سبکدوش ہوا۔ اب تمام وقت اپنا تھا۔ اور عدیم الفرصتی
کی شکایت نہ تھی۔ چنانچہ اوّل اسی کتاب کو ہاتھ میں لیا۔ پرماتما کا
دھنیہ واد ہے کہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچی۔ یہ کئی سو صفحات کی کتاب
ہے۔ اور اس میں گیتا کا مکمل فلسفہ عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے۔
اس کتاب کے لکھنے میں بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ
مدھوسودن سرسوتی اور شری دھر سوامی کی مستند شرحیں میری نظر کے
کے سامنے رہی ہیں۔ اس لئے جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بے دلیل
بے سند نہیں ہے۔ ساتھ ہی ہر ایک مضمون کی تشریح و توضیح میں
گیتا کے شلوکوں کا ترجمہ معہ حوالہ ادھیائے و نمبر شلوک دیتا گیا ہوں
ناظرین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ تمام باتیں یہاں اس غرض سے کھول دی
گئی ہیں کہ آج کل تعصّب اور پکش پات کا زور ہے۔ لوگوں نے ا
من گھڑت مسائل کی تائید میں پرانے شاستروں کے معنی بدلنے شروع
کر دیئے ہیں۔ سنسکرت پڑھے ہوئے آدمی کم ہیں۔ اس لئے اصل کتاب
پڑھ نہیں سکتے۔ اور دھوکے میں جلد آ جاتے ہیں۔ یقین ہے کہ یہ کتاب
طالبان صداقت کی آنکھیں کھولنے میں بہت مدد دے گی ⁂
پرانے شارح گیتا کے اٹھارہ ادھیاؤں کو تین حصوں میں تقسیم کرتے

ہیں۔ پہلی چھ میں کرم کا بیان بتاتے ہیں۔ دوسری چھ میں بھگتی کا۔ اور تیسری چھ میں گیان کا۔ یہ خیال اس پہلو سے نظر سے بالکل درست ہے۔ کہ ان تینوں حصوں میں کرم۔ بھگتی اور گیان کا پردھانتا کے ساتھ ذکر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ گیتا میں گیان۔ یوگ۔ بھگتی۔ کرم۔ دھرم اخلاق وغیرہ۔ سب اس طرح باہم ملے جلے اور مربوط ہیں۔ جس طرح کسی خوشنما گلدستے میں طرح طرح کے خوشبودار پھول اور خوش رنگ پتے باہم ملے جلے ہوں اور سب ملکر چشم بینا پر نہایت ہی خوش آئندہ اثر پیدا کریں۔ شری کرشن بھگوان کی تعلیم کی بڑی غرض بھی یہی ہے۔ کہ یہ سب چیزیں ایک ہی درجۂ اعلےٰ پر پہنچانے والی ہیں۔ چنانچہ ایک ایک ادّھیائے میں ان میں سے کئی کئی مضامین کا ذکر آجاتا ہے۔ اور اس کا دوسرے کے ساتھ اتحاد دکھایا جاتا ہے ✤

میں نے ہر ایک مضمون کو علیحدہ علیحدہ بابوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تاکہ اس کے تعلق کے تمام مضامین یکجا ہو جائیں۔ اور دیکھنے والے کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ ہر ایک مضمون کا دوسرے کے ساتھ تعلق و اتحاد دکھاتا گیا ہوں۔ اور گیتا کے مختلف ادّھیاؤں میں سے اس مضمون کے متعلق شلوک نقل کرتا گیا ہوں۔ یاد رہے کہ گیتا نظم میں ہے۔ اور اس میں کل سات سو شلوک یا اشعار ہیں۔ انہیں میں گیان۔ یوگ۔ بھگتی۔ کرم۔ دھرم۔ اخلاق سب کی تعلیم درج ہے۔ اس صورت میں اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک کے متعلق جو رموز بیان ہوئے ہیں۔ وہ صرف نکات و اشارات ہیں۔ اسی واسطے ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ اسی اشکال کے دور کرنے کے واسطے گیتا پر بسیط اور مفصّل شرحیں لکھی گئی ہیں۔ میں نے

بھی ہر ایک مضمون کے متعلق مختصر بحثیں اُٹھائی ہیں۔ یا کہیں کہیں اختصار کے طور پر گیتا کے شلوکوں کی تشریح کر دی ہے۔ ناظرین اگر سب شلوکوں کی مفصل تشریح دیکھنا چاہیں تو شریمد گیتا پر میری شرح ملاحظہ فرمائیں جو چھپ چکی ہے

ایک بات کا اور ذکر کر دینا ضروری ہے۔ اس کے لئے میں اُسی دیباچے سے ایک پیراگراف یہاں اور نقل کرتا ہوں۔ جس کا ذکر اوپر کر آیا ہوں :-

"بعض ناواقف آدمی جنہوں نے گیتا شاستر پڑھا نہیں ہے۔ یا پڑھا ہے تو سمجھا نہیں ہے۔ بے سوچے سمجھے یہ اعتراض اُٹھایا کرتے ہیں کہ گیتا میں قتل و غارت کی تعلیم ہے۔ اس سے بڑھکر غلط فہمی اور نادانی نہیں ہوسکتی۔ گیتا اخلاقی کتاب ہے۔ گیتا روحانی کتاب ہے۔ اس میں اس قسم کی وحشیانہ تعلیم کیونکر ممکن ہے۔ اور اگر ایسی تعلیم ہوتی تو کیا تمام دنیا دیوانی ہے۔ جو گیتا کو پڑھتی اور پڑھ پڑھ کر سر دُھنتی۔ آجکل غضب یہ ہو رہا ہے کہ لوگ شاستر کو پڑھتے اور اس کے اعلےٰ مطالب پر غور تو کرتے نہیں ہیں۔ ہاں فضول اعتراضات اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ گیتا کی تعلیم محض روحانی ہے۔ اس کے معنی کچھ کے کچھ کر لو تو جدا بات ہے۔ وگرنہ اس روحانی کتاب سے روحانیت ہی کے سبق ملتے ہیں۔ میرے دوستو! کروکشیتر کا میدان جنگ باہر نہیں ہے۔ تمہارے جسم کے اندر ہے۔ اور جب دھرم کی لڑائی کا ذکر گیتا میں آتا ہے۔ وہ گھٹ گھٹ میں روز ہوتی ہے" +

جس طرح آدمی اس میں فتح نصیب ہوتا ہے وہ گیتا کے اس فلسفے میں میں سمجھانے کی کوشش کروں گا +

لاہور یکم ستمبر ۱۹۱۱ء — خاکسار سورج نراین مہر

فہرست مضامین

باب اول تمہیدی مضامین

باب دوم گیتا کا گیان یوگ

باب سوم گیتا کا بھگتی یوگ

باب چہارم۔ گیتا کا راج یوگ

باب پنجم۔ کرم یوگ

باب ششم۔ گیتا میں دھرم اپدیش

باب ہفتم۔ گیتا کی اخلاقی تعلیم

باب اوّل تمہیدی مضامین

پہلی فصل ۔ گیتا کی عظمت

ہندوؤں میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے ۔ جو اور مذاہب کے ماننے والوں میں نہیں ملتی ۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مذہب و فلسفہ دو متضاد چیزیں نہیں ہیں ۔ بلکہ ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں ۔ نہ ہمارے شاستر کار فلسفے پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں ۔ نہ اُنکی یہ تعلیم کبھی ہوئی ہے ۔ کہ ہر کہ دریں شک آرد کافر گردد ۔ ہمارے ہاں معاملات مذہبی میں پورے پورے عقلی استدلال سے کام لیا جاتا ہے ۔ اور معترض کی تسکین کے واسطے ہر ایک اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے ۔ بلکہ جب تک ایک ایک قدم پر اس کی پوری پوری تشفّی اور تسلّی نہیں کردی جاتی ۔ آگے تعلیم نہیں دی جاتی ۔ کیا استاد اور کیا کتب درسی دونوں خود وہ اعتراض اُٹھاتے ہیں کہ طالب علم کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے ۔ جب اس طرح ٹھوک بجا کر تعلیم دیجائے تو اس کی بنیاد کس طرح استوار نہ ہو ۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اور اقوام کی طرح عقلی داؤں پیچ اور استدلالی بھول بھلیّاں یا گورکھ دھندے وضع کرنے کے واسطے فلسفہ نہیں لکھا گیا ہے تاکہ اس میں منطقی دلچسپی کا سامان مہیّا کیا جائے ۔ یا عقلی ورزش کرنے والوں کو زور طبع دکھانے کا موقع دیا جائے ۔ بلکہ ہر ایک نظام

فلسفہ اس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ سرور لازوال کے حاصل کرنے کی کیا سبیل ہے۔ یہی سوال ہمارے ہاں کے ہر ایک مذہب میں سب سے مقدّم اُٹھایا جاتا ہے۔ گویا فلسفہ اور مذہب دونوں خود ایک بام بلند پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ اور دوسروں کو چڑھایا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں کے سب نظامہائے فلسفہ میں عموماً۔ اور فلسفوں اور مذہبوں کے سرتاج ویدانت میں خصوصاً شاستر کاروں نے طبع انسانی کے رموز و غوامض کو نگاہ غور سے دیکھا ہے۔ طبائع کے اختلاف کو نظر میں رکھا ہے۔ ضروریات روحانی اور حوائج نفسانی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور پھر آچاریوں اور رشیوں نے عمریں صرف کرکے وہ اصول اور ضوابط فلسفہ و مذہب منضبط کئے ہیں جو عالمگیر اور ہمہ گیر ہیں۔ جو ہر طبقۂ زندگی میں ہر فرد بشر کے واسطے لازمی و ضروری ہیں۔ جو کاروباری آدمی کے واسطے بھی ویسے ہی مفید ہیں۔ جیسے سوچنے اور غور کرنے والے فلسفی اور منطقی کے واسطے ٭

ہمارے شاستر کار سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آدمی آدمی میں انتر ہے۔ کوئی ادمی ہیرا ہے کوئی کنکر ہے۔ ایک کی عقل آسمان سیر اور کرسی نشین ہے۔ دوسرا محض عملیات اور اعمال و افعال کا دلدادہ ہے۔ ان دونوں کو یکساں تعلیم دینی ناممکن محض ہے۔ اور کبھی احاطۂ امکان میں نہیں آسکتی۔ جن مذاہب میں چھوٹے بڑے سب کو ایک لکڑی ہانکا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ منہ کی کھایا کرتے ہیں۔ یہی امر آجکل مشاہدے میں بھی آرہا ہے۔ کیا یورپ اور امریکہ اور کیا ممالک مشرقی دونوں جگہ معاملات مذہبی میں سخت ہلچل پڑ رہی ہے۔ لوگ ان پرانے عقائد سے بدظن ہو گئے ہیں۔ جن کو ان کے آباواجداد امنّا و صدّقنا کہہ کر تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ آج

علوم طبعی کی روشنی ہیں نہ وہ محک امتحان پر پورے اترتے ہیں۔ نہ عقلی اور استدلالی احتیاجات کی ان کی تشفی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بیدینی کا زور ہے۔ اور سوچنے سمجھنے والی طبیعتیں مذہب کے نام سے بیزار نظر آتی ہیں۔ ہونا بھی یوں ہی چاہئے تھا۔ اس قسم کے عقائد دینیہ خاص زمانے اور خاص حالات انسانی کے واسطے موزوں تھے۔ اب نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ حالات ہیں۔ لوگ مذہب کے معاملے میں آزادی چاہتے ہیں۔ اور عقائد مذہبی کو عقل کی کسوٹی پر کسا چاہتے ہیں۔ جہاں یہ نہ ہوگا وہاں بدظنی اور بیدینی نہ پھیلے گی تو اور کیا ہوگا۔ لوگ چار و ناچار پرانے عقائد کو یہ سمجھکر ترک کر بیٹھیں گے کہ یہ تقویم پارینہ ہیں۔ اور آجکل کے کام کی نہیں؛

برعکس اس کے ہمارے فلسفی مذہب یعنی ویدانت پر نظر ڈالئے تو اور ہی تماشہ دکھائی دیتا ہے۔ امتداد زماں کے ساتھ اس فلسفے کے اصول اور زیادہ استحکام و تقویت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ یہ روزمرہ وسیع تر دائرہ میں پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور روز بروز اس کی بے نظیر و بے مثال صداقتیں طبائع پر اپنا اثر ڈالکر ان کو گرویدہ بناتی جاتی ہیں۔ پہلے اس کا رواج زیادہ تر ہندوستان ہی سے محدود تھا۔ آج ممالک یورپ و امریکہ کی کتب فلسفہ اس کے رنگ سے رنگین نظر آتی ہیں۔ پہلے یہ شاستر سنسکرت کے جامے میں ملتا تھا۔ آج کل ہندوستان تو کیا فرنگستان کی کونسی زبان ہے۔ جو مسائل ویدانت سے مالا مال نہ ہو۔ پہلے یہ سادھو سنت اور پنڈتوں کا حصہ تھا۔ آج گھر گھر اس کا پرچار ہے؛

یہ ہمہ گیری اور عالمگیری محض اس کی وسعت تعلیم کا نتیجہ ہے۔ لوگ آج سے نہیں ہزاروں برس سے ویدانت کا کھنڈن کرتے چلے آتے ہیں۔ لیکن کھنڈن

کرنے والے نہیں رہے۔ ان کے کھنڈن نہیں رہے۔ ان کی کتابیں ردّیوں کے ٹوکروں میں ڈالی جا چکیں۔ اور ڈالی جا رہی ہیں۔ ہاں ویدانت ہے کہ اُسی زور شور کے ساتھ اپنی سنگھ ناد سنا رہا ہے۔ اور زمانے کو اپنا گرویدہ اعتقاد بنا رہا ہے۔ جتنا کھنڈن یا جتنی مخالفت زیادہ ہوتی ہے۔ اتنی ہی سوچنے والوں کی طبیعت اس کی طرف زیادہ متوجّہ ہوتی ہے۔ توجہ سے تحصیل کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تحصیل سے شانتی حاصل ہوتی ہے۔ اور شانتی سے پرم سکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ ہمری صلائے عام ہے کہ جس انسان طبیعت کو کہیں شانتی نہ ملے۔ وہ ویدانت کے کوچے میں آئے اور یہاں کی روح پرور و دلفزا ہوا کھائے ✤

یہ فلسفہ ہندوستان کا سرمایۂ ناز اور دنیا کے فلسفوں کا سرتاج ہے۔ یہ وہ حکمت نظری ہے کہ اسکو انتہائی کہنا سزاوار ہے۔ فلسفے کی معراج اس سے اونچی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وحدت وجود کا مسئلہ وہ آخری مسئلہ ہے کہ عقل کیا وہم و گمان بھی اس حد سے پرے نہیں جا سکتے۔ اور جائیں تو جائیں کہاں۔ فلسفے کا کام ہے کثرت کو سمیٹنا۔ تجزی و تحلیل سے افراد کو انواع میں ڈالنا اور انواع کو اجناس میں داخل کر دینا۔ جتنی اجناس کسی نظام فلسفہ میں کم ہوں۔ اتنی ہی اس کی خوبی ہے۔ کمی کا کمال یہ ہے کہ تمام کثرت کو سمیٹ کر وحدت پر لے آئیں۔ بس یہ انتہا ہے۔ اس کے آگے عقل کی رسائی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیا ہندوستان میں اور کیا دنیا کے اور ممالک میں سوچنے والی طبیعتوں کا مذہب و مسلک ہمیشہ مسئلہ وحدت وجود رہا ہے۔ اور جس بالغ نظری سے وحدت وجود کی توضیح فلسفہ ویدانت میں کی گئی ہے۔ دنیا کے اور نظامہائے فلسفہ میں اس کا پاسنگ بھی نہیں ہے۔ اسی باعث سے ویدانت شاستر کو اتنی عظمت

دی جاتی ہے ؞

اس ویدانت کی بنیادی کتابیں تین ہیں۔ اُپنشد۔ برہمہ سوترا اور شریمد بھگوت گیتا۔ لفظ ویدانت کا اصلی اطلاق اُپنشدوں پر ہے۔ جنہیں خاص ویدانت کے نام سے بھی نامزد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ویدانت کے معنے ہیں۔ وید کا انت یعنی وید کا آخری حصّہ۔ وید کے تین حصّے ہیں۔ منتر بھاگ جو چار کتابوں کی صورت میں ملتا ہے۔ رگ۔ یجو۔ سام۔ اتھرو۔ یہ چار وید کہلاتے ہیں۔ ان میں منتر ہیں۔ جن کا کرم میں پریوگ ہوتا ہے۔ جب یگیہ کیا جاتا ہے تو منتر پڑھ پڑھ کر اگنی میں آہوتی دی جاتی ہے۔ یعنی دیوتاؤں کا آواہن کیا جاتا ہے۔ یا انہیں یگیہ بھاگ لے جانے کے واسطے بُلایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ منتر زیادہ تر پرارتھناؤں یا دعاؤں کی صورت میں ہیں۔ دوسرا حصّہ براہمن بھاگ کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں کرم کی بدھی لینی کرنے کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ اور منتروں کا پریوگ بتایا گیا ہے۔ اسی ضمن میں منتروں کے معنوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ دونوں حصے کرم کانڈ سے مخصوص ہیں۔ تیسرا حصّہ اُپنشد ہے۔ جس میں گیان سے بحث ہے۔ حقیقت اشیا بتائی گئی ہے۔ اور انسان کو صاف لفظوں میں جتایا گیا ہے کہ تو حقیقت میں کیا چیز ہے۔ تیری اصل کیا ہے۔ اور اس پر رسائی کس طرح ہو سکتی ہے ؞

اُپنشد بہت پراچین کتابیں ہیں۔ ان کی زبان بھی بہت قدیم ہے۔ اور مضامین بھی ایسے دقیق ہیں کہ اُن کے سمجھنے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُپنشدوں کے رشی اپنے انوکھے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ اُن کا سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے ایک ایسی کتاب فلسفہ کی ضرورت لاحق ہوئی جس میں ان امور پر صاف الفاظ میں روشنی ڈالی جائے۔ مضامین

کی ترتیب کی جائے۔ غلط فہمیاں رفع کی جائیں۔ اور فلسفیانہ طریق سے تمام
باتیں اس طرح سمجھائی جائیں کہ سوچنے سمجھنے والی طبائع کو براہین و استدلال
کے ذریعہ سے پوری پوری طرح ہر ایک امر کا انکشاف ہو جائے۔ پس اگرچہ
برہم سوتر کو مطالب اُپنشد کی تشریح و توضیح سمجھنا چاہئے۔ لیکن نوعیّت کے
لحاظ سے یہ کتاب انتہا درجے کی منطقیانہ اور فلسفیانہ ہے۔ اس کو بھی
ویدانت شاستر کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی کو اُتّر میمانسا کہا جاتا ہے۔ سوتروں
کے مصنّف ویاس جی مہاراج ہیں۔ لیکن ان پر شرحیں بہت سے آدمیوں
نے کی ہیں۔ جو از روئے عقاید مذہبی و فلسفی ایک دوسرے سے بہت مختلف
ہیں۔ ان میں سب سے بہتر شرح بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ کی ہے۔
جسے شاریرک بھاشیہ کہتے ہیں۔ شنکر مہاراج کے فلسفیانہ دماغ کا دوسرا
فلاسفر کل دنیا میں اب تک پیدا نہیں ہوا ہے۔ اور نہ شاید آیندہ ہو۔ جو
اصحاب استدلال عقلی کا کمال و انتہا دیکھنا چاہتے ہیں ان کے واسطے یہ کتاب
ہے اور ایسی کتاب ہے کہ اس سے بہتر دنیا میں اور دستیاب نہیں ہو سکتی ؁

برہم سوتر منطقیوں اور فلسفیوں کے واسطے ہیں۔ سب کے واسطے نہیں۔
اس لئے ایک اور ایسی کتاب کی ضرورت پیش آئی جس میں اُپنشدوں کا اعلےٰ
گیان بھی ہو۔ منطقیانہ پیچ و تاب بھی نہ ہوں اور جسے سب سمجھ کر پڑھ سکیں۔
اور مستفید ہو سکیں۔ یہ شری مد بھگوت گیتا ہے۔ اس کتاب میں سات سو شلوک
یا اشعار ہیں۔ لیکن یہ سات سو شلوک کیا ہیں۔ دنیا کی سات عجائبات ہیں۔
جن میں ہر شخص کی تمام روحانی ضروریات پورا کرنے کا سامان موجود ہے۔ گیتا کو
اودھوت پڑھتے ہیں۔ جیون مکت سادھو اور گیانی پڑھتے ہیں۔ عالم پنڈت
اور فلسفی پڑھتے ہیں۔ معمولی گرہستی اور کاروباری آدمی پڑھتے ہیں۔ غرض

بڑے سے بڑے آدمی پڑھتے ہیں۔ اور چھوٹے سے چھوٹے آدمی پڑھتے ہیں۔ لیکن پڑھنے سے سیری حاصل نہیں ہوتی۔ کیسی عام فہم ملیچھی سنسکرت ہے۔ کس طرح اونچے سے اونچے روحانی مضامین دلچسپ اور عام فہم طریق سے بیان کئے گئے ہیں۔ کیا اعلیٰ پائے کی شاعری ہے۔ کیسی دل پر اثر کرنے والی باتیں ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔

اس دل لبھانے والی کتاب نے کس کے دل میں گھر نہیں کیا۔ جو پڑھتا ہے۔ دل و جان سے ان کا شیدائی ہو جاتا ہے۔ سنسکرت میں اس کے باون ٹیکے یا شرحیں بتاتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ سو سے بھی زیادہ ہیں۔ ہندوستان کی ہر ایک زبان میں متعدد ترجمے اور شرحیں ہیں۔ یہی حال انگریزی میں بھی ہے۔ کم از کم ایک درجن انگریزی گیتائیں جو مختلف مترجموں کی شوق و محنت کا نتیجہ ہیں۔ میری نظر سے گزر چکی ہیں۔ بعض نظم میں بعض نثر میں۔ دنیا کی ہر ایک مہذب زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ہر ملک میں شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ پھر گیتا پر جو زبانہائے مختلفہ میں تقاریظ لکھی گئی ہیں۔ اس کے فلسفے پر بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کتابوں کو کون گن سکتا ہے ۔

گیتا کے ہر دل عزیز ہونے کا ایک اور بڑا بھاری ثبوت یہ ہے کہ مختلف مت متانتر۔ مختلف مذہب و ملت اور مختلف عقائد و مسائل والوں نے اس کتاب کو لیا ہے۔ اور اپنے عقاید کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب پر ٹیکے یا شرحیں لکھی ہیں۔ ویدانتی تو اسے اپنے پرستھان تریے میں سے مانتے ہی ہیں۔ اور ادویت واد میں اس کے معنی لگاتے ہی ہیں۔ رامانج آچاریہ وششٹ ادویت کی طرف کھینچتے ہیں۔ مدھواچاریہ اور نمبارک دویت میں کھینچتے ہیں۔ کچھ صوفی

کے ماننے والے یعنی صوفی کی طرف لیجاتے ہیں - برہمو اور آریہ سماجی اپنے من گھڑت مسائل کی طرف - غرض جسے دیکھو گیتا کو اپنی کتاب بنانی اور بتانی چاہتا ہے - کیا عالمگیر تعلیم ہے - کیا ہمہ گیر اُپدیش ہے - کیا سب کے من بھانی باتیں ہیں ٭

پھر اور تماشے کی بات سنئے - معمولی سمجھ کا آدمی جو کرم یعنی افعال و اعمال کو اپنے ذہن میں مذہب سمجھے بیٹھا ہے - کہتا ہے کہ گیتا میں صرف اعمال کی تعلیم ہے یوگی یا اہل ریاضت کا خیال ہے کہ گیتا یوگ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے والی کتاب ہے - اور اس میں یوگ کی تعلیم ہے - بھگت یعنی اہل عشق کا مقولہ ہے کہ گیتا میں بھگوان کا خطاب ہے تو صرف ہمسے ہے - اور کسی سے نہیں - گیانی ویدانتی کا دعوے ہے کہ گیتا محض گیانیوں کے واسطے ہے - غرض ہر شخص گیتا کو پڑھتا ہے اور ہر ایک کو یہی خیال ہے کہ جیسا اس لاجواب کتاب کو میں سمجھتا ہوں - اور کوئی نہیں سمجھتا - کتاب کیا ہے - ایک آئینہ ہے - جس میں ہر شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے - اسے اپنی خوبیاں بھی نظر آتی ہیں جنہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے - اور نقص بھی نظر آتے ہیں جنہیں سعی کا رومال لیکر صاف کرتا ہے ٭

اگر پوچھئے کہ گیتا کی طرف ہر ایک شخص اس طرح بے اختیار کیوں مائل ہوتا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں - گیتا ویدانت کی تین بنیادی کتابوں میں سے ہے - اور ویدانت وہ شاستر ہے کہ حقیقت کا گنجینہ اور عالمگیر صداقتوں کا خزینہ ہے - اس فلسفے میں وسیع نظری کے ساتھ طبایع انسانی کی اختلافات کو دیکھا ہے - اور ہر ایک کے واسطے تشفی کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے - سب کو ایک لکڑی ہانکنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے ٭

مذہب کے پہلو سے نظر سے نوع انسان پہ نظر ڈالی جائے تو دنیا میں چار نہ قسم کے آدمی ملتے ہیں - اول وہ ہیں جو منطقی استدلال اور تحقیقات فلسفیانہ سے

دلدادہ ہیں۔ اور کسی بات کو ماننے سے پیشتر خوب ٹھوک بجا کر عقلی تسکین چاہتے ہیں۔ یہ اسرار حقیقت کو پہنچا چاہتے ہیں۔ اور انہیں گیانی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو استدلال عقلی سے بھاگتے ہیں۔ بشواس یعنی یقین کے دلدادہ ہیں۔ اور ان کی نظر میں ایشور بھگتی یعنی عشق الٰہی بڑی چیز ہے۔ یہ بھگت کہلاتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو طرح طرح کی مشقوں یا ریاضتوں سے من کی قوتوں کو ترقی دے کر اور مدارج اعلےٰ پر چڑھ کر کشف حقیقت کیا چاہتے ہیں۔ یہ یوگی ہیں۔ چوتھے وہ آدمی ہیں جو مذہبی رسوم کو پوری طرح ادا کیا چاہتے ہیں اور اعمال نیک اور فیض رسانئ خلایق ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں۔ ویدانت نے اس اختلاف چہار گونہ کو بخوبی سمجھا ہے۔ اور ہر قسم کی طبیعت کے لئے اس کے درجے کے مطابق سامان مہیا کر دیا ہے۔ گیتا چونکہ ویدانت کی کتاب ہے اس میں بھی ہر ایک کے واسطے شانتی کا سامان موجود ہے۔ ویدانت کی اور کتابوں سے بڑھ چڑھ کر اس میں یہ خوبی ہے کہ کام کی باتیں لی ہیں منطقی جھگڑے نہیں اٹھائے ہیں۔ اور نہایت ہی عام فہم اور دلچسپ پیرائے میں لکھی گئی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بات ہے کہ گیان کے اونچے سے اونچے مضامین بھی دستہ دستہ موجود ہیں۔

اس کتاب کو جب پڑھئے نئی معلوم ہوتی ہے۔ نیا رس آتا ہے۔ نئے معنی کا انکشاف ہوتا ہے۔ فقیر حقیر نے یہ بات اور بہتیرے پاٹھ کرنے والوں سے بھی سنی ہے۔ اور خود بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔ بعض اوقات نیم کر کے میں نے مہینوں گیتا شاستر کا پاٹھ کیا ہے۔ اور اب بھی چاہے جب پڑھنے بیٹھ جایا کرتا ہوں۔ حقیقت میں ہر دفعہ نئے معنی سوجھتے ہیں۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ گیتا اسرار حقیقت کا خزانہ ہے۔ جس درجہ حقیقت پر

آدمی پہنچا ہے اُسی درجے کے مطابق وہ اس کے مطالب کو سمجھے گا۔ اور جتنا اونچا چڑھتا جائے گا۔ اُتنے ہی اونچے معنی اس پر کھُلتے جائیں گے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہے گا جب تک اونچے سے اونچے پد یعنی جیون موکش کو نہ پہنچے۔ اسی بارے میں ایک شلوک زبان زد عام ہے کہ گیتا کے مطالب سمجھنے کی نسبت ایک مرتبہ بھگوان کرشن نے فرمایا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مطلب میں سمجھتا ہوں۔ بھگوان ویاس سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے گیتا کو منظوم کیا ہے۔ لیکن اور لوگوں کا کیا کہنا۔ معلوم نہیں خود سنجے بھی سمجھتا ہے یا نہیں۔ جس نے مجھ سے سنکر مہاراجہ دھرتراشٹ کو سنائی ہے۔

اسی بارے میں میں نے ایک اور مزیدار لطیفہ بھی سنا ہے جو یہاں لکھتا ہوں۔ ایک سادھو جو خود جیون موکش پد میں سنقت تھے اپنے بیٹے کو گیتا پڑھاتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ میری طرح یہ بھی سنسار سے برکنت ہو کر شانت ہو جائے۔ لڑکا آخر لڑکا ہی تھا۔ باپ کے درجے کو یکدم کیونکر پہنچ جاتا۔ کئی بار پڑھا چکے تو ایک روز کہنے لگے۔ بیٹا کاشی پنڈتوں کا گھر ہے۔ تم وہاں جاؤ اور پنڈتوں اور سادھوؤں سے یہ اُتم گیتا شاستر پڑھو۔ لڑکا کاشی پہنچا اور اس نے مشہور و معروف پنڈت سے گیتا شروع کی۔ چونکہ خود بھی پنڈت تھا۔ نئے نئے معنی کا انکشاف ہونا شروع ہوا۔ اور اس نے ہفتہ وار باپ کو لکھنا شروع کیا کہ میں گیتا کے رسترشتی کو پہنچتا جاتا ہوں۔ باپ خط پڑھ پڑھ کر ہنستا۔ اور جب لکھتا یہی لکھتا ابھی اور پڑھو۔ آخر لڑکے کے خط ہفتہ وار کی جگہ پندرہ دن میں آنے لگے۔ پھر مہینہ ہو گئے پھر دو دو تین تین مہینوں کے بعد۔ اور انجام کار بالکل بند ہو گئے۔ اس وقت باپ نے جانا کہ بیٹے نے گیتا سمجھی۔ خود کاشی گیا اور لڑکے کے سر پر دست شفقت

پھیر کر کہا۔ بیٹا! اب تم گیتا سمجھے۔ سنسار سے برکت ہو گئے۔ جیون موکش ہو
میں سنتشٹ ہو۔ نہ تمہیں کسی سے کچھ کہنا ہے۔ نہ سُننا ہے۔ نہ مطالب میں
جھگڑا ہے۔ نہ معانی میں لڑائی ہے۔

این مدعیان در طلبش بے خبر انند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہ انتہائی درجہ ہے کہ ہزاروں میں سے کسی خوش نصیب طالب صادق کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن گیتا شاستر سب کے واسطے ہے اور اس میں سب ہی کے لئے شانتی کا سامان موجود ہے۔ اس کا اخلاق اعلےٰ درجے کا ہے۔ خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ذرائع بتائے گئے ہیں۔ روحانیت کی اعلےٰ تعلیم ہے۔ کرم۔ یوگ۔ بھگتی اور گیان کا بھنڈار ہے۔ ہر پہلو سے یہ عجیب کتاب ہر شخص کے واسطے مفید ہے۔ گیتا کیا ہے ایک چشمۂ فیض ہے کہ جو پیاسا یہاں آتا ہے اپنی پیاس بجھا کر مسکرانے میں تر زبان ہوتا ہے یہ وہ امرت رس کا سرور ہے کہ کمزوری۔ بیماری اور موت کا خوف آدمی کے دل سے دور کرتا ہے۔ اور اسے اجر اور امر بنا دیتا ہے۔ یہ وہ کلپ برکش ہے کہ اس کے سائے میں بیٹھ کر دل میں جو تمنا کرو وہی پوری ہو جاتی ہے آؤ ناظرین تم بھی یہ امرت رس پیو۔ اور اجر امر بن جاؤ۔ گیان و دھیان کے بارے میں بھگوان کی پرتگیا ہے:۔

ایسا ہے عمل یہ کہ فنا اسکو نہیں — کیا تاب کہ بڑھ جائے مخالف جو کہیں
یہ دھرم ہے وہ کہ اسکا تھوڑا سا بھی — کر دیتا ہے پار خوف اعظم سے یہیں

ا ر ۲ ش ۴۰

خوف اعظم موت کا خوف ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کوئی خوف نہیں۔

گیتا شاستر اس سے اچھے دان کی خوشخبری سناتا ہے۔ آدمی کو اور چاہیے کیا۔ کہتے ہیں ہمارے ہاں تین کتابوں کو بردان ملا ہوا ہے۔ یوگ اسشٹ جو پڑھتا ہے وہ گیانی ہو جاتا ہے۔ تلسی داس کی رامائن جو پڑھتا ہے وہ ایشور کا بھگت ہو جاتا ہے۔ اور گیتا کا جو پاٹھ کرتا ہے وہ بھی کبھی اس کے مطالب کو سمجھتا ہے اور اچھے پد کو پہنچتا ہے۔ یہ اچھے پد کا دینے والا۔ شاستر سب کے پڑھنے کے لایق ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اسے پڑھتے ہیں اور موکش کے بام بلند پر چڑھتے ہیں +

دوسری فصل۔ گیتا کی بیرونی کتھا

جس گیتا شاستر کی عظمت و اہمیت ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ اس کا اُپدیش کوروکشیتر کے میدان جنگ میں ہوا ہے۔ بادی النظر میں یہ امر نہایت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ ایسا اعلےٰ فلسفہ اور اونچی روحانیت کی تعلیم اور اُس کا اُپدیش کیا جائے میدان جنگ میں۔ جہاں کھٹا کھٹ تلوار چلتی ہے۔ اور اعدا ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ گیان کا اُپدیش گوشۂ تنہائی میں ہوا کرتا ہے۔ سادھوؤں کی کٹیوں میں ہوا کرتا ہے۔ شہروں کے مندروں یا بنوں کی آشرموں میں ہوا کرتا ہے۔ میدان جنگ گیان کے اُپدیش کی جگہ نہیں۔ اسی وجہ سے بعض فرنگستانی محققین یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ گیتا مہابھارت کا حصّہ نہیں ہے۔ بلکہ بعد میں داخل کی گئی ہے۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ گیتا کی بیرونی کہانی پر نظر کیجیے یا اندرونی کہانی کو

لیجئے۔ دونوں صورتوں میں کوروکشیتر کا میدان جنگ ہی اس کی تعلیم کا
سب سے بہتر محل پایا جاتا ہے ؛

گیتا کی بیرونی کتھا ہندوستان میں گھر گھر رائج ہے۔ اور بچے بچے کی
زبان پر چڑھی ہوئی ہے۔ اسواسطے یہاں اس کا شرح وبسط کے ساتھ
لکھنا ضروری نہیں ہم مختصراً بیان کئے دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے عقیدے
کے مطابق کلجگ کے آغاز میں جیسے آج پانچہزار برس سے کچھ زیادہ عرصہ
ہوا پنجاب میں چندربنسی خاندان کے راجہ راج کرتے تھے۔ اور انہیں کورو
کہتے تھے۔ انہیں میں ایک راجہ شن تنو ہوا ہے۔ جس کے بیٹے کا نام بھیشم ہے
راجہ شن تنو کو بڑھاپے میں ایک حسین راجکماری سیتہ وتی سے شادی
کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن لڑکی کے باپ نے اس شرط سے شادی
منظور کرنی چاہی کہ سیتہ وتی کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہو۔ راج اُسے
ملے۔ بھیشم کو نہ دیا جائے۔ شن تنو نے بھیشم جیسے دھرماتما لڑکے کو راج
سے محروم ہوتے دیکھ کر شادی سے انکار کر دیا۔ لیکن سعادتمند اور
فرمانبردار بھیشم نے ایک طرف تو باپ کو سمجھایا اور دوسری طرف سیتہ وتی
کے باپ کو کہ شادی بیشک ہو جانی چاہئے۔ میں نہ راج پاٹھ چاہتا ہوں
نہ کبھی اپنی شادی کروں گا۔ چنانچہ باپ کا بیاہ رچایا گیا۔ اور سیتہ وتی کے
بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بچترویریہ رکھا گیا ؛

بچترویریہ ابھی بچہ ہی تھا کہ باپ سر سے گزر گیا۔ بھیشم نے اُسے
اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ اور اس کی تعلیم و تربیت اپنی نگرانی میں
کرائی۔ جب تک وہ نابالغ رہا اس کی طرف سے راج کا انتظام خود کرتا رہا۔
اور جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو اسکو خود مختار راجہ بنا دیا۔ بچترویریہ بھی

دو چھوٹے بچے چھوڑ کر راہیِ ملک عدم ہوا۔ ان میں سے بڑے کا نام جو نابینا تھا دھرتراشٹر تھا۔ اور چھوٹے کا نام پانڈو۔ بھیشم نے انہیں بھی اپنا بچہ سمجھا۔ تعلیم و تربیت کی اور بعد میں بڑے بھائی کے نابینا ہونے کے باعث چھوٹے بھائی کو راج گدی پر بٹھایا۔

راجہ پانڈو کی کنتی سے شادی ہوئی۔ اور پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو۔ رکھے گئے۔ یہ ابھی بچے تھے کہ پانڈو نے قضا کی۔ اس کے بعد نابینا دھرتراشٹر گدی پر بیٹھا یہ کثیرالاولاد تھا۔ اور اس کے سب سے بڑے بیٹے کا نام دُریودھن تھا۔

راجہ دھرتراشٹر نے بھائی کے بیٹوں کو اپنے بیٹوں کی طرح رکھا۔ اور دونوں کی تعلیم و تربیت کا بھی ساتھ ہی انتظام کیا۔ درون آچاریہ کو ان کا اتالیق مقرر کیا۔ اور ان سے پانڈووں اور کوروں نے اور علوم و فنون کے ساتھ فن جنگ کی بھی تعلیم پائی۔ پانچوں پانڈووں نے ذہن رسا پایا تھا۔ اسواسطے باوجودیکہ گورو کی تعلیم سب کے واسطے یکساں تھی۔ وہ کوروں سے بڑھ گئے۔ ایک مرتبہ راجکماروں کے امتحان کی غرض سے ایک وسیع میدان میں اکھاڑا بنایا گیا۔ اور اس میں سب نے اپنے اپنے کرتب دکھائے۔ اس آزمایش میں پانڈو گوے سبقت لے گئے۔ اور سب نے ان کی لیاقت و ذہانت کی تعریف کی۔ دُریودھن اور اس کے بھائی اس بات سے جلکر خاک ہو گئے۔ اسی روز سے پانڈووں اور کوروں کے درمیان رقابت اور عناد کی بنیاد پڑی جس کے نتائج بعد میں انہیں کے واسطے نہیں بلکہ کل ملک کے واسطے سخت خوفناک ثابت ہوئے۔

چونکہ دُریودھن کا باپ راجہ تھا اور پانڈووں کا باپ مرچکا تھا اور

سر پر کوئی نہ تھا۔ دُریودھن اور اس کے بھائی آئے دن انہیں دق کرنے لگے۔ بھیشم پتامہ اور اور بزرگوں نے بیچ میں پڑ کر صلح کرانی چاہی لیکن ان کی کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ اندھے راجہ نے یہ دیکھ کر کہ دونوں کے ایک جگہ رہنے میں فساد نہ بڑھے پانڈووں کو پریاگ راج کی طرف کا علاقہ دیدیا۔ اور کہہ دیا کہ تم اُدھر راج کرو۔ لیکن دشمنوں کے حسد کی آگ کب چھوڑتی تھی۔ راجکماروں کے واسطے محل تیار ہوا تو دُریودھن نے میر عمارت سے مل کر اس میں گندھک رال اور ایسے مصالحے دیواروں اور چھتوں میں بھروا دئے کہ فوراً آگ لگ جاوے۔ پانڈووں کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ جس روز دُریودھن کے آدمیوں نے محل میں آگ لگائی۔ وہ پہلے ہی نکل کر چلے گئے تھے ؎

دشمن کے خوف سے پانڈو براہمنوں کا بھیس بنا کر کچھ عرصہ اِدھر اُدھر سرگردان پھرتے رہے۔ انہیں ایام میں پانچال کے راجہ درپد کی بیٹی دروپدی کا سوئمبر رچایا گیا۔ شادی کی شرط بڑی کٹھن تھی۔ ایک بانس کے اوپر ایک حلقے میں ایک مچھلی گردش کرتی تھی۔ اور نیچے پانی کی بھری ناند رکھی تھی۔ جس میں اس کا عکس پڑتا تھا۔ شرط یہ تھی کہ جو کماندار عکس میں مچھلی کی آنکھ پر نظر جما کر اس طرح تیر چھوڑے۔ کہ اوپر مچھلی کی آنکھ میں لگے۔ اس کے ساتھ راجکماری کی شادی کی جائے۔ ملک ملک کے راجہ پانچال کی راجدھانی قنوج میں جمع ہوئے اور دُریودھن اور اس کے بھائی بھی آئے۔ بہتیروں کے جی سخت شرط نے چھڑوا دئے۔ اور جنہوں نے ہمت کر کے کوشش کی وہ ناکامیاب ثابت ہوئے۔ پانچوں پانڈو بھی براہمنوں کے بھیس میں اس سوئمبر میں آئے تھے۔ قدرد انداز ارجن سے نہ رہا گیا۔ وہ

بیبا کا نہ برہمنوں کی صف سے باہر آیا اور تیر چھوڑ کر اس طرح بے خطا نشانہ
مارا کہ عین مچھلی کی آنکھ میں جا کر لگا۔ سویمبر میں واہ واہ کا شور مچ گیا۔
راجہ درپد کو جب یہ معلوم ہوا کہ ارجن راجہ پانڈو کا لڑکا ہے وہ بہت
خوش ہوا اور اس طرح دروپدی کی شادی ہو گئی ۔

اب چونکہ پانڈوؤں کی پشتی پر پانچال دیش کا زبردست راجہ تھا۔
دُریودھن کو انہیں راج کا نصف حصّہ دیتے ہی بن آئی۔ یدھشٹر دھرم
کا اوتار تھا۔ اس نے راج پا کر عدل و انصاف سے سلطنت کرنی شروع
کی۔ جنگل جلوا کر آبادیوں کی بنیاد ڈالی۔ گاؤں اور شہر بسائے۔ سڑکیں
بنوائیں۔ تجارت کو ترقی دی۔ غرض تھوڑے عرصے میں اتنی بڑی ترقی
کی کہ بڑے بھاری یگیہ یعنی اشومیدھ کرنے کے لایق ہو گیا۔ اس یگیہ میں
جہاں اور ملکوں کے راجے مہاراجے آئے تھے دُریودھن بھی شریک تھا
وہ پانڈوؤں کا اوج و اقبال دیکھ کر خاک ہو گیا۔ اور تجویزیں سوچنے لگا۔
کہ کسی طرح ان کا راج چھین لے ۔

راجہ یدھشٹر میں اور تو سب خوبیاں تھیں۔ ہاں جوئے کا شوق بُرا
تھا۔ دُریودھن نے جعلی پانسے بنوائے۔ اور یدھشٹر کو چوسر کھیلنے کا نیوتہ
دیا۔ چوسر بچھی اور بازیاں لگا لگا کر کھیل شروع ہوا۔ چونکہ پانسے جھوٹے
تھے۔ جو بازی ہوئی اس میں یدھشٹر ہارا اور دُریودھن جیتا۔ اس طرح
پانڈو اپنا تمام دھن دولت اور راج پاٹ ہار گئے۔ آخری بازی یہ لگائی
گئی کہ اگر دُریودھن ہارے تو پانڈوؤں کا راج پاٹ انہیں واپس دے
اور اگر یدھشٹر ہارے تو پانچوں بھائی بارہ برس بن باس کریں۔ اور تیرھواں
برس ایسی گمنامی کے ساتھ بسر کریں کہ دُریودھن کو ان کا پتہ نہ لگے۔ اور اگر

لگ جائے تو پھر از سر نو بارہ برس بادیہ پیمائی کریں یہ بازی بھی یدھشٹر ہارا اور پانچوں بھائی اپنا راج پاٹ کھو کر اور دروپدی کو ساتھ لیکر بنوں کو سدھارے۔ یہ ہزار خرابی بارہ برس پورے ہو گئے۔ اور تیرھویں سال تبدیل ہیئت و لباس کر کے راجہ وراٹ کے ہاں جاکر نوکری کر لی۔ بہادر ارجن نے ہیجڑے کا بھیس بھرا تھا۔ اور وراٹ کے لڑکے کی رتھ بانی پر ملازم ہوا تھا۔ گیتا میں بھگوان کا اسی نامردی کی طرف مذاقیہ اشارہ ہے ÷

اے ارجن جنہیں ہے تو پاس نہ جا	شایاں تری ہمت کے نہیں یہ اصلا
تیری یہ بزدلی کمینہ پن ہے	چھوڑ اسکو کھڑا ہو اٹھ کے اے شیر وغا

۱-۲-ش ۳

تیرھویں سال دُریودھن نے بہت کوشش کی کسی طرح پانڈوؤں کا پتہ ملے۔ اور انہیں پھر بارہ برس بن باس کرنا پڑے۔ لیکن ہتیرا سر پٹکا کہیں پتہ نہ چلا۔ اور جس شرط کو وہ اپنے ذہن میں یہ سمجھا تھا کہ پانڈو کبھی پوری نہ کر سکیں گے۔ اور ہمیشہ کے واسطے ان کے راج کا مالک میں ہو جاؤنگا ناکارہ ثابت ہوئی۔ تیرھویں سال کے گزر جانے پر پانڈوؤں نے راجہ وراٹ کو اپنا سارا حال سنایا۔ اُس نے اُن کی راجاؤں کی طرح عزت و تکریم کی۔ اور دُریودھن سے نامہ و پیغام شروع ہوئے۔ شری کرشن مہاراج پانڈوؤں کی طرف سے سفیر بن کر دُریودھن کے پاس گئے۔ اور کہا کہ پانڈوں نے اپنی شرط پوری کی۔ اب تمہیں لازم ہے کہ اپنی شرط پوری کرو۔ اور دھرم کا تقاضا ہے کہ ان کا راج پاٹ انہیں واپس دے دو۔ لیکن دُریودھن نے ادھرم پر کمر باندھی اور پانڈوؤں کے راج واپس دینے سے صاف انکار کر دیا۔ بھیشم پتامہ بُدرجی اور دھرماتما دانی

بھی دُریودھن کو بہتیرا سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادے سے نہ ہٹا پر نہ ہٹا ؛

اِس صورت میں سوا ئے جنگ کے چارہ نہ رہا۔ دونوں طرف والوں نے اپنے اپنے معاونوں کو چٹھیاں لکھیں۔ اور فوجیں جمع کرنی شروع کیں ارجن اور دُریودھن دونوں ایک ہی وقت کرشن بھگوان کے پاس مدد کے طالب گئے۔ اسوقت بھگوان خواب استراحت میں تھے۔ دُریودھن راجائی کے زعم باطل میں مہاراج کے سرہانے جاکر بیٹھ گیا۔ ارجن بھگت تھا وہ پائینتی قدموں میں جاکر بیٹھا۔ آنکھ کھلی تو مہاراج نے پہلے ارجن کو دیکھکر پوچھا۔ کہو کیونکر آئے۔ اس نے ہاتھ باندھکر عرض کی کہ لڑائی میں آپ ہمارے ساتھ ہوجئے۔ مہاراج نے منظور کر لیا۔ اسی وقت دُریودھن بولا کہ مہاراج میں بھی اسی غرض سے آیا ہوں۔ اور آپ کے پاس آکر کوئی ناکام نہیں گیا ہے۔ مہاراج نے کہا کہ ساتھ ہونے کا وعدہ میں ارجن سے کر چکا۔ ہاں تمہاری خاطر اتنا کرتا ہوں کہ صرف اس کی رتھ بانی کروں گا۔ ہتھیار نہیں اُٹھاؤں گا دُریودھن خوش ہو گیا کہ بس مجھے اور کیا چاہئے ؛

یہ لڑائی مہابھارت کہلاتی ہے اور کورکشیتر کے میدان میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں اس میں تمام ہندوستان کے راجہ تھے۔ کوئی پانڈووں کی طرف۔ کوئی کوروں کی طرف۔ اٹھارہ روز تک گھمسان رن پڑتے رہے۔ اور لاکھوں آدمی کام آئے۔ آخر پانچوں پانڈووں نے فتح پائی۔ لیکن ان کے سب بیٹے۔ رشتہ دار عزیز و اقارب لڑائی میں کھیت رہے۔ دُریودھن اور اس کے سب ساتھی بھی مارے گئے۔ یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کے دلوں پر اس خونریزی کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے راج اپنے پوتے کو دیدیا۔ اور خود جاکر ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں پر گل گئے ؛

یہ مہابھارت کی کتھا ہے۔ آپ پوچھیں گے اس میں کس موقع پر بھگوان
ے ارجن کو گیتا کا اپدیش دیا ہے۔ سنئے۔ لڑائی کے پہلے روز جب دونوں
جیں صف باندھے کھڑی تھیں۔ اور تلوار چلنے والی تھی۔ ارجن نے اپنے
تھ بان کرشن بھگوان سے کہا کہ مہاراج میرا رتھ دونوں فوجوں کے
یچ میں لیجا کر کھڑا کر دیجئے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ کن کن جودھاؤں سے
ہے لڑنا ہے۔ بھگوان بیچ میدان میں رتھ لے گئے تو ارجن کیا دیکھتا ہے
۔ دونوں طرف رشتہ دار۔ عزیز و اقارب اور دوست و آشنا ایک
وسرے کے خون کے پیاسے کھڑے ہیں۔ بابا دادا چچا تاؤ۔ ماما نانا۔
جائی بھتیجے۔ گورو آچاریہ۔ دوست آشنا جان سے ہاتھ دھوئے کھڑے
یں۔ اور تیار ہیں کہ تلواریں سونت سونت کر ایک دوسرے کو ہلاک
ردیں۔ ارجن کا یہ دیکھکر دل بھر آیا۔ اور اس نے بھگوان سے کہا۔ کیسے
فسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم اپنے خاندان کا خود ناس کرنے کے واسطے
یار ہیں۔ راج کا سکھ چاہتے ہیں تو انہیں لوگوں کے واسطے چاہتے ہیں۔
ہی نہ رہے تو راج پاٹ کس کام آئے گا۔ مجھے بھیک مانگ کر پیٹ پال لینا
نظور ہے۔ مگر ان پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ مجھ نہتے پر یہ تلوار لے کر
ھلہ کریں اور مار دیں تو سب سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہتھیار
رکھ دیئے۔ اور بیٹھ گیا۔

دیکھئے کیا نازک موقع ہے۔ پانڈوؤں پر دریودھن شروع سے
ظلم کرتا رہا ہے۔ بے ایمانی اور دغابازی سے ان کا راج چھین لیا ہے۔
اپنی شرط پوری کر کے انہیں ان کا حصہ دینے سے انکاری ہے۔ پانڈو دھرم
پر ہیں۔ دریودھن ادھرم پر ہے۔ دھرم یدھ کے واسطے فوجیں لڑنے کو

تیار کھڑی ہیں۔ اور کیا تماشہ ہے کہ جو سب سے بڑا سوربیر ہے۔ اور جسکے سامنے پانڈووں کی تمام اُمیدیں وابستہ ہیں۔ وہ لڑنے سے جواب دیتا ہے اور بھکاری فقیر بننے کو تیار ہے۔ اس موقع سے بڑھ کر اُپدیش کی سخت ضرورت اور کس موقعے پر لاحق ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بھگوان نے موقع دیکھ کر اور ادھکاری پاکر ارجن کو وہ اُپدیش دیا کہ انجام میں اس کے مُنہ سے کہلوا دیا :-

جاتی رہی اے کرشن سب بھول مری　　تیری کرپا سے یاد مجھ کو آئی
باقی نہ رہا شبہ و شک خاطر میں　　تیرا کہنا کروں گا اب میں سب ہی

ا-۱۸ شل ۷۳

جو لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ گیتا مہا بھارت کا حصّہ نہیں ہے۔ بلکہ بعد میں اس کتاب میں داخل کی گئی ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ گیتا مہابھارت ہی کا حصّہ ہے۔ اور کسی کتاب کا نہیں ہے۔ ناظرین کو یہ خیال رہے کہ موجودہ صورت میں گیتا شری ویاس جی کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ بھگوان نے ارجن کو میدان جنگ میں یہ سات سو شلوک اور ان کے سات سات سو صفحات کی مجلّد شرحیں نہیں سنائی تھیں۔ اُپدیش زبانی تھا۔ اور چونکہ اُپدیشٹا خود مہا یوگیشور ہری ہیں۔ اور ارجن جیسے ادھکاری کو اُپدیش دیا گیا ہے۔ گھڑی آدھ گھڑی کافی کیا کافی سے بھی زیادہ ثابت ہوئی ہوگی۔ اس اُپدیش کو بعد میں وید ویاس جی نے سات سو شلوکوں میں منظوم کیا ہے۔ اور ان سات سو شلوکوں پر سینکڑوں آدمیوں نے بعد میں شرحیں لکھی ہیں۔ جو ضخیم مجلّدات ہیں۔ یہاں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ ویاس جی اپنے سات سو شلوکوں کی پرداز اس طرح اُٹھاتے ہیں۔ کہ

سنجے تمام مہابھارت کے واقعات دیکھتا جاتا ہے۔ اور راجہ دھرتراشٹ کو گھر بیٹھے سناتا جاتا ہے۔ سنجے راجہ کا رتھ بان تھا۔ اور اسے اپنے مالک کے ساتھ نہایت اُلفت تھی۔ چونکہ راجہ اندھا تھا۔ اسواسطے لڑائی میں شریک نہیں ہوسکا۔ بھگوان ویاس نے سنجے کو چشم بصیرت عطا کردی تھی۔ وہ گھر بیٹھے تمام واقعات جنگ دیکھتا اور راجہ کو سناتا جاتا تھا۔

تیسری فصل۔ گیتا کی اندرونی کتھا

گیتا کی بیرونی کہانی ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ یہ اُن سطح پرستوں کے واسطے ہے۔ جن کی نظر بیرونیات پر رہتی ہے۔ گیتا مہابھارت پوران کا حصّہ ہے۔ اور پورانوں کی تعلیم کا خاصّہ ہے کہ بیرونی صورت میں مخفی اندرونی نکتے سکھائے جاتے ہیں۔ ظاہر میں دیکھو تو تاریخی واقعات یا کہانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اندر کی طرف نظر کا رُخ کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ روحانیت کے اشارے بھرے پڑے ہیں۔ یہی حال مہابھارت کا ہے۔ اس پوران کی اکثر کتھائیں گیان میں گھٹتی ہیں۔ چنانچہ نیل کنٹھ مہاراج جنہوں نے اس ضخیم کتاب کا ٹیکا لکھا ہے۔ جابجا ناظرین کی توجہ بیرونیات سے ہٹاکر اندرونیات یا گیان کی طرف مبذول فرمائی ہے اور دکھایا ہے۔ کہ بیرونی کتھائیں کیا ہیں۔ استعارات کے پردے میں گیان کے اُپدیش ہیں۔

یہاں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح بعض مؤرخان محقق کی یہ رائے

ہے کہ گیتا مہابھارت میں بعد میں داخل کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور بڑی
رائے ہے کہ مہابھارت کی لڑائی قدیم ہندوستان کا ایک صحیح اور مسلّم تاریخی
واقعہ ہے۔ اور یہ ایک ہی خاندان کی دو بڑی شاخوں میں ہوئی ہے۔ لیکن
پانچوں پانڈووں اور شری کرشن بھگوان کی کتھا بس کتھا ہی ہے۔ اور
بعد میں داخل کی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ان محققین کا یہ خیال غلط محض ہو۔
لیکن اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ اس کتھا کے معنی گیان میں اچھے
گھٹتے ہیں۔ اس سے ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو
کرشن مہاراج کی شخصیت سے منکر ہیں۔ یا مہابھارت کو ایک فسانے سے زیادہ
وقعت نہیں دیتے۔ میرے سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ واقعات مہابھارت کی
تحقیق کے محقق مورخ ذمہ وار ہیں اور وہی اس بات کے ثبوت کے بھی ذمہ وار
ہیں کہ کرشن مہاراج نے جنم لیکر کیا کیا۔ میں مورخ نہیں ہوں۔ اور نہ ایسے
قدیم زمانے کے حالات اب تاریخ کی روشنی میں آسکتے ہیں۔ ہاں اس میں
کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ پورانوں میں تاریخی مصالح بہت کچھ موجود
ہے۔ اسی طرح فسانے اور کہانیاں بھی بہتیری ہیں۔ لیکن ان دونوں کے
ساتھ ساتھ ان استعارات معنوی کی بھی کمی نہیں ہے۔ جن میں اعلےٰ درجے
کے گیان کے رموز اور نکات مخفی ہیں اور جن سے ارباب تحقیق نتائج معتد بہ
پر پہنچتے ہیں۔ یہی حال ارجن کی کہانی کا بھی ہے +

میرے دوستو یوں تو کوروکشیتر کا میدان جہاں مہابھارت کا رن پڑا
ہے۔ ضلع کرنال میں بتایا جاتا ہے۔ اور پنجاب کے ہر ایک نقشے میں دکھایا جاتا
ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوروکشیتر ہر ایک گیان کے ادھکاری یعنی طالب
صادق کا جسم خاکی ہے۔ اور مہابھارت کی لڑائی آئے دن گھٹ گھٹ میں

ہوا کرتی ہے۔ ارجن ادھکاری جیو ہے۔ شری کرشن گیانی مکت پرش ہیں۔ جو بیرونی سروپ سے گورو روپ ہیں۔ اور اندرونی سروپ سے گھٹ گھٹ نو اسی آتما روپ ہیں۔ یہی مہاراج ہر ایک ادھکاری کو اپنے نفس ہرکش کے ساتھ دھرم یدھ میں فتح پانے کا طریق بتلاتے ہیں۔ اور مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں جو اُن کے اُپدیش پر کاربند ہو کر موکش روپ فتح حاصل کرتی ہیں۔

ارجن جیو کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھگوان کرشن اور ارجن کو نر نارائن کا اوتار بتایا جاتا ہے۔ جیو اپنا راج کھو بیٹھا ہے۔ اور وہ راج اپنے سچدانند سروپ میں ستھتی ہے اسی کو موکش کہتے ہیں۔ جہاں آنند ہی آنند ہے۔ دکھ کا نام نہیں ہے۔ یہ راج دھوکے سے اندھے اگیان کے بیٹے نے چھین لیا ہے۔ جو دنیا کے دھوکوں میں پھنسانے والا تامسی اہنکار یا نفس امّارہ ہے۔ اس کا نام دُریودھن یعنی سخت جنگجو ہے۔ جس پر بڑی مشکل سے غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی پشتی پر معاونین کی لاتعداد فوج ہے۔ یہ من کی تمام ایسی برتیاں یا کیفیات نفسانی ہیں۔ جو آدمی کو آتما سے بمکھ کرنیوالی ہیں۔ ان سب کا جیتنا بڑا کٹھن کام ہے۔

جیو کے معاونین کی بھی تعداد بڑی ہے۔ یہ ایسی برتیاں ہیں۔ جو آدمی کو اخلاق۔ دھرم اور آتما کی طرف متوجہ کرنی والی ہیں۔ ان میں سے چار اسکے بھائی یعنی بڑی معاون و مددگار برتیاں ہیں۔ یہ چار انتہ کرن یعنی ساتوک من چیت بدھی اور اہنکار ہیں۔ ان کے ذریعے سے اندھے اگیان کی فوج سے دھرم کی لڑائی شروع ہوتی ہے۔ جس میں جیو اگیان پر غلبہ پاکر موکش روپ سوراجیہ کا سکھ حاصل کیا چاہتا ہے۔

شری کرشن بھگوان گورو روپ پر بُدّھ آتما ہیں۔ جو پرم دیا اور کرپایتا سے ادھکاری کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف رہنمائی یا ادھکاری کو خطروں سے آگاہ کر دینا ہے۔ اسی واسطے رتھ بان ہو کر بیٹھے ہیں۔ لڑتے اور ہتھیار نہیں اُٹھاتے۔ تمام جدّو جہد خود ادھکاری کو کرنی پڑتی ہے۔ یہ روحانیت کا سرّ خفی ہے۔ گورو رستہ دکھاتا ہے۔ اس پر ہمّت و دلیری کے ساتھ گام زن ہونا اور منزل مقصود پر پہنچنا ادھکاری کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ تمام مراحل خود ادھکاری کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ گورو اس کو چڈّھی پر چڑھا کر یا آغوشِ محبّت میں لیکر خود طے نہیں کر دیتا ہے

گورو اوّل اوّل بیرونی صورت میں ملتا ہے۔ اور اُپدیش کرتا ہے۔ جوں جوں آدمی گیان کے مدارج پر چڑھتا جاتا ہے۔ گورو کی صورت آئیڈیل یا آدرش کی ہوتی جاتی ہے۔ یعنی وہ بیرونیات کے دائرے سے نکل کر اندرونیات میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ یہ اندرونی گورو گھٹ گھٹ میں موجود ہے۔ اور آدمی کا ادھکاری ہونا شرط ہے کہ فوراً ساکشات درشن دیتا ہے۔ اور دھرم کی لڑائی میں رتھ بان بن کر ادھکاری کو فتح و ظفر پانے کا طریق بتاتا ہے۔ جس پر کاربند ہو کر وہ لڑائی جیتتا ہے۔ اور موکش روپ راج کا مالک بنتا ہے

اس بحث کا ماحصل یہ ہے اور کچھ نہیں۔ کہ انسان علایق دنیوی میں پھنسا رہ کر اپنے آنند روپ سروپ کو بھول جاتا ہے۔ یہ اگیان کے ہاتھ سے اس کے راج کا چھننا جانا ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے۔ کہ اسے دنیا سے بیزاری اور دوامی سکھ کی تلاش ہوتی ہے۔ بعض طبایع میں تو یہ خیال اُٹھ کر رہ جاتا ہے۔ اور بعض میں جو سچّے ادھکاری

ہیں۔ حقیقت میں جدّ و جہد کے ساتھ تلاش شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں آدمی یا کتاب سے مدد لی جاتی ہے۔ یہ بیرونی گورو ہے۔ جو رستہ دکھاتے ہیں کسی قدر بے شک مددگار ثابت ہوتا ہے۔ طالب کی طلب صادق جس قدر بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اندر سے خود بخود پردے اُٹھتے اور روشنی کے جلوے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ اندرونی گورو کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی کو آتما روپ گورو کہا جاتا ہے۔ یہی کرشن بھگوان ہیں۔ چنانچہ گیتا میں خود کہتے ہیں ؏

میں ہی ہوں آتما جہاں میں سب کا جو سب کے قلب میں ہے مخفی رہتا

ا-۱۰-شلوک ۲۰

آخر ادھکاری کی سمجھ میں وہ آدرش یا معراج مکمل آجاتی ہے۔ جس پر اُسے چڑھنا ہے۔ مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں جو اپنے آتم روپ کو سمجھ کر اس کو پراپت ہوتی ہیں۔ یہی دھرم، بُدھ میں موکش روپ فتح کا پانا ہے ؏

چوتھی فصل۔ گیتا کا ادھکاری

گیان کے بام بلند پر چڑھنے کے واسطے سب سے مقدم آدمی کا ادھکاری ہونا ہے۔ ادھکاری کی تعریف ویدانت کی ہر ایک ابتدائی اور انتہائی کتاب میں دی ہوئی ہوتی ہے۔ ادھکاری اس شخص کو کہتے ہیں جس میں چار طرح کے سادھن پائے جائیں۔ یعنی وویک یا تمیز ہست و نیست۔ بیراگ یا نفرت دنیا۔ شما دی گھٹ سمپتی۔ یا چھ طرح کی تحصیلات اور موکشتا یعنی طلب نجات۔

انہیں سادھن چتشٹے کہتے ہیں۔ سادھن چتشٹے پر میں مفصل فلسفیانہ بحث اپنی کتاب چہل درویش میں کر چکا ہوں۔ یہاں اس کا اعادہ کرنا لا حاصل ہے۔ اسواسطے مضمون کے سمجھنے کی غرض سے صرف مجمل طور پر کچھ ضروری باتیں گوش گزار کئے دیتا ہوں ÷

قاعدہ کلیہ ہے کہ خاص علوم وفنون کی تحصیل سے پیشتر آدمی میں کچھ خاص مادہ ولیاقت موجود ہونی چاہیئے۔ ورگرنہ وہ تحصیل ممکن نہیں ہو سکتی مثلاً جو شخص الجبرا پڑھنا چاہتا ہے۔ اسے اوّل حساب آنا ضروری ہے۔ جو علم طب سیکھنا چاہتا ہے۔ اسے علم تشریح وافعال الاعضا سے واقفیت ضروری ہے۔ جو دھارمک اُپدیشک بنا چاہتا ہے۔ اس کے مزاج میں تحمل۔ انکسار۔ الفت شعاری وغیرہ اوصاف اخلاقی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح جو شخص ویدانت تحصیل کرنا چاہتا ہے۔ اس میں بھی خاص عقلی اور اخلاقی اوصاف کی تحصیل اہمیات میں سے ہے۔ بصورت دیگر وہ گیان کے لائق نہیں ہے ÷

ان اوصاف میں سے اول "وویک" یعنی تمیز ہے۔ اور وہ اس بات کی تمیز ہے کہ کائنات عالم ومعلوم دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ ان میں سے عالم قائم بالذات یاست ہے۔ اور معلوم متبدل ہے۔ یعنی جسکی ہستی عالم کے تابع ہے۔ یہ ایک عقلی شرط ہے۔ اور اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان میں مسائل فلسفی کے سمجھنے کی قابلیت ہو۔ اگر بازاریں سے کسی معمولی دُکاندار کو لو اور اسے ویدانت سمجھانا شروع کرو تو وہ ہرگز نہیں سمجھ سکے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمیز یعنی "وویک" نہیں ہے ÷

دوسرا وصف "بیراگ" ہے۔ یہ وویک کا اخلاقی نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے

کہ جب آدمی پر یہ بات منکشف ہوگئی کہ معلوم یعنی دنیا کی کل چیزیں متبدّل یعنی فانی ہیں تو وہ ان میں دلبستگی نہ کرے گا۔ بلکہ تلاش حقیقت کی طرف مائل ہوگا۔ جو آدمی لذائذ حواس کے بندے ہیں۔ مثلاً ہوسکار۔ چور۔ اوباش۔ وغیرہ وہ ایسے نیچے گرے ہوئے ہیں کہ گیان حاصل کرنے کا خیال بھی ان کی طبیعت میں نہیں اُٹھ سکتا۔ ان کو گیان کا اُپدیش دیا جاے تو وہ ہرگز ہرگز ادھر توجہ نہیں کریں گے۔ اس سے بیراگ کی ضرورت ثابت ہے ٭

تیسرا وصف چھ قسم کی تحصیلات کا مجموعہ ہے۔ جسے "شمادی کھٹ سمپتی" کہتے ہیں۔ یہ بیراگ کے قدرتی نتائج ہیں۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔ شم یعنی ضبط نفس۔ دم یعنی ضبط حواس۔ اُپ رتی یعنی سیری از لذائذ۔ تتکشا یعنی تحمل۔ شردّھا یعنی اعتقاد اور سمادھان یا استغراق۔ یہ چھٹوں اوصاف ایک دوسرے کے نتائج ہیں۔ بیراگ طبیعت میں استوار ہوا تو تسکین قلب رونما ہوگی۔ اسے شم کہتے ہیں۔ من رُکا تو حواس وشیوں کی طرف دوڑ دوڑ کر نہیں جائیں گے یہ دم یا ضبط حواس ہے۔ حواس روکے گئے تو وشیوں سے سیری خود بخود پیدا ہوگی۔ یہ اُپ رتی ہے۔ اس سیری سے سرد و گرم اور سخت و نرم سہنے کی عادت ہوگی۔ یہ تتکشا ہے۔ سب کا ملکر یہ نتیجہ ہوگا کہ گورو اور شاستر کے بچنوں میں اعتقاد یا شردّھا پیدا ہوگی۔ اور اس شردّھا سے ان بچنوں کے سوچنے میں استغراق یا سمادھان حاصل ہوگا۔ اور آدمی دھیان دے کر سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرے گا ٭

جب یہ تینوں اوصاف حاصل ہوگئے تو بتر خواہش نجات پیدا ہوگی۔ اسے ممکشتا یا موکش کی اِچھّا کہتے ہیں۔ اور ان چاروں اوصاف کو ملاکر سادھن چتشٹے کا نام دیا جاتا ہے۔ ناظرین کو یاد رہے کہ یہ سب سادھن ہی ہیں۔

آدرش یا معراج نہیں ہیں۔ جس پر چڑھنا ہے۔ اس لئے ہر ایک وصف کا درجۂ کمال پر پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ ہر ایک سے تھوڑا بہت بہرہ کافی ہے۔ جس سے آدمی گیان کے رستے میں چلنے کے لایق ہو جائے۔ اور بس۔ جو شخص ان ساوھنوں کے بندے ہو کر انہیں میں پھنس رہا کرتے ہیں۔ وہ آگے نہیں چل سکا کرتے بلکہ سنسار میں ہی چکر کھایا کرتے ہیں ❁

جس شخص میں یہ چاروں اوصاف موجود ہیں۔ وہ ادھکاری کہلاتا ہے۔ اور اس کے گھٹ میں جو دھرم بُدھ ہوتا ہے۔ اس میں گھٹ گھٹ نواسی آتمارُوپ شری بھگوان اُپدیش کرتے ہیں۔ اور وہ فتح و ظفر سے بہرہ ور ہو کر موکش کے سوراج کو بھوگتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ معمولی ادھکاری کے واسطے یہ سب باتیں بے شک بجا اور درست ہیں۔ مگر بیر دنیات پر نظر کی جائے تو کیا وہ ارجن جس کا مہابھارت میں ذکر ہے۔ اس قسم کا ادھکاری تھا یا نہیں ❁

سنئے! اوّل وصف وویک یا تمیز ہے۔ اور دیکھئے ارجن میں موجود ہے یا نہیں ہے۔ گیتا میں ارجن بھگوان سے نہایت دقیق سوالات پوچھتا ہے۔ جو معمولی و بازاری آدمی ہرگز ہرگز کسی سے نہیں پوچھ سکتا۔ چھٹے ادھیائے من کے روکنے اور یوگی کے پیچھے رہ جانے کی بابت اسکے سوالات نہایت نتیجہ خیز ہیں۔ جو ہم نیچے درج کرتے ہیں۔ یہ صاف اس کے وویکی ہونے پر دلالت کرتے ہیں ❁

یہ یوگ جو کرشن آپ نے بتلایا ۔ یکساں نظری کا۔ مری سنئے ذرا
ٹھیرا نہ ہوگا یہاں بااستقلال ۔ کیا وجہ کہ اضطراب کا ہے کھٹکا

چنچل ہے من کرشن اور طوفانی   شہزوری ومضبوطی ہے یاں لاثانی
من کا مشکل ہے روکنا بس اس طرح   جس طرح کہ مٹھی میں ہوا ہے لانی

ا-۶ش ۳۳-۳۴

ولہ

جس کا کہ عقیدہ تو بہت ہے اچھا   پر یوگ سے من ہٹ گیا۔ کچا وہ رہا
اور یوگ کی تکمیل نہ ہونے پائی   کیا ہوتا ہے حال کرشن اس یوگی کا

ا-۶ش ۳۷

دوسرے ادھیائے میں ارجن ستھت پرگیہ یعنی مرد قایم العقل اور چودھویں ادھیائے میں ترگنا تیت یعنی جسم وجسمانیات سے پرے گزرے ہوئے آدمی کی پہچان پوچھتا ہے۔ انہیں دونوں قسموں کے آدمیوں کو جیون مکت کہتے ہیں۔ یہ بھی وویکی ہی پوچھ سکتا ہے۔ بے تمیز آدمی ہرگز نہیں پوچھ سکتا ✢

تعریف ہے مرد قایم العقل کی کیا   اور اسکی کہ ہو دھیان سمادھی میں لگا
باتیں کس طرح قایم العقل کرے   کیسے وہ بیٹھے اور چلے کرشن بتا

ا-۲ش ۵۴

جو شخص کہ ان تین گنوں سے گزرا   اس کی پہچان اے مہاراج ہے کیا
کیا کیا وہ کام کرتا رہتا ہے یہاں   کس طرح گنوں سے ہے وہ باہر آتا

ا-۱۴ش-۲۱

میں نے صرف نمونے کے طور پر تین چار باتیں لی ہیں۔ ارجن نے گیتا میں بھگوان سے بہت سوال کئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہا درجے کا وویکی آدمی ہے ✢

بیراگ کا ثبوت کامل پہلی ادّھیاے کے آخری اور دوسرے کے شروع کے شلوکوں میں ملتا ہے۔ جو کسی کی تشریح اور بیان کی محتاج نہیں ہے۔

افسوس ہے کیا عزم ہے ہم سب نے کیا | ہم سخت گناہ کرنے آے اس جا
تیار ہیں گھر کا ناس کرنے کے لئے | ہے راج کے سُکھ کا آہ لالچ کیسا

اچھا ہے جو کچھ تو وہ ہے یہ میرے لئے | ہتھیار رکھوں اور نہ کہوں کچھ اُن سے
ہاں ماردیں ہاتھوں میں لئے تیر و تبر | مجھکو یہ دھرتراشٹ کے غازی بیٹے

ا۔ اش ۴۵ و ۴۶

ماروں لایق بزرگ کیونکر ایسے | بہتر ہے بھیک مانگ کھانا اس سے

ا۔ ۲ش ۵

شمادی کھٹ سمپتی کے اوصاف کی ایسے واقعات سے توضیح ہوتی ہے جو بجاے خود کتھائیں ہیں۔ اور جن سے ارجن کے کارہاے نمایاں ظاہر ہوتے ہیں۔ چونکہ گیتا میں کتھائیں مرقوم نہیں ہیں۔ اس لئے ہمیں مہابھارت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ارجن نے مہادیوجی سے استر حاصل کرنے کے واسطے سخت تپ کیا ہے۔ ایسا تپ وہی شخص کرسکتا ہے۔ جس کا من شانت ہے۔ اندریاں و من کی ہوئی ہیں۔ سخت تکشا اور رشیوں کی طرف سے اُپ رام ہے۔ گیتا میں بھی بھگوان ارجن کو اکثر انگھ یعنی بے پاپ گڑاکیش یعنی نیند پر غالب آنے والا وغیرہ وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں یہ اوصاف موجود ہیں۔ ماسوا اس کے سولھویں اتّھیاے میں دیو سمپت یعنی طبیعت ملکوتی کا بھگوان نے بیان کیا ہے۔

اور بتایا ہے کہ طبیعت ملکوتی والے آدمی میں شم دم دھرتی یعنی متانت
وغیرہ اوصاف ہوتے ہیں۔ اسی ضمن میں ارجن سے خطاب کرکے فرماتے ہیں:-

ہے بہر نجات یہ فرشتوں کی صفت ۔ شیطانی بندے کیلئے ہے طینت
اے ارجن سوچ تو ذرا بھی مت کر ۔ تیری ہے فرشتہ صفتی میں خلقت

ا-۱۶ اش ۵

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ارجن ان صفات سے موصوف ہے۔ رہی
شردھا یعنی اعتقاد۔ اس میں خود ارجن کا قول سنئے۔

آپے میں نہیں ہیں ضعف ہمت سے آہ ۔ اور دھرم کی ملتی ہی نہیں مجھکو راہ
جس میں ہو خیر پوچھتا ہوں بتلاؤ ۔ چیلا ہوں میں اور آپ مرے جائے پناہ

اس سے ظاہر ہے کہ ارجن کی شری کرشن میں ویسی شردھا ہے۔ جیسی
چیلے کی گورو میں ہوا کرتی ہے۔ سادھان یعنی یکسوئے قلب کے واسطے یہ
شلوک ملاحظہ ہو۔ اور ساتھ ہی اس کا جواب۔

کیوں ارجن قلب کرکے یکسو اپنا ۔ جو کچھ کہا میں نے تجھسے وہ تو نے سنا
اور سُن کے جو پندار جہالت سے تھا ۔ تیرے دل صافی سے وہ کچھ دور ہوا

جاتی رہی اے کرشن سب بھول مری ۔ تیری کرپا سے یاد مجھ کو آئی
باقی نہ رہا شبہ و شک خاطر میں ۔ تیرا کہنا کروں گا میں اب سب ہی

ا-۱۸ اش ۷۲ و ۷۳

رہا یہ سوال کہ ارجن میں ممکشتا یعنی خواہش نجات ہے۔ یا نہیں۔
اس کے واسطے مندرجۂ ذیل شلوک ملاحظہ ہوں۔ جن میں سے ایک ہم نے
اوپر نقل کیا ہے:-

آپے میں نہیں ہیں ضعف ہمت سے آہ — اور دھرم کی ملتی ہی نہیں مجھ کو راہ
جس میں ہو خیر پوچھتا ہوں بتلاؤ — چیلا ہوں میں اور آپ میرے جائے پناہ

معلوم نہیں ہوتا میرا غم جاتا — جس نے کہ ہر اک حواس کو پھونک دیا
جب سے خوف عدو راج زمیں کا کیا ہے — ہو جاؤں جو دیوتاؤں کا بھی راجا

۱-۲ ش ۶-۷

اے کرشن جی آپ کے عقیدے میں اگر — اعمال سے عقل کا ہے رتبہ برتر
لڑنے کا کام جو بھیانک ہے بہت — مجھ سے لینے کا ہے ارادہ کیوں کر

باتیں کرتے ہو تم ملی اور جلی — جن سے کہ میری عقل ہے دھوکے میں پڑی
بات ایک بتائیے مصدق کر کے — جس میں متصور ہو بھلائی میری

۱-۳ ش ۱ و ۲

ان شلوکوں سے ظاہر ہے کہ ارجن کے دل میں نجات کی خواہش کی تیز آگ بھڑک رہی ہے۔ اور وہ بڑی شردھا سے بھگوان کو اپنا گورو جان کر ان سے موکش کا راستہ پوچھتا ہے ۔

میں نے یہ شلوک قلم برداشتہ چن لئے ہیں۔ گیتا کے پڑھنے والے اور بہتیرے شلوک چن چن کر نکال سکتے ہیں۔ جن سے بدیہی طور پر واضح ہوتا ہے کہ ارجن میں چاروں سادھن موجود ہیں۔ سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اگر ارجن ادھکاری نہ ہوتا تو بھگوان اسے گیان کا اپدیش ہرگز ہرگز نہ کرتے۔ اپدیش صرف ادھکاری کو ہی کیا جاتا ہے ۔ جو ادھکاری نہ ہو اسے نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھئے بھگوان نے بھیم کو گیان کا اپدیش نہیں دیا۔

حالانکہ بھیم زور و طاقت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بھیم میں انسانیت کی بجائے حیوانیت کا زیادہ زور ہے۔ وہ بیلوں کی طرح چرتا رہتا ہے۔ غصے پر مطلق قادر نہیں ہے۔ سخت لڑاکا اور جنگجو ہے ہر وقت خون کا پیاسا نظر آتا ہے۔ ایسے حیوان کو گیان کا اُپدیش کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ برعکس اس کے یدھشٹر آدمی نہیں ہے۔ دیوتا ہے۔ اور گیان ارجن کے بہانے سے نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اسواسطے یہاں دیوتا کی ضرورت نہیں آدمی کی ہے۔ رہے نکل اور سہدیو۔ یہ دونوں مہابھارت میں نمایاں شخصیتیں نہیں ہیں۔ بیشک انہیں فنون لطیفہ میں دسترس ہے۔ لیکن گیان کے ادھکاری اور لوگ ہوتے ہیں۔ دُریودھن اور اس کے طرفدار چونکہ ادھرم پر ہیں۔ ان میں کوئی ادھکاری نہیں ہو سکتا +

غرض مہابھارت کے بیرونی ارجن کو لیجئے یا نوع انسانی کے گھٹ گھٹ میں اندرونی ارجن کو لیجئے۔ دونوں صورتوں میں ایسا ادھکاری درکار ہے۔ جس میں چاروں سادھن موجود ہوں۔ اس شخص کو گیان کا اُپدیش دیا جاتا ہے۔ لیکن اُپدیش سے پہلے ایک اور بڑا مرحلہ طے کرنا ہوتا ہے۔ اور اب ہم اُس کا بیان کرتے ہیں +

پانچویں فصل۔ ادھکاری کی کشمکش

ادھکاری کو گیان کے کوچے میں اس وقت دخل نصیب ہوتا ہے۔ جب ماومنی کے خیالات ایک ایک کر کے دل سے تمام ترک کر دیئے جائیں۔ یہ کشمکش

ہر ایک جیو کو پیش آیا کرتی ہے۔ جب وہ گیان کے بام عالی پر چڑھنا چاہتا ہے تو اُس کی نظر کے سامنے وہ تمام برتیاں یا کیفیات نفس ہوتی ہیں۔ جن کو وہ اسی جنم میں نہیں بلکہ جنم جنمانتر سے جان و دل سے عزیز شمار کرتا چلا آتا ہے لیکن وحدت میں دوئی کا لگاؤ نہیں ہے۔ سالک کو دوئی کے تمام خیالات چھوڑنے پڑتے ہیں۔ یہ بڑا نازک موقع ہوتا ہے۔ بزرگوں کا ادب۔ عزیز و اقارب کی محبت۔ ننگ و ناموس کا پاس۔ اخلاق۔ دھرم۔ ادھرم وغیرہ وغیرہ کو یک قلم کیونکر ترک کر دیا جائے۔ یہ تو ابدالآباد سے جان کے ساتھ ہیں۔ دھرم یدھ کے آغاز میں سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے۔ اور جب اپنے مقابل اپنے محسن و مربی اور عزیز و اقارب کھڑے نظر آتے ہیں تو رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ انہیں مار کر راج حاصل کیا تو کیا خاک کیا۔ اس سے تو بھیک مانگ کر کھانی بہتر ہے۔ یہ سخت مایوسی کی حالت ہوتی ہے۔ اور نہایت ہی زوردار الفاظ میں گیتا میں اسکی تصویر کھینچی گئی ہے میں تمام شلوکوں کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ دونوں لشکروں کی صف آرائی بیان کرکے۔ سنجے راجہ دھرتراشٹر سے کہتا ہے:-

ارجن کا دل اُن کو دیکھ کر بھر آیا　　وہ رنج سے یہ سخن زباں پر لایا
بھائی بندوں کا اے مہاراج کرشن　　مجمع جو یہ لڑنے کو کھڑا یاں پایا

ہیں دیکھ کے درد مند میرے اعضا　　اور خشک ہوا جاتا ہے منہ کیجئے کیا
تھرتھر مرا جسم کانپتا ہے اس دم　　اور تن کے ہیں رونگٹے کھڑے سر تا پا

ہاتھوں سے مرے کمان گری جاتی ہے　　اور جلد بدن ہے کہ پھنکی جاتی ہے

یہ حال ہے میں کھڑا رہ نہیں سکتا — چکر کھا کھا کے عقل اُڑ جاتی ہے

آتے ہیں صاف مجھ کو آنکھوں سے نظر — جو جو کہ شگون۔ وہ بڑے ہیں یکسر
کیا خیر کی امید بھلا ہم رکھیں — بھائی بندوں کی رن میں جانیں لیکر

مجھ کو نہیں اب فتح و ظفر کی کچھ چاہ — کچھ راج پہ ہے اور نہ کچھ سکھ پہ نگاہ
ہم راج کو لے کے کیا کریں گے اے کرشن — کیا فائدہ سکھ سے اور جینے سے آہ

یہ راج یہ عیش اور یہ سکھ سارے — جن کے لئے جان سے تھے ہم کو پیارے
میدان جنگ میں کھڑے ہیں وہ سب — جان اپنی ہتھیلی پہ لئے بیچارے

اُستاد ہیں اور باپ ہیں اور ہیں بیٹے — بابا دادا ہیں سامنے سب وہ کھڑے
سُسرے سالے ہیں اور نانا نانا — اور بھائی بند اور پڑوتے پوتے

ہے چیز ہی کیا سلطنت روے زمیں — ترلوک کا راج بھی جو مل جائے نہیں
میں ان کو نہ ماروں گا نہ ماروں گا کبھی — مجھ پر حملے سے گر یہ چوکیں بھی نہیں

بیٹوں کو دھرتراشٹ کے گر موت آئی — اے کرشن خوشی میں نے بھلا کب پائی
ماریں گے تو پاپ ہی لگے گا ہم کو — گو سچ ہے کہ پاپی ہیں یہ آتہ تائی[1]

[1] آتہ تائی چھ طرح کے پاپی کہلاتے ہیں (۱) جو زر چھین لیجائیں (۲) زمین چھین لیں (۳) زن یا عورتوں کو بھگا لیجائیں (۴) ہتھیاروں کے ناجائز استعمال سے مارنے والے۔ (۵) زہر دینے والے۔ (۶) آگ لگانے والے۔

شایاں نہیں قتل ان کا مرے ہاتھوں سے   بیٹھے ہیں دھرتراشٹر کے بھائی اپنے
سکھ ہوگا کیونکر اے مہاراج ہمیں   بھائی بند اپنے ہم نے گر قتل کئے

ہے قتل اقارب کا بہت سخت گناہ   اور یہ بھی گناہ سخت گر گھر ہو تباہ
لالچ سے گو ہوتے ہیں یہ سب اندھے   آتا نظر ان کو نہیں گو کچھ بھی آہ

ہم کو تو یہ معلوم ہے اسے کرشن مگر   کیا پاپ تباہی میں ہے گھر کی یکسر
یہ پاپ بڑا ہے اس سے بچنے کے لئے   ساعی نہ ہوں جانتے ہوئے ہم کیونکر

گھر ناس ہوا تو گھر کے سب دھرم گئے   جو گھر میں قدیم سے چلے آتے تھے
اور دھرم جب اُٹھ گیا کسی کے گھر سے   کس طرح ادھرم واں نہ غلبہ پائے

غلبے سے ادھرم کے مہاراج سدا   گھر کی عورات میں نہیں رہتی حیا
عورات ہوئیں خراب تو ظاہر ہے   ہوگا اے کرشن برن[۵] سنکر پیدا

ہر خانہ برانداز کے ہر گھر کے لئے   دوزخ ہی سزا ہے برن سنکر کے لئے
پہنچا پانی نہ پنڈ جب پتروں کو   گرنا ہی ہے بس ان کے مقدر کے لئے

اس پاپ سے سب خانہ براندازوں کے   پیدا جو ہیں برن سنکر کرتے

۵؎ اولاد حرام جس میں ذاتوں کا خلط ملط ہو جاتا ہے اور آچار بچار قایم نہیں رہتا۔
اس اولاد حرام کا دیا ہوا پانی یا پنڈ پتروں کو نہیں پہنچتا۔

سب قوم کے دھرم خاندان کے سب دھرم
ہوجاتے ہیں ناس ہم نے آنکھوں دیکھے

سنتے چلے آئے ہیں سدا یہ بھی ہم
جس گھر سے کہ اُٹھ جاتے ہیں سب گھر کے دھرم
گھر والوں کا حصہ ہے وہاں نار جحیم
اس میں اے کرشن کچھ نہیں بیش و کم

افسوس ہے۔ کیا عزم ہے ہم سب نے کیا
ہم سخت گناہ کرنے آئے اس جا
تیار ہیں گھر کا ناس کرنے کے لئے
ہے راج کے سکھ کا آہ لالچ ایسا

اچھا ہے جو کچھ تو وہ ہے یہ میرے لئے
ہتھیار رکھوں اور نہ کہوں کچھ ان سے
ہاں۔ ماردیں ہاتھوں میں لئے تیغ و تبر
مجھکو یہ دھرتراشٹ کے غازی بیٹے

سنجے بولا

ارجن نے کرشن جی سے یہ رن میں کہا
اور بیچوں بیچ رتھ کے وہ بیٹھ گیا
تیر اور کمان ہاتھ سے چھوڑ دیئے
گھبرا گیا بلکہ غم سے تھا دل اسکا

۱- ا- شق- ۲۱- ۴۷
جن شلوکوں کا ترجمہ اوپر دیا گیا ہے- انہیں غور سے پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ ارجن کے دل پر سخت مایوسی چھائی ہوئی ہے اور وہ اپنے پرانے دنیوی تعلقات کے قطع ہونے سے بہت ہی حیران و پریشان ہے- بھگوان اسپر طعنہ زنی کرتے ہیں- کہ وہ بہادر ہوکر نامردوں کا سا خیال نہیں کرتا- یہ مکالمہ بھی میں گیتا ہی کے لفظوں میں دیتا ہوں۔

سنجے بولا

جب دیکھا کہ ارجن کا ہے دل بھر آیا
چشم مضطر میں اشک ہے بھر لایا
طاری جان حزیں پہ مایوسی ہے
اس وقت شری کرشن نے یہ فرمایا

شری بھگوان بولے

نازک موقع ہے یہ کہاں سے آئی؟ ارجن تیرے دل میں یاس اور مایوسی
جو شان شرافت کے نہیں ہے شایاں دوزخ ملتی ہے جس سے اور بدنامی

اے ارجن حیز پن کے تو پاس نہ جا شایاں تیری ہمت کے نہیں یہ اصلا
تیری یہ بد دلی کمینہ پن ہے چھوڑ اسکو کھڑا ہوا اٹھ کے اے شیر وغا

ارجن بولا

بھیشم کے اے کرشن سر کے اوپر اور اپنے گورو درون آچاریہ پر
میں تیر چلاؤں تو چلاؤں کیونکر ہیں پانوں پوجنے کے لایق یہ بشر

ماروں لایق بزرگ کیونکر ایسے بہتر ہے بھیک مانگ کھانا اس سے
یہ طالب[۱۵] زر اگر گورو مار دئے ہم بھوگیں گے بھوگ دیکے خون کے چھینٹے

پلا بھی نہ معلوم رہے کس کا گراں غالب رہتے ہیں ہم کہ مغلوب یہاں
استاد دھرتراشٹ کے بیٹے ہیں وہ انکو دیکھے سے خواہش زیست کہاں

آپے میں نہیں ہیں ضعف ہمت سے آہ اور دھرم کی ملتی ہی نہیں مجھ کو راہ
جس میں ہو خیر پوچھتا ہوں بتلاؤ چیلا ہوں میں اور آپ میری جائے پناہ

معلوم نہیں ہوتا میرا غم جاتا جس نے کہ ہر اک حواس کو پھونکدیا
بیخوف عدو راج زمیں کا کیا ہے ہو جاؤں جو دیوتاؤں کا بھی راجہ

[۱۵] درون آچاریہ گرو یا چاریہ اور بھیشم وغیرہ راجہ دریودھن کے تنخواہ دار نوکر تھے۔

سنجے بولا

یہ کہکے شری کرشن سے وہ ارجن شیر — رہتے تھے ہمیشہ جس کے سب دشمن زیر
بولا کہ نہیں کروں گا ہرگز میں جنگ — اور ہو گیا خاموش لگائی نہیں دیر

۱-۲-ش-۱-۹

جن شلوکوں کا ترجمہ اوپر نقل ہوُا - ان کے معانی اور مطالب صاف ہیں - کسی قسم کی پیچیدگی نہیں - ارجن کے منہ سے انسان بول رہا ہے کہ محسن و مربی بزرگوں اور خویش و اقارب کی محبت آج سے نہیں جنم جنمانتر سے دل پر حاوی ہے - اس کو ترک کیونکر کیا جائے - مجھے بھیک مانگ کر کھانی یعنی رذیل سے رذیل درجۂ انسانی میں رہنا قبول ہے - لیکن انہیں نہیں چھوڑ سکتا - پھر اور تماشہ ملاحظہ فرمائیے - جیو اس رشتۂ وابستگی کو ادھرمی کا وہمی خیال تصور نہیں کرتا - بلکہ اسی کو اپنی بھول سے دھرم سمجھا ہوُا ہے - جو اس دنیا میں عزّت و نیکنامی کا دینے والا ہے - اور اس دنیا میں اونچے لوگوں میں پہنچنے کا وسیلہ ہے - اگر یہ خیالات دل سے ترک کر دیئے گئے تو یوں سمجھو نہ دنیا رہی نہ عقبےٰ - میرے دوستو! وحدت کی معراج بلند پر پہنچکر دوئی نہیں رہتی - دھرم اور ادھرم دونوں ایک ہو جاتے ہیں - اس کو جیو اپنے اگیان سے بڑن سنکر یعنی نیک و بد خیالات کا ایک ہو جانا سمجھتا ہے - اور اسے خیال ہوتا ہے کہ بھلا اس صورت میں کیونکر ممکن ہے کہ اس عالم کا نظام قایم رہے اور اس عالم میں بعد مردن اونچے لوکو نصیب ہو سکیں - تمام فرایض خلط ملط ہو گئے تو کس طرح گزارہ ممکن ہے - نہ آدمی اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا *

یہ خیالات کچھ نئے نہیں ہیں۔ شروع کے مرحلے میں ہر ایک ادھکاری کی خاطر میں اُٹھتے ہیں پر اُٹھتے ہیں۔ دھرم ادھرم کے غلط خیالات جو جنم جنمانتر سے دل میں جاگزیں ہیں اپنا زور دکھائے بغیر کیونکر رہ سکتے ہیں وحدت میں دوئی کا دخل نہیں ہے۔ مگر دوئی نے دل میں گھر کیا ہوا ہے۔ عادت چھوٹتے ہی سے چھوٹتی ہے۔ پرانے خیالات کا ترک کرنا۔ اور ان کی جگہ نئے خیالات کا قایم کرنا سخت کشمکش کا کام ہے۔ یہی مہابھارت کا معرکے کارن ہے۔ اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اس میں فتح نصیب ہوتے ہیں۔ جنگ بہت سخت ہے لیکن جنگ سخت کا جیتنا ہی جوانمردی کا کام ہے ‡

بھگوان کرشن نے اس دوئی کے واہمۂ باطل دور کرنے کے واسطے اُپدیش کا جو طریق اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ارجن کو اول آتما کی ماہیت بجھائی ہے۔ اُپدیش کے ضمن میں جو اور سوال قدرتاً اُٹھتے ہیں ان میں گیان بھگتی۔ یوگ۔ کرم۔ اخلاق۔ تمدن معاملات وغیرہ کی تمام باتیں سلجھتی چلی آتی ہیں اور آخر ارجن کو شانتی نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی تمام گیتا کا فلسفہ ہے۔ ان سب میں گیان کا حصہ نسبتاً اور حصوں سے زیادہ دقیق ہے۔ لیکن چونکہ باقی تمام حصوں کی تشریح و توضیح کا انحصار گیان پر ہے۔ اور قدم قدم پر گیان کے بنیادی فلسفے کے حوالے آتے ہیں۔ اسواسطے پہلے گیان کی ہی توضیح درکار ہے۔ اسواسطے ہم گیان یوگ ہی سے شروع کرتے ہیں ‡

میرے دوستو۔ انسان کے لئے سوچنے کی باتیں تین ہیں۔ اوّل میں کیا ہوں۔ دوسرے ایشور کیا ہے اور اس سے میرا تعلق کیا ہے۔ تیسرے یہ جگت کیا ہے جس نے یہ تینوں معمے حل کر لئے۔ وہ گیانی ہوکر شانتی پد کو پہنچتا ہے۔ انہیں تینوں مرحلوں کا طے کرنا سب سے مقدم ہے۔ آؤ دیکھیں ان کی نسبت گیتا کی کیا تعلیم ہے ‡

باب دوم - گیتا کا گیان یوگ

پہلی فصل - جیو آتما یا روح انسانی

ارجن نے جب دھرم یدھ میں سخت مایوسی کے عالم میں لڑنے سے انکار کر دیا - اور صاف کہہ دیا - کہ بھیک مانگ کھانی منظور - مگر اپنے محسن و مربیّ اور عزیز و اقارب پر تیر چلانے منظور نہیں - اس وقت اسے بھگوان کرشن نے اُپدیش کیا - اس اُپدیش کی تمہید نہایت ہی حیرت انگیز ہے - بھگوان ارجن کی توجہ یک لخت آتما یا روح انسانی کی طرف مبذول کرتے ہیں - اور بتاتے ہیں - کہ جن محسن و مربیّ اور عزیز و اقارب کے مارنے کے پاپ سے تو ڈرتا ہے - وہ آتم سروپ ہیں - اور آتما ازلی و ابدی ہے - نہ مارتا ہے نہ مرتا ہے - نہ اس میں کبھی کوئی تبدیلی راہ پاتی ہے ٭

یہ ایسی عجیب و غریب بات ہے - کہ بے اختیار سننے والا حیران رہ جاتا ہے - اور لازمی و لابدی طور سے اس کے دل میں یہ شوق جوش زن ہوتا ہے - کہ آتما کے سِرّ خفی کو پہنچا چاہئے - وہ چیز جو نہ کبھی بدلے - نہ کسی اور کو مارے - اور نہ خود مرے جاننے کے لایق ہے - اس قسم کے شوق کا طبیعت میں پیدا ہونا ہوگ شتا یا طلب نجات کا پہلا قدم ہے - جہاں یہ شوق نہیں وہاں گیان کی تعلیم نہیں دی جا سکتی - یہی وجہ ہے کہ بھگوان نے گیتا میں آتما کے سروپ بتانے سے شروعات کی ہے - اس سروپ بتانے سے پیشتر میں کچھ ابتدائی مرحلے بیان کرتا ہوں - تاکہ بھگوان کی تعلیم آسانی سے ناظرین کی سمجھ میں آ جائے ٭

آتما کی نسبت لوگوں میں نہایت ہی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بعض جسم ہی کو آتما سمجھے ہوئے ہیں۔ یہ چارواک۔ دہریئے۔ اور آجکل کے طبیعی لوگ ہیں۔ بعض پران یعنی قوت یا انرجی کو آتما جانتے ہیں۔ یہ بھی زیادہ تر آج کل کے طبیعی ہیں۔ بعض جو ذرا زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اندریوں یعنی حواس خمسہ ظاہری یا احساس باطنی کو آتما مانتے ہیں۔ یہ ارباب احساس یا سن سیشنسٹ ہیں۔ بعض من یا مائنڈ کو آتما بتاتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت بڑی ہے۔ اور یہ ماہران علم النفس یا سائیکولوجسٹ ہیں۔ بعض بدھی کو آتما سمجھے ہوئے ہیں یہ بگیان وادی یا آئیڈیلسٹ ہیں یا بعض کارن اگیان کو آتما کہتے ہیں۔ یہ شونیہ بادی یا ناہلسٹ ہیں۔ بعض کہتے ہیں گیان یا کانشس آتما کا سروپ نہیں ہے۔ بلکہ اندریوں اور بشے کا جب باہمی تعلق ہوتا ہے۔ تو اس تعلق سے آتما میں گیان کا گن یا خواص پیدا ہوتا ہے۔ صرف سانکھیہ اور ویدانت کی یہ تعلیم ہے۔ کہ آتما گیان سروپ ہے۔ اور اس کو جسم و جسمانیات سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے ؎

ان مسائل مختلفہ میں کہانتک صداقت کا مادہ ہے؟ یہ سوال اوّل طے ہونا چاہیئے اسوقت بھگوان کی تعلیم سمجھ میں آسکتی ہے۔ میں اس موقع پر دقیق اور طولانی بحثیں نہیں اٹھانی چاہتا۔ مختصر الفاظ میں ناظرین کو وہ طریقہ بتاتا ہوں۔ کہ وہ آسانی کے ساتھ خود یہ رائے قایم کرسکیں کہ آتما کا اطلاق کس چیز پر ہو سکتا ہے ؎

طبع انسانی کے رموزات و غوامض پر نگاہ غائر ڈالی جائے۔ تو ایک عجیب بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ وہ اس کی شخصیت کا علم یا گیان ہے۔ جس وقت سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ اور جب دم تک مرتا ہے۔ "میں" کا خیال اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ شیرخواری میں۔ طفلی میں۔ عنفوان شباب میں۔ جوانی میں۔ ادھیڑپن میں ضعیفی میں۔ حالت نزع میں۔ بیماری میں۔ تندرستی میں جب دیکھو "میں" جوں کا توں بنا ہوا ہے اس "میں" کے معنی بخوبی سمجھ لو۔ اور آتما کا سروپ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ کیونکہ

"میں" کا ہی اصلی سروپ آتما ہے۔

جو شخص جسم کو آتما بتاتا ہے۔ وہ کہنے کو لاکھ کہا کرے۔ مگر حقیقت میں جسم پر "میں" کا اطلاق نہیں کرتا۔ اس قسم کے جملے عام بول چال میں ہر وقت سنائی دیتے ہیں کہ "میں" دبلا ہوں "میں" موٹا ہوں۔ "میں" بیمار ہوں۔ بادی النظر میں ان "میں" "میں" کا اطلاق جسم پر ہے۔ کیونکہ دبلا۔ موٹا۔ بیمار ہونا وغیرہ جسم کا خاصہ ہے۔ لیکن یہ مغالطہ محض لفظی اور بیرونی ہے۔ کوئی شخص حقیقت اور نفس الامر میں ایسا مانتا نہیں ہے۔ اگر کوئی عضو جسم کٹ جائے۔ تو کسی کو یہ گیان کبھی محسوس نہیں ہوتا۔ کہ "میں" نصف یا چوتھائی رہگیا۔ وہ "میں" اسی طرح جوں کا توں بنا ہوا ہے۔ بچپن میں جو ذرا سا جسم ہوتا ہے۔ وہ جوان کا دو من کا جسم نہیں ہوتا۔ لیکن دونوں صورتوں میں "میں" وہی ہے۔ اگر اس کا جسم پر اطلاق ہوتا۔ تو بچپن اور جوانی کا "میں" مختلف ہوتا۔ اور تماشہ سنو۔ کسی ڈاکٹر سے پوچھو۔ تو وہ تمہیں بتائے گا۔ کہ جن پرمانوؤں یعنی اجزا سے جسم بنا ہوا ہے۔ وہ ہر تین سال کے عرصے میں بالکل بدل جاتے ہیں۔ یعنی ہر تین سال میں جسم بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں "میں" کا اطلاق جسم پر ممکن نہیں۔ کیونکہ جسم میں تبدیلی ہے۔ "میں" غیر متبدل ہے۔ تبدیلیٔ جسم کے ساتھ بدلتا نہیں۔

اسی طرح جب آدمی کہتا ہے۔ کہ "میں" کمزور ہوں۔ "میں" طاقتور ہوں یعنی "میں" کا اطلاق پران پر کرتا ہے۔ وہ بھی محض لفظی اور بیرونی مغالطہ کر رہا ہے۔ حقیقت میں اس طرح مانتا نہیں ہے۔ کیونکہ پران کی تبدیلی یعنی زیادتی کمی سے اس "میں" میں زیادتی کمی نہیں آتی اس واسطے پران "میں" نہیں ہو سکتا۔ پران بدلتا رہتا ہے۔ "میں" نہیں بدلتا۔

جہاں "میں" کا اطلاق کرم اندریوں یا گیان اندریوں یعنی حواس پر کیا جاتا ہے۔

وہاں بھی یہی دھوکا ہو رہا ہے۔ مثلاً جب آدمی کہتا ہے کہ "میں" لولا یا لنگڑا ہوں اندھا یا بہرا ہوں۔ تو حقیقت میں اس کی یہ مراد نہیں ہوتی۔ ٹانگیں ٹوٹ جانے یا آنکھیں جاتے رہنے سے "میں" میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ تبدیلی اندریوں میں ہوئی ہے۔ "میں" میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ بدستور ویسے کا ویسا ہی ہے ✣

یہی حال من کا ہے۔ جسے انگریزی میں مائنڈ کہتے ہیں۔ من میں خیالات کے سلسلے اُٹھتے رہتے ہیں۔ کبھی سنکلپ بکلپ ہے کبھی حافظہ و تخیّل ہے۔ کبھی ادراک و تعقّل ہے۔ یہ سب بدلنے والی چیزیں ہیں۔ پس جب آدمی یہ کہتا ہے۔ کہ "میں" بےعقل یا انجم ہوں حقیقت میں اس کی یہ مراد نہیں ہوا کرتی۔ ادراک۔ تصوّر تخیّل۔ حافظہ۔ مقابلہ تعقّل سب تبدیلی پذیر ہیں۔ آتے ہیں۔ اور جاتے ہیں۔ مگر "میں" استوار ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کیفیّات نفس بدلتی ہیں۔ یہ نہیں بدلتا اسواسطے من یا نفس یا مائنڈ کچھ اور چیز ہے۔ اور اصلی "میں" کچھ اور چیز ہے ✣

"بدّھی" جس میں یہ من کے ظہورات اُٹھ اُٹھ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ اور سمندر کی لہروں کی طرح پھر اُٹھتے ہیں۔ "میں" نہیں ہے کیونکہ بدّھی ایک شے معلوم ہے۔ اور "میں" معلوم کرنیوالا ہے سشپتی یا سمادھی کے عالم میں بدّھی نے ہو جاتی ہے۔ مگر "میں" قایم رہتا ہے کیونکہ دونوں حالتوں سے اُٹھ کر یہ گیان ہوتا ہے کہ "میں" کیسے سُکھ سے سویا یا سمادھی کے کیسے آنند میں تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ "میں" بدّھی سے علیحدہ چیز ہے ✣

شونیہ بادی یا مائنڈ سشپتی کے تصوّر کو لیکر جو یہ کہتا ہے۔ کہ کچھ نہ تھا نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ اگیان ہی سے ہر ایک چیز اُٹھتی ہے۔ اور اگیان ہی میں پھر نے ہو جاتی ہے۔ اور "میں" کا واہمہ بھی اسی طرح کا ہے تو وہ بھی دھوکا کھا رہا ہے حقیقت میں اس کے معنی نہیں ہیں کیونکہ ایسی حالت کا سوچنا جس میں یہ "میں" نہ رہے

احاطۂ امکان سے باہر ہے۔ ہم دنیا کی ہر ایک شے کو سوچ سکتے ہیں۔ کہ وہ نہ رہی اور نیست ہو گئی۔ لیکن اپنے آپ کو یہ سوچنا کہ "میں" نہیں رہا۔ محال ہے سوچو اور پھر سوچو اور پھر سوچو۔ جہاں تک ہو سکے گیان میں اس بات کو لاؤ کہ "میں" نہ رہا یا کبھی نہ تھا۔ اور تمہیں معلوم ہو گا۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے آپ سے چھلانگ مار کر باہر نہیں کود سکتے۔ اگر کچھ نہ رہا تو اس "کچھ نہ رہا" کا بھی گیان کسی کو ہونا چاہئے۔ جو ان الفاظ اور خیالات سے ظاہر ہے۔ وہی "میں" پر دلالت کرتا ہے ✣

پھر یہ "میں" کیا چیز ہے۔ وہی جو سب بدلنے والی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اور خود نہیں بدلتا۔ جسم بدلتا ہے۔ پران بدلتے ہیں۔ کرم اندریاں اور گیان اندریاں بدلتی ہیں۔ من بدلتا ہے۔ بدھی بدلتی ہے۔ ان سب کی جو علت اودیا یعنی اگیان ہے۔ وہ بدلتا ہے۔ مگر جس پر "میں" کا اطلاق ہے وہ نہیں بدلتا۔ پر نہیں بدلتا۔ بدستور ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔ سب تبدیلیوں کے تماشے دیکھتا ہے۔ مگر خود متبدل نہیں ہوتا۔ یہ "میں" کا سب سے اونچا اطلاق ہے۔ اسی کو آتما یا جیو کہتے ہیں ✣

اس آتما کا سروپ یعنی ماہیت ذاتی کیا ہے۔ یہی جاننا۔ گیان۔ علم یا کانشس نس اور کچھ نہیں۔ اوپر سے ہم بتاتے چلے آتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز میں خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف برابر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جو ان تبدیلیوں کا جاننے والا ہے وہ متبدل نہیں ہے۔ دیکھنے والا مناظر کی تبدیلیوں کے ساتھ کبھی نہیں بدلتا۔ عالم اور معلوم کا فرق ناظرین کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینا چاہئے۔ تمام حرکت اور تغیر و تبدل معلومات میں ہے۔ عالم کی ذات علم محض ہے۔ اس وجہ سے اس میں کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہیں۔ وہ سدا ایک رس ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محض شاہد یا ساکشی ہے ✣

جو لوگ گیان کو آتما کی ذات نہیں بلکہ گُن یا خواص مانتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اندری اور بشئے کے تعلق سے ہمارے گیان میں چیزیں آتی ہیں اور چھوٹ جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ گیان پیدا ہوا۔ اور جاتا رہا۔ بلکہ گیان کے سمندر میں بشیوں کے جو حباب اُٹھتے ہیں۔ وہ نہ رہے۔ گیان کی مثال یوں آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ فرض کرو کہ بازار میں اندھیرا ہے۔ صرف ایک دُکان پر چراغ روشن ہے۔ ظاہر ہے۔ جو جو چیز مثلاً۔ آدمی۔ گاڑی۔ گھوڑا۔ اس چراغ کی روشنی میں آتا جائے گا۔ اس کا پرکاش ہوتا جائے گا۔ اور جو جو چیز اسکی روشنی سے ہٹتی جائیگی۔ وہ اندھیرے میں غائب ہوتی جائے گی۔ اب اندھیرے میں کوئی کہے چراغ کی روشنی پیدا ہوئی تھی۔ اور نیست ہوگئی تو وہ غلطی پر ہے۔ چراغ کی روشنی جوں کی توں اسی طرح ایک رس قائم ہے۔ ہاں اس میں جو چیزیں آگئی تھیں۔ اور ان کا پرکاش ہوگیا تھا۔ وہ اب اس پرکاش میں نہیں رہیں۔ اسی طرح گیان سدا ایک رس ہے۔ اس میں بشے اُٹھ اُٹھ کر پرکاشت ہوتے اور غائب ہوتے رہتے ہیں۔ گیان نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے +

یہ گیان شُدھ گیان۔ جس میں بشے کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آتما کہلاتا ہے یہی جیو کا اصلی سروپ ہے۔ شُدھ گیان ہونے کی وجہ سے سدا ایک رس ہے۔ اس واسطے اس میں تبدیلی کا دخل نہیں ہے۔ پیدائش و موت دو تبدیلیوں کا نام ہے۔ آتما میں تبدیلی نہیں ہے۔ اس واسطے وہ ازلی و ابدی ہے۔ اسے بقائے سرمدی حاصل ہے۔ نہ کٹتا ہے نہ گلتا ہے۔ نہ گیلا ہوتا ہے۔ نہ سوکھتا ہے۔ آتما مارے تو کسے مارے۔ اور مرے تو کیونکر مرے۔ پس ارجن کا یہ وہم بالکل باطل ہے۔ کہ میں اپنے محسن و مربّی اور عزیز و اقارب کو ماروں گا تو مجھے پاپ لگے گا۔ اور وہ نہیں رہیں گے۔ پاپ اسواسطے نہیں لگے گا۔ کہ

دھرم کی لڑائی ہے۔ اور ارجن کی طرف دھرم ہے۔ نیست ہونے کا سوال اُٹھتا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آتما میں مرنا جینا ہے نہیں۔ وہ سدا ایک رس ہے۔ اب ناظرین آتما کے بارے میں گیتا کی تعلیم سمجھ سکیں گے۔ اور دوسرے ادھیائے شلوکوں کا رس لے سکیں گے۔ جن میں آتما کا بیان نہایت ہی پُر زور الفاظ میں ہے۔ ارجن جب عالم مایوسی میں یہ کہکر خاموش ہو گیا۔ کہ میں جنگ نہیں کروں گا۔ تو۔

شری بھگوان بولے

جو فکر کے لایق نہیں کی فکر اُن کی — اس پر فرزانائی کی یہ باتیں تیری!
سُن اے ارجن کہ زندہ و مُردہ ہیں — داناؤں کو ہوتی ہی نہیں فکر کبھی

کیا میں کبھی پہلے نہ تھا تو یا کہ نہ تھا — یا یہ کہ نہ پہلے تھے کبھی یہ راجا
یا موت جو آ جائے گی تو اس کے بعد — ہم میں سے کوئی نہیں رہے گا اصلا

طفلی و جوانی و ضعیفی جس طرح — جسم انسان کے ساتھ ہیں بس اس طرح
ہے جسم جدید کے بھی ملنے کا حال — دانا کو ہو مرنے سے بھلا ڈر کس طرح

گرم و سرد اور سُکھ و دُکھ کی لذّت — ہیں پانچ حواسوں کے فقط محسوسات
فانی چیزیں ہیں یہ اور آنی جانی — سہہ لے تو انہیں ان میں نہیں کچھ بھی بات

تکلیف جسے نہ دینے پائیں یہ کبھی — کہلاتا ہے مردوں میں جوانمرد وہی
جسکی ہو نظر میں حلم سے سُکھ دُکھ ایک — ملتی ہے اُسی کو تو بقائے ابدی

ارباب حقیقت پہ کھلا ہے یہ حال — دونوں میں بہت فرق ہے اے فرخ فال
جو نیست ہے ممکن نہیں اس کی ہستی — جو ہست ہے اسکا نیست ہونا ہے محال

لافانی ہے وہ۔ جس نے تانا یہ جال — سب میں ساری ہے سب پہ ہے شامل حال
کر سکتا ہے کون اس کو فنا اے ارجن — اس میں تبدیلی و تغیّر ہے محال

اجسام کا بے شبہ و شک ہے انجام — اس تن والے کے لیک یہ تن ہیں تمام
باقی ہے جو بے حد ہے جو اور لافانی — لڑ بھی تو اٹھ کے فکر کا کیا ہے کام

ا۔ ۲ شل ۱۱ - ۱۸

اوپر کے شلوکوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرتا جسم ہے۔ نہ کہ گیان سروپ آتما۔ جو گیان سروپ ہونے کی وجہ سے ہی لافانی۔ غیر متبدّل۔ غیر محدود ہے۔ اسی آتما کے متعلق اب یہ بتاتے ہیں کہ اکریا ہے۔ ذات قدیم و باقی ہے۔ سدا ایک رس ہے۔ اور بود و نمود والے تمام جسموں میں ایک ہے +

جس نے اس آتما کو قاتل جانا — یا جس نے کہ مقتول اسے ہے مانا
دونوں غلطی پہ ہیں غلط سمجھے ہیں — مرتا ہے نہ مارتا ہے یہ اے دانا

پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ مرتا ہے کبھی — کیا اب ہو کر نہ ہوگا یہ آگے بھی
مرتے ہوئے جسم میں نہیں مرتا یہ — ہے بے آغاز اور قدیم و باقی

معلوم ہے جس کو کہ یہ لافانی ہے — باقی ہے۔ نہ آغاز نہ تبدیلی ہے
کیونکر اور کس کو مارے یا مروائے — وہ شخص نظر میں آتما جس کے ہے

جس طرح کہ ہم اتار کر رخت کہن — کر لیتے ہیں سب جامۂ نو زیب بدن
چولا یہ آتما بدلتا ہے نیا — ہو جاتا ہے کہنہ جبکہ یہ جامۂ تن

کاٹ اس کو نہیں سکتا ہے کوئی ہتھیار — اور اس کو جلا سکتی نہیں کوئی نار
باد اس کو کبھی نہیں سکھا سکتی ہے — تر کر سکتا نہیں ہے پانی زنہار

گھائل نہیں ہوتا ہے نہیں یہ جلتا — تر دیکھا ہے اور نہ خشک اسکو دیکھا
باقی ہے محیط کل ہے قایم ہے قدیم — اور ایسا اچل کبھی چلائے نہ چلا

کہتے ہیں تغیّر و تبدّل نہیں یاں — ہے عقل سے یہ پرے۔ ظہور اس کا کہاں
ارجن جان آتما کو تو بھی یوں ہی — اور فکر نہ کر کہ فکر کب ہے شایاں

۱-۲- ش -۱۹- ۲۵

حیرت سے کسی نے آتما کو دیکھا — حیرت سے کسی نے آتما کو ہے کہا
حیرت سے کسی نے آتما کو ہے سُنا — سنکر بھی تو جانا نہ کسی نے اصلا

باقی ہے یہ۔ اس کا جسم والا ہے نام — اور سب کے جسم میں اسی کا ہے قیام
کس کس کا کرے گا فکر ارجن مت کر — کیونکہ ممکن ہے سب فکر انجام

۱-۲- ش ۲۹ - ۳۰-

آتما کے بارے میں بھگوان یہ تعلیم ہے۔ جو نہایت ہی سچی ہے۔ اور بڑے پر زور الفاظ میں دی گئی ہے۔ بیرونیات میں تو اس کے معنی اظہر من الشمس ہیں۔ اندرونی نظر سے دیکھئے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ادھکاری وحدت کے

بام بلند پر چڑھنا چاہتا ہے۔ تو اول یہ دقت پیش آتی ہے۔ کہ ہر ایک خیال کو جو زندگی بھر کیا جنم جنمانتر سے طبیعت میں بیٹھا ہوا ہے۔ ترک کرنا پڑتا ہے۔ نیکی۔ بدی۔ دھرم۔ ادھرم۔ محبت و نفرت وغیرہ وغیرہ۔ رہ رہ کر خیال آتا ہے۔ کہ اگر یہ برتیاں اور کیفیات نفس نہ رہیں تو اندھیر ہو جائیگا۔ نہ لوک قایم رہیگا۔ نہ پرلوک قائم رہیگا۔ بھگوان کی تعلیم یہ ہے۔ کہ ادھکاری کے درجۂ اعلےٰ پر چڑھنے۔ اور برتیوں کے چھوڑ دینے سے یہ نیت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر ایک چیز آتم سروپ ہے ناس کسی کا نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے چھوڑیں اور بہتیرے ہیں۔ جن کے من میں یہ بدستور اپنا زور قایم رکھیں گی۔ اور سنسار چکر بدستور چلتا رہے گا۔ دھرم۔ ادھرم لوک پرلوک سب اسی طرح جاری رہیں گے۔ ہاں جو شخص اپنے ذاتی راج یعنے سچدانند سروپ میں سنتھی یا قیام چاہتا ہے۔ اس کو ان کے بارے یعنی دل سے دور کئے بغیر چارہ نہیں ہے ✤

دوسری فصل جیو برہم کی ایکتا

روح انسانی کا نام ہم نے آتما بتایا ہے۔ یہاں سوال یہ اٹھتا ہے۔ کہ آیا روحیں لاتعداد ہیں۔ جیسے بہت سے مت متانتر اور مذہب فلسفہ مانتے ہیں۔ یا روح واقع میں ایک ہے۔ اور اسی میں کثرت کا وہم اسی طرح ہو رہا ہے جس طرح ایک خواب بین عالم خواب میں اپنی رچی ہوئی خواب کی دنیا میں بہت سے جیو دیکھتا ہے۔ یہ سوال روح یا جیو کے سروپ پر غور کرنے اور گیتا کے

شلوک مطالعہ کرنے سے طے ہو سکتا ہے۔ میں اول تمہید کے طور پر بحث اُٹھاتا ہوں۔ بعد میں گیتا کے شلوک نقل کر کے حسب ضرورت ان کی توضیح و تشریح کروں گا۔

فصل اول کی بحث میں یہ امر طے ہو چکا ہے کہ آتما یا روح انسانی گیان سروپ ہے اسواسطے یہ مادہ یا تبدیلی پذیر چیز نہیں ہو سکتی۔ جتنی حرکت یا تبدیلی ہے وہ سب مادے کا خواص ہے۔ مادے ہی میں تبدیل صورت ہے۔ مادے ہی میں ارتقا ہے۔ روح سدا ایک رس ہے۔ اس میں کسی طرح کی تبدیلی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

آجکل کے بہت سے سائنس دان اس بات کو نہیں مانتے۔ بلکہ روح انسان کو گیان شکتی بتاتے ہیں۔ اور جس طرح شکتی یا قوت کی ایک صورت سے دوسری میں تبدیلی ہو سکتی ہے مثلاً رگڑ برقی حرارت میں۔ حرارت حرکت میں حرکت بوجھ کے اٹھانے میں۔ اسی طرح گیان شکتی بھی ایک ہی شکتی کی جو دنیا میں کام کر رہی ہے۔ ارتقائی یا بدلی ہوئی صورت ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ جسے سب سے علیحدہ مانا جائے۔ جس طرح اور مادی چیزیں ارتقا سے لاانتہا ترقی کر سکتی ہیں۔ اسی طرح جسے روح کہا جاتا ہے۔ وہ بھی ترقی پذیر ہے۔ ایک حالت سے ترقی پا کر اس حالت میں آئی ہے۔ اور اس حالت سے ترقی پا کر اور حالت میں پہنچ سکتی ہے۔ اس کائنات میں غیر متبدل ایک حالت پہ رہنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہمارا جواب ہے کہ تبدیلی ایک نسبتی لفظ ہے۔ جب تک ایک شے کو غیر متبدل نہیں مانو گے۔ تبدیلی کا خیال ذہن میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاں کل چیزیں حرکت میں ہیں۔ وہاں سکون کا خیال ہی نہیں اُٹھ سکتا۔

مادہ اور قوّت دونوں متبدّل چیزیں ہیں۔ انکی تبدیلیاں صرف اسی صورت میں احاطہ خیال میں آسکتی ہیں۔ کہ ایک وجود غیر متبدّل تسلیم کیا جائے۔ اسی غیر متبدّل وجود کی نسبت سے انہیں متبدّل کہا جاسکے گا۔ وگرنہ متبدّل کہنا اور تبدیلی کا گیان ہونا ناممکن محض ہے۔ وہ وجود غیر متبدّل مادہ یا قوت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان دونوں میں تبدیلی ہے۔ اور اس میں نہیں۔ وہ کیا وجود ہے۔ یہ غور طلب بات ہے *

انہیں مادہ پرست لوگوں کے خیال کے مطابق اگر گیان یا چیتن شکتی کو مادے کا ارتقا مانا جائے۔ تو گیان معلول ہوا۔ اور مادہ علّت۔ معلول ہمیشہ علّت کی بدلی ہوئی صورت ہوا کرتا ہے۔ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً سونے سے انگوٹھی۔ چھلّا۔ کڑا وغیرہ جو چیزیں بنیں گی۔ وہ سونا ہی ہوں گی۔ شراب پانی یا شربت سونے کا نہیں بن سکتا۔ گیان چونکہ مادے سے پیدا ہوا ہے۔ اسواسطے مادے میں لازمی و لابدی طور سے گیان کا پہلے سے موجود ہونا تسلیم کرنا پڑیگا۔ وگرنہ پہلا سوال یہی ہوگا کہ ذی حیات مثلاً حیوان یا انسان میں گیان آیا کہاں سے۔ عدم سے تو کوئی شے ہست نہیں ہوا کرتی۔ انسان و حیوان وغیرہ غذا سے بنے ہیں۔ چونکہ ان میں گیان شکتی موجود ہے۔ یہ غذا ہی میں سے آئی ہوگی۔ اور کہیں سے نہیں آسکتی۔ غذا میں نباتات و جمادات غرض دنیا کی ساری چیزیں شامل ہیں۔ ان سب کو گیان شکتی والا یعنی چیتن ماننا پڑیگا۔ وگرنہ ان کے کھانے والوں میں سب گیان شکتی کا ہونا محال ہے *

یہ بحث ہمیں اس نتیجے پہ پہنچاتی ہے۔ کہ گیان یا چیتن سب میں یکساں بسیط ہے۔ یاں سب مادی چیزوں کی صورت اور پکار نے کا نام علیحدہ

علیحدہ ہے۔ فرق نام و صورت ہیں ہے چیتنیتا کے لحاظ سے سب چیزیں ایک ہیں۔ یہاں چیتنیتا قائم بالذات غیر متبدّل چیز ٹھیرے گی۔ اور نام و صورت ہیں تبدّل و تغیر ہو گا۔ اس کی مثال بعینہ خواب کے نقشے کی سی ہے۔ خواب کی صورتیں جنکا نام علیحدہ علیحدہ ہے۔ متبدّل چیزیں ہیں۔ اور خواب ہیں کا گیان ایک رس غیر متبدّل سب ہیں بسیط ہے۔ یہاں ہم شدھ گیان سے بحث کر رہے ہیں۔ نہ کہ اُن چیزوں سے جو گیان کے سمندر ہیں حباب و موج کی طرح اُٹھتی رہتی ہیں۔ مثلاً یہ آدمی کا گیان ہے۔ یہ گھوڑے کا۔ یہ میز کا۔ یہ کرسی کا۔ ناظرین اس فرق کو بخوبی ذہن ہیں رکھیں۔ تبدیلی گیان کے بشیوں ہیں ہے۔ گیان ہیں نہیں +

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ کائنات کی کہلانے والی علّت اولےٰ اندھا مادہ نہیں ہے۔ بلکہ چیتنیتا یا گیان ہے۔ چیتنا آدمی ہی ہیں نہیں ہے۔ جانوروں ہیں ہے۔ درختوں اور ہر قسم کی نباتات ہیں ہے۔ ہر قسم کی جمادات ہیں ہے۔ ذرّہ ذرّہ چیتن ہے۔ مردہ مادّہ بے معنی لفظ ہے۔ اچیتن چیز احاطۂ امکان سے باہر ہے۔ جو ہے سب چیتن ہے۔ ہاں جہاں اس چیتن کو ظہور کے آلات اچھے ملتے ہیں۔ وہاں ظہور بھی اچھا ہے۔ جہاں ظہور کے آلات محض ابتدائی حالت ہیں ہیں۔ وہاں ظہور بھی بہت ابتدائی صورت ہیں ہے۔ آدمی ہیں اعصاب اور دماغ بہت ترقی یافتہ ہیں۔ اس لئے چیتنتا کا ظہور ترقی یافتہ تعقّل و غور و فکر کی صورت ہیں ہے۔ جانوروں میں چونکہ اعصاب دماغ ترقی یافتہ نہیں۔ اس لئے چیتنتا آدمی کی ترقی یافتہ صورت ہیں ظاہر نہیں ہوتا۔ درختوں میں چیتنتا کا ظہور گرمی سردی وغیرہ محسوس کرنے پر محدود ہے۔ دھاتوں ہیں صرف تکان محسوس کرنا

چیتنتا کا ظہور ہے۔ غرض سب میں ایک چیتن بسیط ہے جو قائم بالذات اور غیر متبدّل ہے۔ اور اس گیان کے سمندر میں صُور اور نام آنے جانے والی متبدّل صورتیں ہیں +

اُس شُدّھ چیتن کو برہم کہتے ہیں۔ اسے جب یہ گیان ہے کہ میں جسم والا انسان ہوں۔ کرتا دھرتا ہوں۔ پاپ پُن سے لپبا یمان ہوں۔ مجھے جزا و سزا ہوتی ہے۔ تو اس کا نام جیو کہا جاتا ہے۔ اس کو جب یہ گیان ہوتا ہے۔ کہ میں کائنات کا بنانے والا۔ قائم رکھنے والا۔ اور فنا کرنے والا ہوں تو اُسکا نام ایشور ہے۔ اصلیت کے لحاظ سے برہم ایشور اور جیو تینوں ایک ہیں۔ ان میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے۔ کیونکہ تینوں شُدّھ چیتن ہیں۔ جیو اور ایشور میں سے یہ اُپادھی نکال ڈالو۔ کہ ایک مانتا ہے۔ میں سروشکتیمان ہوں۔ اور دوسرا مانتا ہے۔ میں الپ شکتی ہوں۔ اور وہ دونوں ایک ہیں یہ "تت توم اسی" کے معنی ہیں۔ یعنی تو ہی وہ سچدانند برہم ہے۔ برہم اور جیو کی ایکتا کے متعلق گیتا کی تعلیم یہ ہے۔ برہم کے متعلق گیتا کے شلوک ہم ذیل میں درج کرتے ہیں +

جو گییہ ہے وہ بھی تجھ کو بتلاؤنگا ۔ امرت پینا ہے جاننا بس اس کا
بے اوّل و آخر ہے پرم برہم ہی ۔ زیبا نہیں ہست و نیست اسکا کہنا

ہر جا ہیں ہاتھ اس کے ہر جا ہیں پا ۔ اور چشم و دہان و سر ہیں اس کے ہر جا
ہر جا ہیں کائنات میں اس کے کان ۔ ساری ہو کر یہی ہے سب میں رہتا

ہر ایک حواس میں اسی کا ہے نور ۔ لیکن یہ خود ہے سب حواسوں سے دور

سب اس میں ہیں سب سے بے تعلق ہے مگر
بے وصف ہے۔ خط وصف و نکالیتا ہے ضرور

سب سے باہر ہے سب کے ہے اندر بھی
قائم متحرک ہے ہر اک چیز یہی
جانا نہیں جاتا اس طرح کا ہے لطیف
ہے دور بھی نزدیک بھی کیا بات اسکی

آتا ہے الگ الگ یہ گو سب میں نظر
تقسیم کا نام تک نہیں اس میں مگر
جان اسکو تو اس طرح کہ سب اسی میں ہیں
خلقت ہے اسی سے۔ مرگ اسی میں یکسر

کہتے ہیں کہ تاریکی و ظلمت سے دور
ہے یہ ہی تمام نور والوں کا نور
ہے گیان اور گیبہ۔ گیان کا ہے انجام
اور سب کے قلب میں یہی ہے مستور

ا۔ ۱۳ اش ۱۲ - ۱۷

ان شلوکوں کی ذرا تشریح درکار ہے۔ یہ اس مقام سے لئے گئے ہیں۔ جہاں بھگوان نے پرکرتی پرش اور گیان گیبہ کا سروپ بتایا ہے۔ گیبہ کے معنی ہیں جاننے کے لایق چیز۔ وہ ویدانت کی اصطلاح میں صرف برہم ہے۔ چنانچہ تیسرے مصرع میں اس کی صراحت ہے۔ اس کو نہ ہست کہہ سکتے ہیں، نہ نیست۔ کیونکہ ہست و نیست نسبتی لفظ ہیں اور انکا اطلاق صرف دوئی میں ہوتا ہے۔ جہاں ذات یکتا ہے۔ وہاں کیا ہست اور کیا نیست۔ برہم چونکہ سب میں ساری ہے۔ اور سب کچھ ہے اس لئے جہاں جہاں کسی طرح کا کرم ہو رہا ہے۔ وہ یوں سمجھو کہ برہم کو جتلا رہا ہے۔ حواس گیان دینے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان میں برہم کا نور ہے۔ جو حواسوں سے جانا نہیں جاتا۔ برہم سب میں ہے۔ مگر سب سے بے تعلق ہے۔ جس طرح خواب میں کی ہستی تمام دنیائے خواب

میں ساری ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ کائنات خواب کے سُکھ دُکھ سے محض بے تعلّق ہے۔ چونکہ برہم شُدّھ گیان روپ ہے۔ اس لئے جیسے وحدت ہے۔ اس میں کوئی عوارض لاحق نہیں ہو سکتے۔ ہاں چونکہ گیان یا انوبھو روپ ہے۔ اس واسطے وصفوں کا حظ ضرور لیتا ہے۔ سب کے اندر باہر محیط ہے۔ سب چراچر جگت یہی ہے۔ دُور بھی ہے نزدیک بھی ہے۔ مگر لطیف ترین ہونے کی وجہ سے جانا نہیں جاتا۔ اگرچہ سب میں الگ الگ نظر آتا ہے۔ لیکن اس میں تقسیم کا نام تک نہیں ہے۔ اس کی مثال وہی خواب کی مثال ہے۔ کہ خواب میں اپنی مخلوق دنیائے خواب میں گو ہزاروں صورتوں میں منقسم نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں تقسیم سے بالکل معرّا ہے۔ کیونکہ تقسیم محض وہمیہ ہے۔ اس سے وحدت ذات میں فرق نہیں پڑتا۔ غرض برہم ہی ہر ایک چیتن میں چیتنتا روپ ہے ❖

برہم کا سروپ یہ ہے جو گیتا بتاتی ہے جگہ جگہ اور بھی جو ایسے آتے ہیں سب کا نقل کرنا موجب طوالت ہوگا۔ صرف دو مقاموں کے شلوک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ❖

مشہود سے بالکل الگ اور اسکے پرے / اک اور وجود غیر مشہود بھی ہے
وہ ذات قدیم ہے کہ ہوتی نہیں ناش / ہو جاتی ہے ناش جب یہاں ہر اک شے

فانی نہیں ذات غیر مشہود کبھی / کہتے ہیں جسے پرم گتی ہے وہ بھی
واپس آتے نہیں پہنچکر جس کو / اے ارجن ہے وہی پرم دھام مری

ہے یہ ہی پرم پرش کہ پائیں جسکو / اس بھگتی سے جس میں غیر کا دخل نہ ہو

جس کے اندر ہیں یہ کائناتیں ساری — جس نے یہ جال سب تنا اے خوش خو

ا ۔ ۸ ۔ ش ۔ ۲۰ ۔ ۲۲ ۔

یہاں ذات غیر مشہود یعنی اویکت سے برہم مراد ہے۔ سانکھیہ والوں کی پردھان پرکرتی نہیں۔ اسی کو بھگوان پرم دھام اور غیر فانی بتاتے ہیں۔ باقی جو کچھ ہے وہ فانی یعنی آنے جانے والی چیز ہے ۞

یکساں ہر شے میں ذات حق کا جلوہ — آنکھوں سے نظر جسے جہاں میں آیا
اور ان سب فانیوں میں باقی جس نے — دیکھا ہے۔ اسی نے ذات حق کو دیکھا

ا ۔ ۱۳ ۔ ش ۲۸ ۔

انسان کثرت کو اس طرح جب دیکھے — وحدت میں یہ کثرت کے ہیں سب نظارے
وحدت ہی سے پھیلاؤ ہے کثرت کا تمام — پد برہم کا مل جاتا ہے بے شبہ اسے

پرماتما میں نہیں کوئی تبدیلی — بے وصف ہے ابتدا نہیں ہے اسکی
گو جسم میں ہے مقیم لیکن ارجن — کچھ کرتا ہے نہ وہ ملوث ہے کبھی

جس طرح کہ آکاش ہے سب میں پھیلا — پر اسکو لطافت سے نہیں لوث ذرا
یوں ہی گو آتما ہے پھیلا سب میں — لیکن نہیں اس کو لوث کچھ بھی اصلا

جس طرح سے کل جہاں کو نزدیک اور دور — روشن کرتا ہے ایک مہر پر نور
روشن کرتا ہے چھیتر والا یوں ہی — کل چھیتر کو یوں سمجھ تو اے اہل شعور

ا ۔ ۱۳ ۔ ش ۳۱ ۔ ۳۲ ۔ ۳۳

یہ برہم کا سروپ بیان ہوا۔ "پد برہم کا مل جاتا ہے بے شبہ اسے" یہ مصرع

غور کے لایق ہے۔ اس کے صاف معنی ہیں۔ کہ جیو اگیان کے توسّط کو
چھوڑ کر برہم میں وصل پاتا ہے۔ یا برہم روپ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں
اگیان کو چھوڑ کر گیان ہونے یا موکش کے سروپ کا بیان ہے۔ وہاں بار
برہم روپ ہونے کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً اوپر کے ہی ایک اور شلوک کو ہم پیش نظر
کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک دو حوالے اور دیتے ہیں ؂

اور ان سب فانیوں میں باقی جس نے ۔۔۔ دیکھا ہے اسی نے ذات حق کو د

ایسا جب گیان تجھ کو مل جائیگا ۔۔۔ دھوکا پھر تو کبھی نہیں کھا
دیکھے گا تو اپنی ذات میں کل عالم ۔۔۔ اور مجھ میں نظر تجھے یہ سب نظر آ

اندر ہے سکھی جو اور اندر خوش کام ۔۔۔ اندر کے نور سے ہی سرمست مدا
وہ یوگی برہم ہو کے پر برہم ہی میں ۔۔۔ پا لیتا ہے پد برہم کا اور موکش کا دھا

ا۔ ۵۔ ش ۲۵

یہ موکش کی صورت میں جیو کا برہم بھاو بتایا۔ جو اگیان سے نجات پاکر جیو خو
محسوس و معلوم کرتا ہے۔ حقیقت میں جیو برہم روپ ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم
کچھ شلوک مختلف مقامات سے منتخب کر کے لکھتے ہیں ؂

اجسام کا بے شبہ و شک ہے انجام ۔۔۔ اس تن والے کے لیکن تن ہیں تمام
باقی ہے جو۔ بے حد ہے جو اور لافانی ۔۔۔ لڑ بھی تو اٹھ کے فکر کا ہے کیا کام

ا۔ ۲۔ ش ۱۸

یہاں تن والے کو باقی بے حد اور لافانی کہا گیا ہے۔ اور سب کے جسم میں
اسی ایک کا قیام بتایا گیا ہے۔ یہ اطلاق صریح اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جیو

باعدد نہیں ہیں۔ بلکہ خواب کے جیووں کی طرح سب ایک درشٹا یعنی برہم
پ ہیں۔ ساتویں ادھیائے میں جہاں ادھیاتم - ادھی دیو کا سروپ کھولا
ہے۔ وہاں معنی اور بھی صریح طور پر ظاہر ہیں ؛

برہم ہے۔ لازم ہی نہیں جسکو فنا — ادھیاتم جیو۔ برہم کی ذات سدا

ا۔ ۷۔ شی ۳

تیرھویں ادھیائے میں چھیتر اور چھیتر گیہ کا بیان ہے۔ چھیتر جسم انسانی ہے۔ اور اس کا جاننے والا چیتن یعنی جیو چھیتر گیہ ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ۔ سب جسموں میں وہ چھیتر گیہ یا جاننے والا میں ہی ہوں۔ یعنی ایک ہی بسیط ان کا اطلاق سب جیووں پر ہے۔ اسی طرح دسویں ادھیائے میں صاف ور ہے۔ کہ میں ہی سب کا آتما ہوں۔ شلوک مندرجۂ ذیل ہیں ؛

اے ارجن تو مجھی کو وہ عالم جان — سب جسموں میں تجھے رہے یہ پہچان

ا۔ ۱۳ ۔ شی ۳

ہی ہوں آتما جہاں میں سب کا — جو سب کے قلب میں ہے مخفی رہتا
از ہوں انجام ہوں اور وسط بھی ہوں — سب کا میں ہی کوئی نہیں میرے سوا

ا۔ ۱۰ ۔ شی ۲۰

جیو مری ذات کے حصّے ہیں قدیم — دنیا میں جو آتے جاتے ہیں اور ہیں مقیم
رتی میں سے چھ حواسوں کو لئے — جن میں سے من چھٹا ہے سب کو تسلیم

ا۔ ۱۵ ۔ شی ۷ ۔

یہ حوالہ جات کافی ہیں۔ اور بہت سے دیئے جا سکتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گیتا میں جیو برہم کی ایکتا کی تعلیم دی گئی ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کائنات علّت اندھا مادّہ نہیں ہے۔ بلکہ گیان ہے۔ یہ دنیا بذاتِ خود قایم و ثابت

نہیں ہے۔ بلکہ محض ناظر کی نظر میں ہے۔ گیان کی صورتیں دو ہی ہا
ہیں یا تو وہم و مغالطے سے یہ انوبھو یا احساس ہو کہ میں الپگیہ۔ الپ شکتی
جیسے خواب کے نظاروں میں روز محسوس ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ تمام کا
خواب اپنی خلق کی ہوئی ہے۔ مگر ناظر یعنی آدمی وہم و مغالطے سے خود اپنے
کمزور و بے طاقت سمجھتا ہے۔ یا یہ مغالطہ دور ہو کر اپنا اصلی سروپ محسو
معلوم ہو۔ جو ست ہے۔ چت ہے۔ آنند ہے ؞

پہلی صورت میں گیان کا نام جیو ہے۔ دوسری میں برہم۔ اوپر کے
میں "میری ذات کے حصے" کے یہی معنی ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ خواب کے آدمی
ہیں کی ذات کے حصے کہے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اس طرح حصے کہے جانے
خواب میں حقیقت میں حصص میں تقسیم نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح برہم میں جیو کی
واقعی نہیں ہے بلکہ ہر جیو برہم روپ ہے۔ گیان کی حالت میں ہو یا اگیان
جو شخص یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ موکش پد کو انوبھو کر کے ہی انسان کو ا
تئیں برہم کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اگیان کی او
میں بھی جسے جیو کہا جاتا ہے۔ وہ برہم ہی ہے۔ اور کچھ نہیں ہے۔ آ
جب خواب دیکھ رہا ہے۔ تو کیا وہ آدمی نہیں ہے۔ واقع میں کچھ اور
ہم سب سناتن برہم ہیں۔ پہلے بھی تھے۔ اب بھی ہیں۔ اور آیندہ بھی ہو
جو اپنے کو برہم نہیں کہتا وہ دھوکے سے اپنا وہ حق کھو رہا ہے۔ جو
اس سے چھیننے کا مجاز نہیں ہے۔ جو اپنے کو برہم کہتا ہے۔ اُسے
فائدہ تو ہے کہ اپنے اصلی سروپ کا سمرن کرتا ہے۔ برعکس اس۔
جو اپنے آپ کو کمزور اور بے طاقت اور پاپی مان رہا ہے۔ وہ
اسی موہ جال میں پھنسا رہیگا۔ اور پاپی بنا رہے گا ؞

تیسری فصل۔ نرگن اور سگن برہم

جیو اور پرہم کے بارے میں گیتا کی جو تعلیم ہے وہ اوپر ہم بیان کر چکے۔ اب وہ اور مضامین کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو مایا اور ایشور سے متعلق ہیں۔ اور جنکا ذکر بار بار اس متبرک کتاب میں آتا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ گیتا کے مسئلہ مایا سے بحث شروع کی جائے۔ مناسب ہو گا کہ خلقت کائنات کے اور مسائل پر پھر بھی ایک نظر ڈالی جائے۔ اور دیکھا جائے۔ کہ اس بارے میں جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ کچھ جان رکھتا ہے یا نہیں؟

ان میں سے ایک مسئلے کا تو ضمناً اوپر ذکر آ چکا ہے۔ یہ چارواکوں یا دہریوں کا مذہب ہے۔ اور آجکل کے بہت سے ارباب طبیعی بھی اسی خیال کے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کے ماننے والے ہیں۔ کہ مادہ قائم بالذات ازلی و ابدی شے ہے۔ اسی میں سے ہر ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی میں بصورت اجزائے لطیف پھر غائب ہو جاتی ہے۔ روح اور خدا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مادے ہی کی ایک ارتقائی صورت یا خلاصے کا نام روح ہے۔ جس طرح گڑ کو سڑا کر کشیدہ کرنے سے اس میں نشہ پیدا کرنے کی خاصیت آ جاتی ہے۔ اسی طرح گوشت۔ استخوان۔ خون۔ اعصاب و دماغ کی ترکیب سے جسم میں ایک خاصیت یا کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے روح کہتے ہیں۔ یہ مذہب دانائوں کے ماننے کے لائق نہیں ہے۔ اور اس کی وجوہات صاف ظاہر ہیں۔ کائنات میں نظام نظر آتا ہے۔ جو اندھے مادے میں پیدا کرنے کی قابلیت نہیں ہے۔

نہ اندھے مادّے میں گیان کے پیدا کرنے کی قابلیت ہے۔ کیونکہ مادّے کی خاصیت ہے جگہ گھیرنا۔ گیان میں طول وعرض وعمق کا امکان نہیں مادّے میں تبدیلی ہے۔ گیان میں تبدیلی کا نام نہیں۔ پھر اگر روح مادّی ہے اور بعد جسم باقی نہیں رہتی۔ یا کچھ عرصے بعد اپنے ماخذ مادّے میں مل جاتی ہے۔ تو کرموں کے پھل کا کیا حال ہوگا۔ نیز نگئے عالم کا سبب کیا ہے۔ کہ ایک جیو امیر کے ہاں پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا غریب کے ہاں جنم لیتا ہے۔ زندگی بھر کے نیک وبد اعمال کا کیا نتیجہ ہے۔ جب مرکر سب مادّے یا فورس یعنی پران میں مل گئے۔ غرض دہریت استدلال کی روشنی میں نہیں ٹھہر سکتی ؞

اب دو وجودوں کے ماننے والوں کو لیجئے۔ جو مادّے کو قایم بالذات بتاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ مانتے ہیں۔ کہ آتمائیں گیان سروپ ہیں۔ اور لاتعداد ہیں۔ ان میں یہ عقلی ترقی بے شک پائی جاتی ہے۔ کہ انہوں نے آتما کا سروپ پہچانا ہے۔ اور اسے گیان روپ مانا ہے۔ جو مادّے کا ارتقا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ گیان روپ ہونے کی وجہ سے آتمائیں یا پرش لازماً ولابدًا اکرتا بھی ٹھہریں گے۔ کیونکہ گیان میں کسی فعل کا ہونا ناممکن محض ہے۔ پس افعال تمام مادّے میں ماننے پڑیں گے۔ لیکن اندھے مادّے کا خود بخود حرکت کرنا اور منتظم نظام عالم رچنا عقل کے خلاف ہے۔ اور جب سب پرش شُدّھ گیان سروپ ہیں تو ایک کو دوسرے سے ممیّز کرنے والی چیز ان میں کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی کثرت ماننی بھی قرین قیاس نہیں ٹھہرتی۔ غرض دونوں پہلوؤں سے یہ دویت واد یعنی سانکھیہ کا مت ماننے کے لایق نہیں ہے ؞

اب تین وجودوں کے ماننے والوں کے مذہب پر نظر کیجئے۔ جو قایم بالذات مادّے اور لاانتہا ارواح کے ساتھ ایک ایشور کو بھی مانتے ہیں۔ اس مذہب میں نظام

عالم کی رچنا کے واسطے چیتن ایشور کو لیا گیا ہے۔ لیکن دلیل اور عقل کی روشنی کو یہ بھی نہیں سہار سکتا۔ اگر اور باتوں سے قطع نظر کی جائے کہ مادّے کے پرمانوؤں کی نئی نئی ترکیبوں اور انتظاموں سے چیزیں نیست سے ہست کیونکہ ہوتی ہیں۔ من اندری اور بشیوں کے تعلق سے آتما میں گیان گن کا پیدا ہونا ممکن ہے یا نہیں۔ سچّی بیرونی دنیا کا علم حاصل ہونے کی کچھ سبیل ہو سکتی ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو بھی یہ موٹے موٹے اعتراض لاجواب ہیں کہ جب مادّہ اور جیو اپنی ہستی میں ایشور کے محتاج نہیں تو جگت رچنا میں اس کے آدھین کیوں ہیں۔ تین مختلف وجود۔ یعنی۔ مادّہ۔ جیو اور ایشور ملکر کام کرتے ہیں۔ لیکن جہاں کئی چیزیں مل کر کام کرتی ہیں۔ وہاں ایک ایسے وجود کا ماننا بھی لازمات میں سے ہے۔ جو انہیں خاص مطلب کی غرض سے کام میں لگائے۔ کیونکہ مجموعے کا کام ہمیشہ غیر کے واسطے ہوا کرتا ہے۔ پھر یہ سوال بھی ہے۔ کہ ایشور گیان سروپ ہے یا اس میں فقط گیان کا گن ہے۔ اگر اس میں گیان کا گن ہی ہے۔ تو وہ ایشور ہے کیا بلا۔ مردہ مادّہ ہے۔ جڑ ہے یا جڑ چیتن دونوں سے مختلف کچھ اور ہی عجیب و غریب ہی چیز ہے جسے ماننے والوں کے دماغ نے گھڑا ہے۔ یہ گیان کا گن ایشور میں آیا کہاں سے کیونکہ گیان اسکی ذات نہیں ہے۔ بلکہ اس سے علیحدہ چیز ہے۔ اگر ایشور گیان سروپ ہے تو وہ ٹھوس ذرّوں کی جگہ گھیرنے والے قائم بالذات مادّے کو محض اپنے گیان سے حرکت میں نہیں لا سکتا۔ ایک کیا ایسے ہزار ایشور بھی پرلے کے بعد سرشٹی کرنے میں اپنی اِچّھا یا خواہش کا زور لگائیں۔ تو بھی مادّے کو ہلا نہیں سکتے۔ گیان میں سنکلپ بکلپ بے شک اُٹھ سکتے ہیں۔ لیکن ان سنکلپوں سے قائم بالذات ٹھوس مادّے میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ یہ

مت حال میں ایک سماج نے زندہ کرنا چاہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ پرانا نیا یکوں کا مت ہے۔ اور سانکھیہ ویدانت اور بودھوں کے ہاں اسکا بری طرح کھنڈن ہو چکا ہے۔ اس کا زندہ کرنا مردے کا جلانا ہے۔ جو ناممکن محض ہے ؛

ایک مذہب اور باقی رہتا ہے۔ اس میں یہ مانا جاتا ہے۔ کہ خدا عدم سے خلقت عالم کرتا ہے۔ یعنی نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرتا ہے۔ یہ اس زمانے کے لئے موزوں ہو تو ہو۔ جب علوم طبعی محض ابتدائی حالت میں تھے۔ لیکن آج کل کی سائنس اور فلسفے کی روشنی کی تاب نہیں لاسکتا۔ نیست سے ہست اور ہست نیست ہونے کا خیال تک محال ہے۔ نیستی علت ہے تو اس سے نیستی ہی معلول پیدا ہوگا۔ کوئی شے ہست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ وہ آئی کہاں سے اور اس کا جواب نہیں ہے۔ اسی طرح ہست شے نیست کیونکر ہو سکتی ہے۔ نیست ہو کر جائے تو کہاں جائے۔ بھگوان خود کہتے ہیں ؛

ارباب حقیقت پہ کھلا ہے یہ حال ۔۔۔ دونوں میں بہت فرق ہوا ہے نیک خصال
جو نیست ہے ممکن نہیں اس کی ہستی ۔۔۔ جو ہست ہے اسکا نیست ہونا ہی محال

گ ۔ ۲ ۔ ۱ شلوک ۱۶

طوالت کے خوف سے میں نے یہ بحثیں یہاں مفصل نہیں دی ہیں۔ صرف اشارے کئے ہیں۔ ہاں میری کتاب جیل درویش میں زیادہ تفصیل کے ساتھ دی ہوئی ہیں ناظرین وہاں سے دیکھ لیں۔ لیکن جو اشارے دئے گئے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ اوپر جو مسائل بیان ہوئے۔ وہ کائنات کا معمہ حل کرنے کے ہرگز ہرگز قابل نہیں ہیں۔ کائنات میں گیان یا چیتنتا ہر جگہ ملتی ہے۔ چیتنتا ہے

کہ پھیلی ہوئی ہے۔ چیتنتا ہے کہ سب پیدا اور محیط کل ہے۔ اسی میں نام وصورت کے جلوے اُٹھتے ہیں۔ اور غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ چیتنتا مادّے سے مستخرج نہیں ہوسکتی کیونکہ دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ اور علّت ومعلول میں اتحاد ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے یہ ماننے کی بجائے کہ چیتنتا مادّے سے مستخرج ہوئی ہے۔ مجبوراً عقل نکتہ رس کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ جسے مادّہ کہا جاتا ہے وہ کوئی قایم بالذّات واقعی شے نہیں ہے بلکہ اسی چیتنتا میں نام وصورت کے جو جلوے ہوتے ہیں۔ وہ خواب کے نقشوں کی طرح محض وہمیہ ہیں۔ اور یہ وہم مادّہ ہے۔ اس کے سوائے مادّہ کچھ اور چیز نہیں ہے۔ جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے گیان یا چیتنتا کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو اپنے سروپ کا انوبھو ہو یا سروپ انوبھو کی جگہ وہم اور اس کے معلول وہمی چیزوں کا انوبھو ہو۔ اسی الٹے انوبھو کا نام مایا ہے۔ اسی کو شکتی۔ اگیان اودیا جو کچھ کہہ دو۔ اس کے دو خاصے دھیان میں رکھنے چاہئیں۔ ایک یہ ہے کہ سروپ کو چھپاتا جاتا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ نئی نئی صورتیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً اندھیرے میں رسّی میں سانپ کا وہم ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ دیکھتے جایئے۔ رسّی نظر سے چھپتی جاتی ہے۔ اور سانپ کے مختلف اعضا نمایاں ہوتے چلے آتے ہیں۔ انہیں کو اگیان کی آورن اور وکشیپ شکتی کہتے ہیں۔ آورن یا حجاب سروپ کو چھپاتا ہے۔ وکشیپ یا اضطراب نئی نئی صورتیں پیدا کرتا چلا جاتا ہے ؂

مایا کو لازمی طور سے انادی ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ برہم میں شُدھ گیان سروپ ہونے کی وجہ سے علّت یا معلول ہونے کی قابلیت نہیں ہے۔ ایشور اور جیو دونوں مایا کے کاریہ یعنی معلولات ہیں۔ یہ مایا کی علّت نہیں ٹھہر سکتے۔ اس واسطے یہ انادی یعنی لا ابتدا ہے۔ ہاں گیان سے اس کی انتہا ہوسکتی ہے۔

جس طرح سانپ کا وہم رسّی کے گیان سے جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح نام و صورت کے نقشوں کا وہم شُدّھ آتم سروپ کے انوبھو سے حک ہو جاتا ہے ❊

یہاں سوال یہ اُٹھتا ہے کہ پھر ایشور کیا چیز ہے۔ وہی برہم۔ مگر جس میں شُدّھ گیان سروپ انوبھو کی بجائے یہ انوبھو ہو کہ میں جگت کا کرتا ہوں۔ اسکی پالن کرتا ہوں۔ اسکا سنگھار یعنی ناش کرتا ہوں۔ غرض مایا کی اُپادھی والا چیتن ایشور کہلاتا ہے۔ ہر ایک پرلے یا مہا پرلے کے بعد جیووں کے پہلے کرم چیتن میں یہ ابھمان پیدا کرتے ہیں۔ کہ میں ایک ہوں۔ انیک ہو جاؤں۔ جگت رچنا کروں۔ جیوں اور جڑ رچوں۔ انکا پالن کروں وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ ابھمان ہی ابھمان یعنی وہم محض ہے۔ مادّہ یہاں کوئی حقیقی اور واقعی چیز نہیں ہے۔ وہ اپنے خیال کی شکتی سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ کسی قسم کا اعتراض نہیں اُٹھ سکتا۔ جیووں کے پہلے کرموں کے مطابق انہیں جونیں اور دو وجے مل جاتے ہیں۔ جڑ چیتن بیوہار قائم ہو جاتا ہے اور جگت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایشور اور جیو میں فرق یہ ہے کہ ایشور اپنے آپ کو قادر اور عالم کل مانتا ہے۔ اور جیو اپنے آپکو ضعیف البنیان اور جاہل مانے ہوئے ہیں ❊

یہ فرق کیوں ہے۔ محض کرموں کے پھل کی وجہ سے۔ انادی ابدّیا والے جیووں کے انادی ہی کرم ہیں۔ اور اُن کے پھلوں کے مطابق وہ مختلف لوکوں میں مختلف بھوگ بھوگتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسے بھی ہوتے ہیں جنکا درڑھ سنکلپ ایشور بننے کا تھا۔ وہ منڈلیک ایشور یعنی خاص گروں یا لوکوں کے ایشور بن جاتے ہیں۔ یہ درجہ پانا بڑا کٹھن ہے۔ ان سب سے بھی جس کسی پرلے جیو کا اور بھی زبردست سنکلپ ہوتا ہے۔ وہ سب کا مہیشور بن جاتا ہے۔ ابتدا میں تھے دونوں جیو ہی اور کچھ نہیں۔ ترقی کرتے کرتے

ان مدارج اعلیٰ پر پہنچے ہیں - یہ مہاتما سب جیون مکت ہوتے ہیں - یعنی معمولی جیووں کی طرح اگیان میں نہیں پھنسنے - کرم کرتے ہیں - لیکن کرم سے بندھتے نہیں - انہیں اپنے اصلی سروپ کا گیان ہوتا ہے - مایا کے غلام نہیں ہوتے - بلکہ اس کے ادھشٹھاتا یا حاکم ہوتے ہیں - ایسے ہی مہاتما شری کرشن بھگوان ہیں - جو ایشور پدوی پر ہیں ؎

اس تمہید کے بعد مایا اور ایشور کے بارے میں گیتا کی تعلیم سمجھنی آسان ہے - ذیل میں ہم دو جگہ سے شلوک نقل کرتے ہیں - زیادہ کی ضرورت نہیں - گو اس مسئلے کا ذکر گیتا میں بار بار آتا ہے -

شری بھگوان بولے

پھیلا ہوا کائنات میں ہوں میں ہوں فرور
لیکن پایا نہیں کبھی میں نے ظہور
سب کا مجھ میں قیام ہے - میرا قیام
ان میں نہیں ہے یہی ازل سے دستور

یہ بھی مجھ میں نہیں ہے قائم کوئی
دیکھو تو ذرا شان خدائی میری
پالن کرتا ہوں سب کا - میں سب میں نہیں
ہے میری آتما سے سب کی ہستی

پھیلی ہوئی اور محیط کل جیسے ہوا
آکاش میں رکھتی ہے قیام اپنا سدا
قائم اس کائنات کو بھی مجھ میں
ایسا ہی سمجھ تو - ہے یہی بھید اس کا

ہو جاتا ہے کلپ ختم اے ارجن جب
لے ہو جاتے ہیں میری پرکرتی میں سب
ہوتا ہے کلپ جب دوبارہ آغاز
پیدا سب کو دوبارہ کرتا ہوں اب

ہو کر حاکم میں اپنی پرکرتی کا — کرتا ہوں بار بار ارجن پیدا
مخلوقِ جہان کی تمام اور کمال — پرکرتی کے بس سے۔ راز بس یہ ہے سدا

پر باندھ نہیں سکتے یہ اعمال مجھے — بے پروا چونکہ میں ہوں ان کاموں سے
مجھکو نہیں کرموں سے تعلّق کچھ بھی — کب کرم سے کوئی بے تعلّق ہیں بندھے

مجھ حاکم کے حضور یہ پرکرتی — قائم متحرک کو ہے پیدا کرتی
اے ارجن ہے سبب بھی یہی کہ یہاں — تبدیلی دہر میں ہے ہوتی رہتی

نادان کیا کرتے ہیں میری تحقیر — مجھ کو تنِ انسان میں سمجھ کر جاگیر
ان کو نہیں کچھ کُنہِ حقیقت کا پتا — میں ہی ہوں کائنات کا ربِّ قدیر

۹ ش ۷ - ۱۱

ان شلوکوں کی تشریح کرنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اوپر جن مسائل کی توضیح ہو چکی ہے۔ وہ ان پر روشنی ڈالنے کے واسطے کافی ہیں۔
تیرھویں ادھیائے کے دو شلوک ذیل میں درج ہیں۔

ہے بطن میرا بہت بڑا پرکرتی — قائم کرتا ہوں گربھ اس میں میں ہی
پیدا ہوتی ہے اس سے کل مخلوقات — پیدائش کا یہی ہے سِرِّ مخفی

جن جن بطنوں سے سُن تو اے نیک خصال — پیدا ہوتی یہاں ہیں جو جو اشکال
اُن سب کا بطن جان پرکرتی کو — اور تخم انداز باپ کر مجھ کو خیال

چوتھی فصل ۔ جگت رچنا

اوپر ہم بتا آئے ہیں ۔ کہ شُدّھ گیان میں کائنات کی نمود محض اسیطرح ہے جس طرح خواب میں کی نظر میں خواب کا نقشہ ہوتا ہے ۔ گویا کائنات سچدانند برہم کا خواب ہے ۔ خواب کے مناظر کے واسطے کسی قسم کی ترتیب یا تسلسل درکار نہیں ہے ۔ اور حقیقت میں ہے بھی یوں ہی ۔ اس کائنات کی رچنا میں واقعی کوئی ترتیب نہیں ہے ۔ لیکن بندی کی سمجھ میں یہ بات بٹھانی مشکل ہے ۔ اسواسطے آچاریوں نے ادھکاری کو بتدریج گیان کے بام بلند پر چڑھانے کے واسطے پیدائش عالم کی ترتیب قایم کی ہے ۔ اور وہ ایسی عام فہم رکھی ہے کہ آسانی سے ہر ایک کی سمجھ میں آجائے ؎

برہم شُدّھ گیان سروپ ہونے کی وجہ سے جگت کی علّت یا کارن نہیں بن سکتا ۔ اس واسطے مایا جگت کی علّت ہے ۔ اسی کو مول پرکرتی پردھان یا اوّیکت بھی کہتے ہیں ۔ اب کائنات میں سب طرف نظر مار کر دیکھئے تو تین اقسام کی چیزیں نظر آتی ہیں ۔ یا تو جڑ مادّی چیزیں ہیں جیسے معدنیات مثلاً پتھر ۔ مٹی ۔ دھاتیں وغیرہ ۔ دوسرے قوتیں ہیں جیسے کشش ثقل ۔ کشش کیمیاوی ۔ قوّت برقی ۔ روشنی وغیرہ ۔ تیسرے قوائے نفس ہیں ۔ مثلاً احساس ۔ ادراک ۔ حافظہ تعقّل وغیرہ ۔ تینوں قسم کی چیزوں میں چونکہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے ۔ اسواسطے یہ سب مادّی یا مایاوی ہیں ؎

پس مایا میں تین ایسے خواص ہونے لازمات میں سے ہیں ۔ کہ اُن سے

یہ تینوں مستخرج ہو سکیں۔ آچاریوں نے مایا کے یہی تین خواص بتائے بھی ہیں۔ ان کا نام۔ تم۔ رج اور ستو ہے۔ مایا کے تمو گن سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کی حالت جڑ معدنیات کی سی ہے۔ رجو گن سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو کام کرنے والی یا حرکت دینے والی ہیں۔ ستو گن سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو علم کے ذرائع بنتی ہیں۔ یہ تینوں گن مایا کے ہیں اور مایا کے تمام معلولات میں بھی موجود ہیں۔ اس واسطے پرنیام یا ارتقا پاکر ایک شے دوسری صورت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ یہی پرانا مسئلہ ارتقا ہے۔ اور یہی آج کل کی ایولیوشن تھیوری ہے +

ستو۔ رج۔ تم۔ ہر ایک مایا کاریہ میں ہر وقت موجود ہیں۔ لیکن کسی صورت میں یا کسی وقت ایک گن کا زور ہوتا ہے۔ اور وہ باقی دونوں کو دبا لیتا ہے اور کسی وقت یا کسی صورت میں کسی اور گن کا اور وہ باقی دونوں کو دبا لیتا ہے جب تک مایا کی یہ ناہموار حالت رہتی ہے۔ جگت رچنا جاری رہتی ہے۔ جب تینوں گن ناہموار حالت کو چھوڑ کر ہموار حالت اختیار کرتے ہیں۔ تو جگت رچنا نہیں رہتی اور پرلے ہو جاتی ہے۔ مایا کی اس ہموار حالت کو گنوں کی سامیہ اوستھا کہتے ہیں۔ چودھویں ادھیائے میں بھگوان نے ان تینوں گنوں کی تشریح کی ہے۔ شلوک ذیل میں مرقوم ہیں +

تم رج اور ستو گن ہیں پرکرتی سے — پیدا ہوتے یہ سب ہیں پرکرتی سے
ہے جسم میں آتما جو بے تبدیلی — اس کو یہ باندھ لیتے ہیں بے کھٹکے

ان میں سے صفا ہے "ستو گن" ہے اور نور — باعث ہے یہی کہ ہے برائی سے دور
سکھ سے اور گیان کے تعلق سے یہ — انسان کو باندھتا ہے یہ ہے دستور

خواہش ہے ماہیت "رجوگن" کی تو جان | مخلوق تعلق و طمع سے اسے مان
انسان کو کام کے علاقے سے یہ | اے ارجن باندھتا ہے یہ ہے پہچان

"تم" ہوتا ہے اگیان سے یکسر پیدا | اور موہنا انسان کا ہے کام اس کا
رکھ یاد کہ باندھتا ہے لوگوں کو | خواب و غفلت اور آلکس سے ہر جا

ہوتا ہے سکھ میں ستو کا یاں غلبہ | اعمال میں غلبہ ہے ہمیشہ رج کا
جو تم ہے وہ گیان کا احاطہ کر کے | غفلت کی شکل میں ہے غلبہ پاتا

غلبہ جس وقت ستوگن پاتا ہے | رج دب جاتا ہے تم بھی دب جاتا ہے
رج ستو اور تم کو ہے دبا کر ہوتا | تم، جب وہ رج اور ستو پر چھاتا ہے

غلبہ یوں ستو کا ہے جانا جاتا | جو جو دروازہ شہر تن کا ہے کھلا
سب گیان کی روشنی سے روشن ہوں جب | اسوقت سمجھ کہ ستو کا زور ہوا

لالچ۔ مصروف رہنا۔ اور کرنا کام | خاطر کا اضطراب۔ خواہش بھی مدام
غلبے سے رج کے سب ہیں پیدا ہوتے | اے ارجن یاد رکھ تو میرا یہ کلام

گیان اور مصروفیت نہ ہونی زنہار | اور آلکس اور موہ کا ہونا ہر بار
تم کے غلبے کا ہے نتیجہ دائم | اے ارجن جان اس کو گر ہے ہشیار

۱-۱۴ اشلوک ۵-۱۳

یہ ستو رج تم کا بیان اور ایک کی باقی دو پر غلبہ پانے کی پہچان طبع انسان کے لحاظ سے ہے۔ لیکن اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بیرونی دنیا میں ہر ایک گُن کیا کیا کرتا ہے۔ تم موہ آتمک ہے۔ اس واسطے جو چیزیں پیدا کرے گا۔ وہ خواب میں غافل آدمی کی طرح جڑ ہوں گی۔ رج کریا تمک ہے۔ اس واسطے جو چیزیں پیدا کرے گا وہ کام کرتے ہوئے آدمی کی طرح حرکت دینے والی ہوں گی۔ ستو سکھ آتمک یا گیان آتمک ہے سکھ اور گیان کا تعلق چونکہ قوائے نفس سے ہے۔ اس واسطے اس کی مزید صراحت کی ضرورت نہیں ⁂

جگت رچنا بھی انسان ہی کے لحاظ سے بہت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔ کیونکہ جس طرح برہمانڈ بنا ہے۔ اسی طرح انڈ یعنی جسم انسانی بنا ہے۔ جو عالم کبیر کی ساخت ہے۔ وہی عالم صغیر کی ساخت ہے۔ جو تتو کائنات میں کام آئے ہیں۔ وہی بدن آدمی میں کام میں آئے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ایک کُل ہے ایک جزو۔ ایک سمشٹی ہے دوسرا ویشٹی ⁂

دیکھو جس وقت آدمی غفلت کی نیند میں پڑا سوتا ہے۔ اس وقت اسکی حالت بعینہ پرلے کی سی ہے۔ ایک گن کا دوسرے پر مطلق غلبہ نہیں ہے۔ اس واسطے گنوں کی سامیہ اوستھا یعنی حالت ہموار ہے اس حالت غفلت سے وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ حالت ہموار نہیں رہتی۔ بلکہ اسے علم ہوتا ہے مگر یہ مخصوص علم نہیں ہوتا کہ "میں" "کوئی ہوں" یا کچھ اور شے "کوئی" ہے۔ علم کی اس غیر مخصوص حالت کو جو تخصیصات اور خصوصیات سے بالکل معرا ہے۔ "بدھی" کہتے ہیں۔ اور اسی کا نام کہیں کہیں پہلا "اہنکار" بھی سننے میں آتا ہے۔ چنانچہ بھگوان

نے بھی اس کے لئے اہنکار ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس میں تم اور رج
دونوں دبے ہوئے ہیں۔ اور ستو پردھان یعنی غالب ہے ٭

اس غیر مخصوص گیان کی حالت بدل کر خصوصیت یا فردیت شروع ہوتی
ہے۔ اور عالم و علم و معلوم کی تقسیم سہ گونہ عمل میں آتی ہے۔ ایک طرف آدمی
کو یہ علم ہوتا ہے۔ کہ "میں" کوئی ہوں۔ دوسری طرف علم کے ذرایع یعنی حواس
خمسہ اپنا کام کرنے لگتے ہیں۔ تیسری طرف حواسوں کے معلومات اُٹھ کھڑے
ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی کرم اندریوں اور پرانوں کا ظہور محسوس ہونے لگتا ہے
مخصوص فردیت غیر مخصوص "بُدھی" کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ اور باقی سب اُسی
فردیت کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں۔ مصلح حقیقت میں ایک ہے۔ لیکن
اس کی صورتیں اور کام جُدا جُدا ہیں ٭

فردیت کو "اہنکار" کہتے ہیں۔ اسی کو بھگوان نے "من" کا نام دیا ہے۔
ظاہر ہے کہ اس فردیت میں ستو رج۔ تم۔ تینوں گُن موجود ہیں۔ ستو انش سے
انتھ کرن یا آلہ اندرونی بنتا ہے جسے "من" یا حس باطنی کہتے ہیں۔ رج
انش سے پانچ گیان۔ اندریاں اور پانچ کرم اندریاں اور پانچ پران۔ بنتے
ہیں۔ اور تم انش سے پانچ عناصر لطیف جنہیں تنماترائیں کہتے ہیں۔
پانچوں گیان اندریوں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ شروتر یعنی قوت سامعہ
تواک یعنی قوت لامسہ۔ چکشو یعنی قوت باصرہ۔ رسنا یعنی قوت ذائقہ۔
اور گھران یعنی قوت شامہ۔ کرم اندریوں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ واک
یعنی بولنے کی طاقت۔ پانی یا ہاتھ یعنی پکڑنے کی طاقت۔ اُپستھ یعنی توالد
تناسل کی طاقت۔ پایو یعنی خارج کرنے کی طاقت اور پاد یا پاؤں یعنی قایم
رکھنے کی طاقت۔ پرانوں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ پران۔ اپان۔ اُدان

سمان - ویان - ان میں سے پران کی رفتار باہر کی طرف ہے - اُپان کی اندر کی طرف - اُدان کی اُوپر کی طرف - سمان کی ہر جگہ پھیلا ہوا ہے - اور ویان روکنے والی قوت ہے - پانچ تنو ماترائیں شبد - سپرش - روپ - رس اور گندھ ہیں - پانچوں تنو ماترائیں شئے یا معلومات ہیں جن پر پران اور کرم اندریاں اپنا اپنا عمل کرتی ہیں - پانچ گیان اندریاں وہ آلات علم ہیں جو ان شیوں کا گیان اندریجا کرمن کے سامنے پیش کرتی ہیں - اور من عالم ہے - اسی کو اہنکار بولتے ہیں - اور اس کی تقسیم چہار گونہ بتاتے ہیں ✤

مہا بھوت بہت لطیف اور مُفرد عناصر ہیں - مثلاً اکاش وہ عنصر مُفرد ہے جس کا صرف قوت سامعہ سے علم ہوتا ہے - وایو وہ عنصر لطیف ہے - جس کا قوت لامسہ سے علم ہوتا ہے - اسی پر اوروں کو قیاس کر لو - یہ پانچوں ملکر مہا بھوت کا نام پاتی ہیں جس میں پانچوں کے ملنے سے مختلف درجے سننے چھونے - دیکھنے - چکھنے اور سونگھنے کے پائے جاتے ہیں - انہیں پر مانو یا آئیم کہتے ہیں - جن سے بنا ایک اور آج کل کے طبعی اپنی کائنات کی رچنا بیان کرتے ہیں - ایک ایک پر مانو میں پانچوں مہا بھوت موجود ہوتے ہیں - ہاں اور چاروں کی نسبت ایک پردھان ہوتا ہے - جس کے نام سے وہ پر مانو پکارا جاتا ہے - مثلاً پرتھوی کا پر مانو یا جل کا پر مانو وغیرہ وغیرہ ✤

یہ جسم انسانی کا حال ہے - جسے عالم صغیر کہتے ہیں - بھگوان اسکو چھیتر یعنی کھیت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں - اور اس کی نسبت فرماتے ہیں ✤

سُن مختصرًا میں تجھ سے سب ہوں کہتا ‏ ‏ جو کچھ ہے وہ چھیتر اور بالکل جیسا
جو اس میں تبدّل ہیں جہاں سے وہ ہوا ‏ ‏ جو کچھ ہے وہ جو خواص ہے بس اس کا

رشیوں نے بہت طرح سے گایا ہے اُسے ویدوں میں قسم قسم کے چھندوں سے
الفاظ میں برہم سوتر کے بھی ہے کہا ارباب دلیل نے مصدق کر کے

یہ پانچ مہا بھوت - اہنکار چھٹا - بدھی - اویکت جس کو پردھان کہا
اور گیارہ اندری - ہے من بھی جن میں اور پانچ بشے اندریوں کے اس جا

خواہش اور نفرت اور سکھ بھی دکھ بھی تن بھی اور گیان اور دھارن شکتی
اس طرح کہا مختصراً میں نے سب یہ چھیتر ہے اور اسکی ہر اک تبدیلی

گیتا اشلوک ۵ - ۶ - ۱۳

یہی آٹھ پرکرتیاں - جو جسم انسان کو بناتی ہیں - کل کائنات کی بھی خالق ہیں - پرکرتی کے معنی ہیں جو پیدا کرنے والی چیز - اِن آٹھوں کے نام یہ ہیں - پرکرتی یا پردھان یا اویکت - بدھی - اہنکار - اور پانچ مہا بھوت یعنی آکاش وایو - اگنی - جل - پرتھوی - فرق اتنا ہے کہ جسم انسان میں اُن کا جزو ضعیف ہے - اور برہمانڈ اُن کا لا انتہا خزانہ ہے - جسم جزو ہے - کائنات کل ہے - لیکن دونوں بنے انہیں آٹھوں سے ہیں ؀

پرکرتی کے بعد چیتن میں دو شکتیوں کا ظہور ہوتا ہے - ایک جڑ جگت کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے - دوسری چیتن جیو کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے چنانچہ بھگوان فرماتے ہیں ؀

جس چیز کا نام ہے مری پرکرتی وہ آٹھ اقسام میں ہے تقسیم ہوئی
خاک و آب - آتش و ہوا اور آکاش من - بدھی - اہنکار وہ آٹھوں ہیں یہی

اس پرکرتی کا نام تو ہے اودیئے ہے اور بھی اک کہتے ہیں جس کو اعلےٰ
جو ہوتی ہے جیورُوپ ہوکر ظاہر اور قائم جس سے رہتی ہے یہ دنیا

۱-۷ش ۴-۵-

جیسا میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ یہاں من سے مراد اہنکار اور اہنکار سے مایا یا پردھان پرکرتی مراد ہے۔ جیسے گیتا میں اویکت بھی بار بار لکھا ہے۔ یہ مایا اور اس کے تمام معلولات بھگوان سے جُدا نہیں ہیں۔ بلکہ بھگوان کے ہی روپ ہیں۔ کیونکہ بھگوان شُدّھ روپ سچدانند برہم ہیں۔ اور مایا کے ادھشٹھاتا ہونے سے ایشور روپ ہیں۔ جس طرح خواب کی دنیا خواب بیں کی ذات سے علیحدہ چیز نہیں ہے۔ بلکہ من کُلِّ وُجوہ اسی کی ذات ہے۔ بعینہ یہی حال بھگوان اور عالم اکبر و اصغر کا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

جتنی اس کائنات میں ہیں اشیا ماخذ یہی پرکرتی ہے رکھ یاد ان کا
پیدا ہوتا مجھی سے ہے کل عالم اور مجھ میں سما جاتا ہے پرلے میں سدا

مجھ سے پرے کچھ اور نہیں ہے اصلا یہ سب ہے پرویا ہو مجھ میں ایسا
جس طرح کہ سوت میں پرویا ہوا ہو تسبیح جواہرات کا ہر دانہ

جتنا ہے آب اس میں میں ہوں رس[1] اور نور ماہ و مہر میں ہی ہوں سب
میں ہی تو اونکار ویدوں میں ہوں آکاش میں شبد مردوں میں زور آور کس

[1] پانی کا خاصہ رس ہے۔ آکاش کا آواز۔ پرتھوی یا زمین کا بو۔ اگنی کا حرّت۔ اور ہوا کا لمس +

دل خوش کن بو ہوں پرتھوی میں ہی | اور آگ میں میں ہوں روشنی و گرمی
میں ہی ہوں وہی حیات میں سب کی حیات | میں ہی ہوں تپسوی میں تپ کی تیزی

تو بیج مجھے ہی جان کل عالم کا | قائم ہے ازل سے تا ابد جو رہتا
ارباب عقل کی ہوں میں ہی تو عقل | اور اہل جلال میں جلال اے دانا

زور آوروں میں ہوں زور و طاقت میں ہی | لیکن خواہش سے اور تعلق سے بری
میں ہی ہوں کام یعنی شہوت سب میں | جو دھرم کی لیکن نہ مخالف ہو کبھی

جو جو ہیں حال ستوگ یا راجس | یا جن کو بتاتا ہے زمانہ تامس
پیدا ہوا ان سب کو تو مجھ سے ہی جان | میں ان میں نہیں ہوں۔ یہ ہی مجھ میں ہیں بسا

تینوں حالوں سے جو کہ ہیں گن والے | اہل عالم ہیں اس طرح موہے گئے
مجھکو کوئی جانتا بھی عالم میں نہیں | ایسا کہ بدلتا نہیں ہوں سب کے پرے

ا۔ ۷۔ ش ۷۔ ۱۳۔

یہ مضمون گیتا میں بار بار آتا ہے۔ کہیں سگن روپ بھگوان اپنے آپ کو مایا کا ادھشٹھاتا بتاتے ہیں۔ جو دنیا کو پیدا کرتا ہے۔ قائم رکھتا ہے اید پرلے میں اپنے آپ میں لے کر لیتا ہے۔ کہیں اپنے آپکو شدھ سچدانند برہم بتاتے ہیں۔ جو پرم دھام ہے۔ جس کا روپ نہ سوچا جا سکتا ہے۔ نہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ نگاہ غائر سے دیکھئے تو دونوں باتیں حق بجانب ہیں۔ چونکہ بھگوان ایشور پدوی میں سنگت ہیں۔ اسواسطے وہ مایا کے ادھشٹھاتا ہیں اور سوتر

آتما روپ سے جگت کے اندر باہر اسی طرح اوت پروت ہیں۔ جس طرح خواب بین اپنی خواب کے دنیا کے ذرے ذرے میں اوت پروت ہوتا ہے۔ اور چونکہ جیون موکش پد میں ستھت ہیں۔ اس واسطے انہیں یہ کہنا بھی سزاوار ہے کہ میں شُدھ برہم ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؛

فانی نہیں ذات غیر مشہود غیبی — کہتے ہیں پرم گتی جسے وہ ہے یہی
واپس آتے نہیں پہنچکر جس کو — اے ارجن ہے وہی پرم دھام مری
ا۔ ۸۔ شـ ۲۱ ۔

روشن جسکو کرے نہ مہر تاباں — روشن نہ کرے آگ نہ ماہ رخشاں
جاکر جہاں بازگشت ممکن ہی نہیں — ارجن میرا مقام عالی ہے وہاں
ا۔ ۱۵۔ شـ ۶ ۔

اے ارجن تو مجھی کو وہ عالم جان — سب جسموں میں تجھے رہے یہ پہچان
ا۔ ۱۳۔ شـ ۳

ارجن میں ہی ہوں برہم کا جائے قیام — اور امرت کی جو بے تغیر ہے مدام
میں ہی ہوں قدیم دھرم کا مسکن بھی — میں ہی ہوں سرور بے نہایت کا مقام
ا۔ ۱۴۔ شـ ۲۷

اخیر شلوک کے پہلے مصرع میں برہم سے مراد سگن برہم ہے۔ اسی طرح اور بہت سے شلوک نقل کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں بھگوان اپنے آپ کو نرگن روپ سے ستچدانند شُدھ برہم بتاتے ہیں۔ ایسے شلوک جن میں اپنے آپ کو سگن برہم یعنی ایشور بتاتے ہیں۔ ان سے گیتا بھری پڑی ہے اس مضمون سے ہم اوتاروں کے بیان میں پھر بحث کریں گے ؛

پانچویں فصل - لوکوں کا بیان

جگت رچنا میں جو تتو کام میں آتے ہیں۔ اُن کی تشریح ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ یہاں لوکوں کا مختصر حال بیان کرتے ہیں۔ لوکوں اور آواگون کا تذکرہ گیتا میں بار بار آتا ہے۔ لوک کیا چیز ہیں؟ زندگی کی مختلف حالتوں کا نام لوک ہے۔ جن میں مخلوقات اپنے اپنے طبقے پر عالم یا کانشس ہوتی ہے۔ کرۂ زمین پر ہی اپنے ارد گرد نظر ڈال کر دیکھو۔ معلوم ہوگا۔ کہ مخلوقات کے درجے کتنے مختلف ہیں۔ آدمی سوچ بچار کرنے میں سب سے افضل و اعلےٰ ہے۔ اس سے کم درجے کی مخلوق بندروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ پھر چوپائے ہیں۔ پھر پرند پھر مچھلیاں۔ ان سے بھی اُتر کر نباتات ہے۔ اور نباتات سے بھی اُتر کر جمادات ہے ÷

کانشس یعنی عالم یا گیان وان یہ سب ہیں۔ لیکن اپنے اپنے طبقوں پر۔ ایک میں ظہورِ علم کے آلات ترقی یافتہ ہیں۔ اس کا درجہ بڑا ہے۔ دوسرے کے کم درجے کے ہیں۔ اس کا چھوٹا ہے۔ اس سے بدیہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان پر اگر سلسلہ مخلوقات قطع نہیں ہوگیا۔ بلکہ جیسے اس دنیا میں اس سے کم درجے کی مخلوق ملتی ہے۔ اور دنیاؤں میں اس سے اعلےٰ درجے کی مخلوق ہوگی۔ جیسی ہماری رہنے کی زمین عالم ہے۔ ویسے ہی اور عالم بھی ہیں۔ جن میں سے بعض اس سے نیچے درجے کے ہیں۔ بعض اس سے اونچے درجے کے ہیں ÷

اسی بنا پر لوکوں کی تقسیم ہے۔ ہماری زمین حد فاصل ہے۔ یہ اُن سات لوکوں میں شامل ہے۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ بھُو۔ انترکش سوُر۔ مہر۔ جن۔ تپ۔ ستیہ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوکوں کی تعداد سات کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مایا کو چھوڑ دیا جائے جس میں گنوں کی سامیہ اوستھا یعنی ہموار حالت ہے۔ اور اختلاف خلقت نہیں۔ تو باقی سات پرکرتیاں رہیں۔ انہیں ساتوں کے لحاظ سے جہاں تقسیم ہوگی ہمیشہ ہفت گونہ ہوگی۔ چنانچہ پہلے لوک یعنی بھُو میں بھی یہی تقسیم ہفت گونہ پائی جاتی ہے۔

جتنی رچنا ہے۔ سب دُوند یعنی جوڑوں کی ہے۔ اس کی ایک مثبت صورت ہوتی ہے۔ ایک منفی۔ مثلاً سکھ دکھ۔ گرمی سردی۔ رغبت نفرت وغیرہ۔ اسی مثبت و منفی صورت کے لحاظ سے بھُو لوک بھی چودہ حصّوں میں منقسم ہے۔ ان میں سات تو پاتالیں شامل ہیں۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ مہاتل۔ رساتل۔ اتل۔ سوتل۔ بتل۔ تلاتل۔ پاتال۔ اور سات اور لوک ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مہاکال۔ امبریش۔ رورو۔ مہارورو کال سوتر۔ اندھ تامسر۔ ساتواں بھولوک یا ہماری بھومی ہے۔ جسے کُرّہ ارض کہتے ہیں۔ اس میں سات دویپ ہیں۔ جمبو۔ شاک۔ کُش۔ کرونچ شالمل۔ گومیدھ۔ پُشکر۔ انہیں دویپ اس واسطے کہا۔ کہ یہ پانی یا اور مائع چیزوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ خشکی۔ اور تری دونوں ملکر گولک یا کُرّے کہلاتے ہیں۔ جو تیرہ لوک اوپر بیان ہوئے۔ ان کی مخلوقات انسان سے نیچے درجے کی ہے۔ انسان اس درجے سے ترقی کرکے جنم جنمانتروں میں درجۂ انسانیت کو پہنچا ہے۔ ایک فقرہ عام بول چال میں اکثر سنا جاتا ہے کہ چوراسی لاکھ جونیں بھوگ کر منشیہ جنم ملا کرتا ہے۔ اس تعداد کی بابت تو میں کچھ مدا

نہیں دے سکتا۔ ہاں اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ کہ جامۂ انسانی ملنے سے پہلے انسان کو لاتعداد جونوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے ؎

بھُولوک میں انسان سب سے اعلےٰ مخلوق ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اظہار علم کے آلات یعنی دماغ اور اعصاب بہت ترقی یافتہ ہیں۔ یہاں وہ اپنے علم میں ان آلات کا محتاج ہے۔ جس شخص کا مادۂ دماغی اور دل سے بلحاظ کیفیت یا کمیت اعلےٰ درجے کا ہے۔ وہ اوروں کی نسبت زیادہ عقیل و فہیم ثابت ہوتا ہے۔ غرض بھُولوک میں تمام قوائے عقلیہ دماغ کی محتاج ہیں ؎

باقی کے چھ لوک۔ یعنی انترکش۔ سوَر۔ مہر۔ جن۔ تپ اور ستیہ ہمارے لوک سے اعلےٰ درجے کے ہیں۔ کیا ان میں بھی مخلوق بستی ہے۔ کیوں نہیں بعینہٖ اسی طرح جس طرح ہماری زمین پر آبادی ہے۔ لیکن ہماری زمین پر آلۂ علم مادی دماغ ہے۔ اور ان لوکوں میں آلات علم اور لطیف چیزیں ہیں۔ اسواسطے یہاں کا علم یا بھوگ زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے کچھ تو ان لوکوں کی خاص مخلوقات ہیں۔ اور کچھ وہ انسان ہیں جو مر کر یہاں پہنچتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے مطابق بھوگ بھوگتے ہیں۔ بھوگوں کے ختم ہونے پر یہ آدمی پھر زمین کی طرف بازگشت کرتے ہیں۔ بھُولوک کی طرح ان سب لوکوں میں بھی سات سات طبقے ہیں ؎

انترکش وہی لوک ہے۔ جسے تھیوصوفی میں اسٹرل پلین کہتے ہیں۔ جن آدمیوں نے روحانیت میں ترقی نہیں کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سو میں سے ننانوے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ مر کر اسی لوک میں جاتے ہیں۔ اسے یوں سمجھو کہ ہماری دنیا کی ہوبہو تصویر ہے۔ یہاں مرد و عورت کی تمیز ہے۔ زبانوں کی تمیز ہے۔ غرض بعینہٖ اس دنیا کا سا حال ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ

سھول شریر کی بجائے انسان کا جسم لطیف ہوتا ہے۔ جس کا تجربہ ہر روز خواب میں ہوا کرتا ہے۔ خواب میں ہم سب اسی لوک میں ہوا کرتے ہیں۔ اسے کام لوک بھی کہتے ہیں اور یہی پتری لوک بھی کہلاتا ہے ÷

یہاں کے بھوگ جب کرموں کے مطابق ختم ہو جاتے ہیں۔ تو ادنٰے کرموں والے تو یہیں سے ہماری دنیا میں واپس پھر آتے ہیں۔ ہاں جن کے کرم اعلٰے ہیں وہ یہاں مرکر اونچے کے لوکوں یعنی سور اور مہر میں پہنچتے ہیں۔ یہ من کے طبقے کے لوک ہیں۔ اور یہاں کے بھوگ بہت ہی سوکشم اور لطیف ہیں۔ انہیں کو ہمارے ہاں سورگ کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں جیو عرصہ ہائے دراز تک اپنے اپنے کرم انوسار رہتے ہیں۔ اور خاتمہ میعاد مقررہ پر دنیا میں واپس آتے ہیں ÷

جن۔ تپ اور ستیہ اور بھی اونچے لوک ہیں۔ ان کو برہم لوک کہتے ہیں۔ یہاں اُن مہان آتماؤں کو دخل ملتا ہے۔ جنہوں نے سخت ریاضتوں یا اپاسناؤں سے روحانیت میں نمایاں ترقی کی ہے۔ دنیا کے راہ راست پر لانے کیواسطے دھرم پھیلانے کے واسطے۔ روحانیت کی تعلیم دینے کے واسطے۔ انہیں لوکوں سے متبرک روحیں یہاں آتی رہتی ہیں۔ اور اس غم خانۂ تاریک میں روشنی پھیلاتی رہتی ہیں ÷

لوکوں کا مختصر حال یہ ہے۔ جو بیان ہوا۔ ناظرین زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو میری کتاب چہل درویش ملاحظہ فرماویں۔ یہ لوک ہماری دنیائے کثیف کی نسبت زیادہ لطیف مادے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے باشندوں کے اجسام بھی ہماری نسبت بہت ہی لطیف ہیں۔ ہر ایک نظام شمسی کے ساتھ یہ ساتوں لوک موجود رہتے ہیں۔ صرف کثافت و لطافت کا فرق ہے جس طرح خواب کی دنیا کہیں باہر نہیں۔ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی طرح یہ لوک

بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہیں۔ نظر کا پھیر ہے۔ چونکہ تعلق جسمانیات سے ہماری نظر کثیف ہو رہی ہے۔ ہم اپنی مشغول زمین اور اس کی مشغول مخلوق ہی کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگر قوائے نفس کو ترقی دی جائے۔ تو ان لوگوں کی سیر اسی زندگی میں ہو سکتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ تمام لوک کثیف و لطیف مادی ہیں۔ اور مایا میں داخل ہیں۔ ان میں کوئی کتنے ہی عرصے کیوں نہ رہے اور لطیف سے لطیف بھوگ کیوں نہ بھوگے۔ آخر بازگشت ہے۔ اور پھر وہی آواگون کا چکر جان کے ساتھ ہے۔ بھگوان کہتے ہیں :-

عالم ہیں برہم لوک تک جو سارے ۔ وہ سب ہیں بازگشت کے نظارے
جو شخص مگر مجھے پہنچ جاتے ہیں ۔ اے ارجن جنم انہوں نے کب ہیں ہارے

ا - ۸ - ش - ۱۶

اونچے لوکوں میں عرصہ دراز تک رہنے کا تذکرہ اُس موقع پر آتا ہے جہاں ارجن بھگوان سے سوال کرتا ہے۔ کہ جو شخص یوگ میں کامل نہیں ہوا۔ اور بیچ میں ہی مر گیا۔ اس یوگ بھرشٹ کا کیا حال ہوتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ۔

سُن ارجن غور سے میں کرتا ہوں بیان ۔ ایسے یوگی کی ہے فنا یاں نہ وہاں
جو شخص بھلے کام میں مصروف ہوا ۔ اسکی دُرگت کا ہو سکے کب امکان

نیکوں کے لوک اس کو ملتے ہیں سدا ۔ برسوں لیتا وہاں ہے بھوگوں کا مزا
پھر پاکوں یا کہ اہل دولت کے گھر ۔ ہے یوگ بھرشٹ آکے پیدا ہوتا

ا - ۶ - ش ۳۹ - ۴۰

چھٹی فصل ۔ سرشٹی اور پرلے

جو ساتوں لوک اوپر بیان ہوئے ۔ اُن کے مجموعے کا نام برہمانڈ ہے ۔ ایسے ایسے اننت یعنی بے حد و حساب برہمانڈ ہیں ۔ ایک نظام شمسی کو ایک برہمانڈ سمجھنا چاہئیے ۔ ہر ایک ستارہ روشن بجائے خود ایک شمس ہے ۔ اور اس کے گرد اس کے نظام کے سیّارے گردش کرتے ہیں ۔ جس طرح ہمارے کُرے میں آبادی ہے اُسی طرح قیاس چاہتا ہے کہ ہمارے سورج یا اور سورجوں کے گرد جو سیّارے حرکت میں رہتے ہیں سب آباد ہوں گے ۔ اسی واسطے شاستر کار ہر برہمانڈ کو اننت بتاتے ہیں ۔

ان برہمانڈوں میں سے کسی میں سرشٹی ہوتی رہتی ہے ۔ اور کسی میں پرلے ۔ انہیں اوانتر پرلے کہتے ہیں ۔ کل کائنات کی پرلے مہا پرلے کہلاتی ہے ۔ پرلے کے بعد پھر سرشٹی ہوتی ہے ۔ اور سرشٹی کی میعاد مقرّرہ کے ختم ہونے پر جس کا ہم آگے ذکر کریں گے ۔ پھر از سر نو سرشٹی شروع ہوتی ہے ۔ اسی طرح یہ سنسار چکّر جاری رہتا ہے ۔ دُور ہیں کہ برابر چلے جاتے ہیں ۔ نہ کہیں قیام ہے ۔ نہ کہیں ٹھیراؤ کا نام ہے ۔ نباتات ترقی کر کے حیوانات بنتی ہے ۔ حیوانات ترقی کر کے جامۂ انسانی پہنتے ہیں ۔ انسان ترقی کر کے اونچے لوکوں میں پہنچتے ہیں ۔ اور دیوبھاؤ کو پراپت ہوتے ہیں ۔ مخلوق لا انتہا ہے ۔ اس کی ترقی لا انتہا ہے ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم کا پیدا کرنے والا لا انتہا ہے ۔

سرشٹی سے پرلے تک کا عرصہ کلپ کہلاتا ہے ۔ ایک کلپ میں جو مخلوق

جسقدر ترقی کر لیتی ہے۔ دوسرے کلپ میں وہ اُس ترقی یافتہ درجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اور کلپ بھر ترقی کرتی ہے۔ آیندہ کلپ میں موقع ترقی کا ملتا ہے۔ اس طرح ترقی کا درجہ ہر ایک کے واسطے کھُلا ہُوا ہے۔ اور لا انتہا ترقی ہر ایک کا حِصّہ خاص ہے۔ جس سے کوئی محروم نہیں ہے۔ ہاں اس میں کلپوں کا زمان دراز درکار ہے ٭

ہم نے کہا ہے۔ کہ سرشٹی سے لے کر پرلے تک کا زمانہ کلپ کہلاتا ہے۔ یا پوبیت چیتن یعنی ایشور سرشٹی کرنے کے لحاظ سے برہما کہا جاتا ہے۔ اس کے چار منہ ہیں۔ یعنی ہر طرف ناظر و بینا ہے۔ وید اُس کے سانس ہیں۔ وید کے معنی ہیں کل سرشٹی کا گیان کہ پہلے کیونکر ہوئی تھی۔ اور اب کیونکر رچنی چاہیے۔ یہ اسکے سانس بتائے جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح سانس بے تکلّف اندر آتا ہے۔ اور باہر جاتا ہے۔ اور اس کے لینے میں ذرا بھی محنت کرنی یا سوچنا نہیں پڑتا۔ اسی طرح سرشٹی رچنے میں اسے کچھ سوچنا نہیں پڑتا۔ سرسوتی مہدّھی کی : یوی اسکی پتنی ہے۔ کیونکہ سرشٹی تمام مہدّھی تتو سے ہی برآمد ہوتی ہے۔ سفید ہنس اس کی سواری ہے۔ جو اعلےٰ من کے شُدّھ روپ کا نام ہے ٭

پرلے میں اس ایشور برہما کی وہی حالت ہوتی ہے۔ جو گاڑھی نیند میں ہمیں روز محسوس ہوا کرتی ہے۔ اسے لوگ نِدرا کہتے ہیں۔ اس سے بیدار ہوتا ہے۔ تو بسیط برہم اسے اکاش کی طرح نظر آتا ہے۔ مگر نہ اس میں فردیّت دکھائی دیتی ہے۔ نہ اپنی ذات میں "وہیں" کا خیال ہوتا ہے۔ غرض یہ مُہدّھی کیحالت ہے اس میں فردیّت ہونی شروع ہوتی ہے۔ اور جس طرح ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اہنکار، من۔ اندریاں۔ تنوماترا ئیں وغیرہ محسوس ہونے لگتی ہیں۔ یہ لطافت و کثافت کے لحاظ سے مادّے کے طبقہائے مختلفہ ہیں۔ جنمیں سے ہر قسم کی مخلوقات

پیدا ہوتی ہے - اس موقع پر ایک یہ رمز کھول دینا مناسب ہے کہ برہما باپ ہے - اور ظاہر ہے کہ بُدّھی تتو کی پیدائش اُسی سے ہے - اسواسطے بُدّھی گویا اسکی بیٹی ہوئی چونکہ من - اندریاں وغیرہ اسی بُدّھی سے منتخرج ہوتی ہیں - گویا برہما باپ اپنی بیٹی بُدّھی سے انہیں پیدا کرتا ہے - پورانوں میں جو کتھا آتی ہے کہ برہما اپنی بیٹی کے پیچھے دوڑا - اس کے یہ فلسفیانہ معنی ہیں - جو لوگ شاستر ناواقف ہیں ان کی سمجھ میں بات تو آئی نہیں - ہاں پورانوں کو فحش بتانے لگے - آفرین بریں عقل و دانش

اول سرشٹی سپت رشیوں کی ہوتی ہے - انکے نام بالترتیب یہ ہیں - کشیپ اتری - وسشٹ - وشوامتر - بھردواج - جمدگنی - گوتم - انہیں برہما کے پتر کہا جاتا ہے - یہ ویدمنتروں کے درشٹا ہیں - وید منتر انادی ہیں - ہر ایک کلپ میں مہان آتماؤں کے ہردے میں انکا انکشاف ہوتا ہے - کوئی انہیں رچتا یا بناتا نہیں ہے - بلکہ خودبخود ذہن میں آتے ہیں - جن لوگوں کے ذہن میں آتے ہیں - انہیں منتر درشٹا کہا جاتا ہے - یہ ان منتروں کے ذریعے سے معلوم کرتے ہیں کہ پہلے کلپ میں سرشٹی کی ترتیب کیونکر تھی - اور اپنے اونچے طبقوں پر بیٹھے ہوئے اپنی قوت متصورہ سے مخلوقات مختلف کی صورتیں گھڑتے ہیں - اور وہ بتدریج نیچے کے طبقوں پر آکر کثیف یعنی درڑھ یا مضبوط ہوتی جاتی ہیں - انسانی پیدائش منوؤں سے ہوتی ہے جن کی تعداد چودہ ہے - اور نام یہ ہیں - سویمبھو - سوروچش - اتم - تمس - ریوت - چاکشش - ویوسوت - ساورنی - دکش ساورنی - برہمہ ساورنی - رُدر ساورنی - دیو ساورنی - اندر ساورنی - آج کل ساتویں منو ویوسوت کا دور ہے - ناظرین کو خیال رہے کہ یہ تمام سرشٹی مانسک یعنی وہمیہ ہے - واقعی نہیں ہے - جیسے میں خواب کے نقشوں کی طرح صورتیں نمودار ہوتی ہے - کثیف ہونا صرف یہ ہے کہ یہ صور خیالی درڑھ یعنی مضبوط ہو جاتی ہیں - رشیوں اور منوؤں کے مانسک ہونے کی نسبت

بھگوان کہتے ہیں :-

مشہور ہیں جو سات مہرشی پہلے مجھ سے ہوئے میرے من کی ہیں پیدائش
اور چار منو بھی تو ہے واقف جن سے عالم بھی ہیں اور عالمیاں بھی جن کے

ا-۱۰-اش ۶

بھگوان یہ ذدر چوتھے منو کا بتاتے ہیں۔ حالانکہ ہندو شاستروں میں ساتویں کا بتایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی تشریح آسان ہے۔ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔ کہ رچنا تمام دونُد یعنی جوڑوں میں ہے۔ گیتا میں دو دو منوؤں کے خیال سے قطع نظر کرکے برہما کے ایک دن میں چودہ کی بجائے صرف سات شمار کر لئے ہیں۔ چوتھا منو وہی بیچ کا منو ہے جو ساتواں بتایا جاتا ہے :-

برہما کے دن کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اس کی بھی تشریح لازمی ہے۔ کیونکہ گیتا میں بھی برہما کے رات اور دن مذکور ہیں۔ پرلے کو برہما کی رات کہا جاتا ہے۔ اور سرشٹی کو برہما کا دن۔ یہ رات اور دن ملکر ایک کلپ کہلاتے ہیں۔ حساب کا طریقہ یہ ہے۔ آدمیوں کا ۳۶۰ دن کا دیوتاؤں کا ایک دن مع رات شمار ہوتا ہے۔ دیوتاؤں کے ایسے بارہ ہزار برس کی ایک چترجُگی۔ یعنی چار جگوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے مہاجگ کہتے ہیں۔ جن میں ست جگ چار ہزار برس کا ہے۔ تریتا تین ہزار برس کا۔ دواپر دو ہزار برس کا۔ اور کلجگ ایک ہزار برس کا۔ ہر ایک جُگ کے ساتھ اس کے برسوں کا دسواں حصّہ۔ جُگ سے پہلے سندھی اور جگ کے بعد سندھیانش کا اور ایزاد کیا جاتا ہے۔ جیسے دن اور رات اور رات اور دن کے بیچ میں سندھیا ہوتی ہے۔ ہر ایک چترجُگی کا حساب یوں سمجھ لو :-

ست جگ دیوتاؤں کے ۴۰۰۰ برس
سندھی ۴۰۰ "
سندھیانش ۴۰۰ "

۴۸۰۰×۳۶۰=۱۷۲۸۰۰۰ برس آدمیوں کے

ترتیا " ۳۰۰۰ "
سندھی " ۳۰۰ "
سندھیانش " ۳۰۰ "

۳۶۰۰×۳۶۰=۱۲۹۶۰۰۰ "

دواپر " ۲۰۰۰ "
سندھی " ۲۰۰ "
سندھیانش " ۲۰۰ "

۲۴۰۰×۳۶۰=۸۶۴۰۰۰ "

کلجگ " ۱۰۰۰ "
سندھی " ۱۰۰ "
سندھیانش " ۱۰۰ "

۱۲۰۰×۳۶۰=۴۳۲۰۰۰ "

۴۳۲۰۰۰۰ "

ایسے ایسے ہزار چتر جگوں یا مہا جگوں کا برہما کا ایک دن ہوتا ہے۔ اور اتنی ہی رات یعنی انسانی ۸۶۴۰۰۰۰۰۰۰ برس کا برہما کا ایک دن رات ہوتا ہے۔ اور ایسے ۳۶۰ دن کا ایک سال ایسے ایسے سو برس کی عمر برہما کی ہوتی ہے جب یہ عمر ختم ہوتی ہے۔ تو مہا پرلے ہو جاتی ہے۔ اور ہر روز برہما کی رات دنیا کی

ادا نتر پرلے ہے اور دن سرشٹی۔ چنانچہ بھگوان کہتے ہیں ⁜

برہما کا ہے دن ہزار جگ کا ہوتا | اور شب بھی ہزار جگ کی ہے اسے دانا
وہ رات اور دن کے جاننے والے ہیں | جو رات اور دن کو ہیں سمجھتے ایسا

دن کے ہوتے ہی غیر مشہود سے یاں | جتنے ہیں ظہورات وہ ہوتے ہیں عیاں
جب رات ہوئی تو غیر مشہود میں پھر | ہو جاتے ہیں سب کے سب ہی مستور و نہاں

یوں ہی ہو ہو کے کائناتیں ساری | مٹ جاتی ہیں جب شب کی ہوئی تیاری
دن ہوتا ہے تو اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں پھر | اور سلسلہ رہتا ہے برابر جاری

ساتویں فصل۔ آواگون کا چکر

سرشٹی اور پرلے کے بیچ میں جو عرصۂ دراز ہے۔ اور جہاں پرلے تک جو زمان بے قیاس کا دوراں رہتا ہے۔ اُسے سوچ سوچ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن فی صدی بہت کم آدمی ایسے ملا کرتے ہیں۔ جن کے دلوں میں ایسے خیالات اُٹھتے ہیں۔ جم غفیر کا یہ حال ہے کہ جانوروں کی طرح پیدا ہوتے ہیں عمر بھر بیلوں کی طرح بوجھ ڈھوتے ہیں۔ اور عمر کے خاتمے پر کتّے کی موت جان دے دیتے ہیں۔ پھر آکر پیدا ہوتے ہیں۔ اور جیسے جانور پیدا ہوئے تھے پھر ویسے ہی مر جاتے ہیں ⁜

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آواگون فلسفیانہ مسئلہ ہے یا محض ایک

من گھڑت بات برہمنوں اور پجاریوں نے لوگوں سے ٹکے ٹھگنے کو بنائی ہے
احمدیہ فرقے کے مسلمان قادیان سے ایک مذہبی رسالہ انگریزی میں شائع کرتے
ہیں۔ اس میں مضامین کا ایک سلسلہ گیتا کی تعلیم پر بھی نکلا تھا۔ لکھنے والے نے
عام طور پر اس متبرک کتاب کی تعلیم کی داد دی تھی۔ لیکن اس کا یہ خیال پڑھکر
مجھے بڑی ہنسی آئی۔ کہ آواگون کا مسئلہ گیتا میں بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ گیتا کے
شلوک گنے ہوئے ہیں۔ الفاظ گنے ہوئے ہیں۔ ان میں کسی کا کچھ داخل کرنا محض بعید
از قیاس ہے۔ پھر پُنر جنم کا ذکر گیتا میں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ آیا ہے۔ اور یہ
گیتا کے فلسفے کا جزو اعظم ہے۔ اگر آواگون کو گیتا سے خارج کر دیا جائے۔ تو تمام
تعلیم بے معنی و بے ربط ہو جائے گی ÷

آواگون ایک بدیہی بات ہے۔ جس سے سوچنے والی طبیعتیں گریز نہیں
کر سکتیں۔ اس کا مدار مسئلہ علت و معلول پر ہے۔ دنیا میں اختلاف اور نیرنگی لاانتہا ہے۔
ایک امیر کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا فقیر کے گھر۔ ایک تندرست و توانا پیدا ہوتا ہے
دوسرا مریض و ناتواں یا اندھا۔ لولا۔ لنگڑا۔ جذامی۔ کوڑھی۔ ایک ایسی جگہ اگر جنم لیتا ہے
کہ ترقی جسمانی عقلی۔ اخلاقی اور روحانی کی راہیں ہر طرف سے کھلی ہوئی ہیں۔ دوسرا
اُس جگہ جنمتا ہے کہ کسی قسم کی ترقی کا امکان نہیں۔ یہ اختلاف کیوں ہے۔ اسکی کوئی
وجہ ضرور ہونی چاہئے۔ معلول بے علت نہیں ہوا کرتا ÷

اگر کہو کہ خدا ارواح کو نیستی سے ہست کرتا ہے۔ اور اپنی رضا کے مطابق
چاہے۔ جس کو چاہے جہاں پیدا کر دیتا ہے۔ تو اُس پر اوّل تو یہی سخت اعتراض ہے
کہ نیستی سے ہستی محال ہے۔ دوسرے خدا پر یہ اعتراض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ انعام
یا سزا بغیر مستحق کو دیتا ہے۔ کیونکہ انعام یا سزا کا دونوں صورتوں میں استحقاق تو
اسی وقت قائم ہونا ممکن ہے۔ جب انعام یا سزا کے کام پہلے سے موجود ہوں۔

اگر ان کاموں کا وجود پہلے سے تسلیم نہیں کیا گیا۔ تو انعام و سزا کی معیار سوائے رضائے الٰہی اور کچھ نہیں ٹھہر سکتی۔ اور یہی قابل اعتراض بات ہے جس سے خدا کی ذات پاک پر پہنچنے والے کو حرف گیری کا موقع ملتا ہے۔ اگر ہم بجائے اس کے سیدھی بات یہی مان لیں کہ ایک جنم میں جو سُکھ یا دُکھ جیو کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ اس کے پچھلے جنم کے اعمال کا پھل ہے تو راستہ صاف ہے۔ کوئی اعتراض عائد حال نہیں ہوتا۔ اسی اصول کو مدِنظر رکھ کر ہمارے ہاں آواگون کا مسئلہ مانا گیا ہے۔ دنیا نیرنگی اور اختلاف سے بھری پڑی ہے۔ ایک امیر ہے ایک غریب ہے۔ ایک بیمار ہے۔ ایک تندرست ہے۔ ایک سُکھی ہے۔ ایک دکھی ہے۔ چونکہ ان حالتوں کو یا تو انعام میں داخل کیا جا سکتا ہے یا سزا میں۔ اور انعام و سزا اعمال کے بغیر ناممکن ہیں۔ اس واسطے اس جنم میں ہمیں جو انعام یا سزا مل رہی ہے وہ پہلے جنم کے کرموں کا پھل ہے اور کچھ نہیں۔ یہ دلیل آئینے کی طرح سے صاف اور روزِ روشن کی طرح سے روشن ہے ؛

جیسا میں اوپر لکھ آیا ہوں رضائے الٰہی وغیرہ کی باتیں خاص زمانے اور ملک کی خاص حالت تعلیم سے وابستہ تھیں۔ آج کل کی سائنس اور فلسفہ دان انہیں ماننے ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کیا مغرب اور کیا مشرق دونوں طرف بیدینی کا زور ہے۔ اور لوگ مسائل مذہبی کی طرف سے سخت بدظن نظر آتے ہیں۔ ہندوؤں میں قدیم سے فلسفہ و مذہب قدم بقدم اور ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ اسواسطے ہمارے ہاں کے مذہبی مسائل بے سروپا اور لغو نہیں ہوتے۔ بلکہ دلیل کی پوری روشنی سہار سکتے ہیں ؛

جیو اپنی ماہیت ذاتی سے خلق ہونے والی چیز نہیں ہے۔ نہ اسکی ابتدا احاطۂ امکان میں ہے نہ انتہا۔ اس کا بیان شرح و بسط کے ساتھ اوپر کی

فصلوں میں آچکا ہے۔ خدا حق ناشناس اور نا انصاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کو ایسا ماننا ماننے والے کی عقل کا قصور ہے۔ جو جیو جس جس حالت میں اور جس جس جگہ جنم لیتے ہیں۔ اپنے پہلے اعمال و افعال کی پاداش میں لیتے ہیں جن کے کرم اچھے ہیں وہ اچھی جگہ پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے کرم بُرے ہیں وہ بُری جگہ پیدا ہوتے ہیں۔ کرم یوگ کے بیان میں ہم اس کی توضیح کریں گے۔ یہاں صرف ایک اعتراض اُٹھاتے ہیں جو عموماً سنا جاتا ہے۔ کہ اگر ہمارا یہ جنم پہلے جنموں کے کرموں کا نتیجہ ہے۔ تو وہ ہمیں یاد کیوں نہیں۔ اور جب یاد نہیں تو اس جنم سے فائدہ کیا۔ کیونکہ ہم ویسے ہی کرم پھر کریں گے ؟

اس اعتراض کے اُٹھانے میں معترض بڑی بھاری غلطی کر رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کے جس حصّے کا ہمیں اب علم نہیں۔ اور سہو ہو گیا ہے۔ وہ ہماری زندگی کا حصّہ ہی نہیں۔ پہلا جنم بھی جیو کی زندگی کا ایک جزو ضعیف ہے۔ کیونکہ ایسے ایسے لاانتہا حصّے مل کر ایک زندگی بنتی ہے۔ اس فضول اعتراض کے نتیجے دیکھئے۔ کون سا شخص ہے۔ جسے اس دُنیا میں پیدا ہونے سے لگا کر دس یا بارہ برس کی عمر کے حالات جوانی یا پیری میں یاد رہتے ہیں۔ پس چونکہ یہ حصّہ احاطۂ حافظہ سے نکل گیا۔ اس میں ہم زندہ ہی نہ تھے۔ اور یہ ہماری زندگی کا حصّہ ہی نہ تھا۔ بعض شخص پیری میں اپنی تمام پہلی زندگی بھول جاتے ہیں۔ وہ گویا بچے۔ جوان اور پختہ کار ہوئے ہی نہیں۔ واہ وا آفرین بریں عقل و دانش !! پھر یاد کی کہئے تو پچھلے جنموں کی کچھ باتیں یاد کیوں نہیں رہتیں۔ ہر ایک ذی حیات مرنے سے ایسا کیوں ترساں ہے۔ موت کا یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جنم جنمانتروں کے تجربے سے۔ یہی حال توالد و تناسل کے عمل کا ہے یہی حال پیدا ہوتے ہی پستان مادر پر منہ لگائے یا دانہ دنکا چگنے کا ہے۔ چونکہ

بقائے زندگی کے واسطے تینوں اعمال نہایت ہی ضروری ہیں۔ اس واسطے انکا اثر ایسا گہرا ہے کہ جنم جنمانتروں میں بھی سہو نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ کون سے اعمال کی پاداش میں موجودہ جنم ملا ہے۔ وہ کون ایسا آنکھوں کا اندھا ہے۔ جسے معلوم نہیں۔ کس کا ضمیر ایسا مردہ ہے۔ کہ نیکی بدی کا فرق اور نیک و بد اعمال کی تمیز اس میں نہ ہو۔ اگر نہیں تو شاستر کے دفاتر موجود ہیں۔ انہیں دیکھو وہ بتائیں گے۔ گوروؤں اور آچاریوں کے پاس جاؤ۔ وہ بتائیں گے ؀

یہ موٹی موٹی باتیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ آواگون کا مسئلہ جیو کے اس سروپ پر غور کرنے سے حل ہو سکتا ہے۔ جس میں اُسے آواگون ہوا کرتی ہے۔ آتما نوری ہے اور اس پر مایا اور مایا کاریہ کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا ستھول یعنی کثیف ہے۔ اِس لئے ہمارا بدن بھی کثیف ہے۔ مرنے پر اس چولے کو آگ کی نذر کیا جاتا ہے۔ جس شریر سے آدمی کام یا پتری لوک میں جاتا ہے۔ وہاں وہ کام کے طبقے میں رہتا ہے۔ اس لئے اس کا شریر بھی اسی لطیف مادے کا ہوتا ہے۔ یہ ادنےٰ درجے کی خواہشات اور شہوات ہیں۔ یہ شریر چھوٹ جاتا ہے۔ تو سورگ میں من کے نیچے طبقوں میں رہتا ہے جو منومے کوش کہلاتا ہے۔ یہ تینوں جسم بدلتے ہیں۔ کیونکہ جیو سورگ سے نیچے کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ تو ہر ایک شریر نیا لیتا ہوا چلا آتا ہے ؀

رہ گئے من کے اعلےٰ طبقے۔ بدھی اور مایا۔ وہ بدستور قائم رہتے ہیں۔ ان کو بگیان مے کوش اور آنند مے کوش کہتے ہیں۔ ہزاروں میں سے کوئی برلا ہی حیات میں ان طبقوں میں پرکانشس یا عالم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ جو کرم ہم کرتے ہیں۔ گو اس کا اثر ہر ایک شریر یا کوش پر پہنچتا ہے۔ لیکن جن طبقوں پر ہم گیان وان ہیں۔ وہ بدل جاتے ہیں اور جن پر ہم گیان وان نہیں ہیں۔ وہ قائم

ہیں۔ پس اگر ان اونچے کوششوں پر وہ اثرات موجود بھی ہیں۔ جو لگے جنموں میں کروں نے کئے ہیں۔ تو بھی عوام الناس انہیں جان نہیں سکتے۔ ہاں اگر خاص ریاضتوں سے یہ قدرت بہم پہنچائی جائے۔ کہ اس عالم کثیف میں ہم اعلیٰ من اور بدھی کے طبقے کی سیر کر سکیں۔ تو ہمیں اپنے پچھلے جنم آئینے کی طرح صاف نظر آئیں گے۔ ایسے آدمی بہتیرے ہوتے ہیں اور ہیں۔ جو اپنے پہلے جنموں کا حال بتا سکتے ہیں۔ اور ان پر کیا حصر ہے۔ جو تکلیف گوارا کرے۔ وہ یہ قدرت بہم پہنچا سکتا ہے ✤

غرض ہر پہلو سے آواگون کا مسئلہ قدرتی مسئلہ ہے۔ فلسفیانہ مسئلہ ہے۔ قرین عقل مسئلہ ہے۔ اس کا ذکر گیتا میں جابجا آتا ہے۔ دوسرے ادھیائے میں جہاں گیتا شروع ہی ہوتی ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ✤

طفلی و جوانی و ضعیفی جس طرح جسم انسان کے ساتھ ہیں پس اس طرح
ہے جسم جدید کے بھی ملنے کا حال دانا کو ہو مرنے سے بھلا ڈر کس طرح

۱۔ ۲۔ شی۔ ۱۳

جس طرح کہ ہم اتار کر رخت کہن کر لیتے ہیں سب جامۂ نو زیب بدن
چولا یہ آتما بدلتا ہے نیا ہو جاتا ہے کہنہ جبکہ یہ جامۂ تن

۱۔ ۲۔ شی۔ ۲۳

جس طرح جیو چولا بدلتا ہے۔ اس کی تشریح مندرجہ ذیل تین شلوکوں میں ہے۔ یہاں اس بات کی بھی توضیح ہے۔ کہ جیو قدیم ہیں۔ اور اس بات کی بھی کہ شریروں کا گرہن سو کشم شریر کی مدد سے ہوتا ہے۔ اس کو بھگوان نے کوٹستھ یا اکشر کا نام دیا ہے۔ ان دونوں الفاظ کی معنی قائم اور غیر فانی کے ہیں ✤

یہ جیو میری ذات کے حصّے ہیں قدیم — دنیا میں جو آتے جاتے ہیں اور ہیں مقیم
پرکرتی میں سے چھ حواسوں کو لئے — جن میں سے من چھٹا ہے سب کو تسلیم

جب چھوڑتا ہے یا کہ کوئی تن لیتا — چلتا ہے انکو لے کے مالک تن کا
جس طرح کہ خوشبوئے معطر لے کر — گلشن سے چلا کرتی ہے گلشن کی ہوا

ا-۱۵- ش ۷ - ۸

دنیا میں دو پرش ہیں سن میری بات — فانی ہے ایک ایک کی باقی ذات
جتنی مخلوق ہے وہ سب فانی ہے — قائم ہے جو۔ باقی ہے وہ انیک صفات

ا-۱۶- ش ۱۶

اس کوٹستھ یعنی آواگون میں آنے جانے والے جیو سے اس کا اصلی سروپ یعنی شدھ چیتن الگ چیز ہے۔ اسے بھگوان اس سے اگلے شلوکوں میں اپنا سروپ بتلاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اصلی سروپ یہی ہے۔ ان شلوکوں کا یہاں نقل کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ؛

جونوں کا ملنا ظاہر ہے۔ کہ ان اعمال اور خیالات پر موقوف ہے جو زندگی بھر آدمی کرتا یا سوچتا رہا ہے۔ مرتے وقت بھی یہی خیالات اسکی طبیعت پر حاوی رہیں گے۔ اور آئندہ ویسا ہی جنم دلوائیں گے۔ بھگوان فرماتے ہیں ؛

جس وقت کہ ستو کا ہو غلبہ دل پر — اور موت کا ہو شکار اسوقت بشر
وہ اعلےٰ گیانیوں کے لوگوں میں سدا — جاتا ہے جو پاکی و صفائی کے ہیں گھر

غلبے میں رج کے جان جو ہے دیتا — وہ اہل عمل کے گھر ہے پیدا ہوتا
اور جو مرتا ہے تم کے غلبے میں یہاں — ہوتا ہے جنم جانوروں میں اس کا

اچھے اعمال کا ہے پھل بھی اچھا ۔۔۔ کہتے ہیں ساتوک اسے مرد صفا
رج کا ہے پھل ہمیشہ دکھ اے ارجن ۔۔۔ اور پھل اگیان ہے ہمیشہ تم کا

پیدا ہوتا ہے ستو سے دائم گیان ۔۔۔ اور رج سے طمع تجھے رہے اسکا دھیان
اگیان اور بھول موہ وہ چیزیں ہیں ۔۔۔ جو تم سے ہوا کرتی ہیں اس کو پہچان

جاتے ہیں تمام ستو والے اونچے ۔۔۔ رہتے ہیں بیچ ہی میں سب رج والے
رہنے والے ذمیم پچھلے گن میں ۔۔۔ گرتے ہیں تامسی ہمیشہ نیچے

ا۔۱۴ اش ۱۶۔۱۸

یوگ بھرشٹ جس طرح اونچے لوگوں کا سکھ بھوگ کر اچھے گھرانوں یا گیانیوں میں جا کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ شلوک ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ مگر یہاں انکا دوبارہ دینا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح اور بیسیوں جگہوں سے شلوک نقل کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں آواگون کا ذکر ہے ؀

آٹھویں فصل۔ بندھ کیا چیز ہے؟

آواگون کے لامتناہی چکّر کا مختصر ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ یہ وہ چکّر ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ایک جنم کے بعد دوسرا جنم ہے۔ اس کے بعد اور اور پھر اس کے بعد اور۔ یہ تو جنم ہیں۔ کلپوں کو لیجئے۔ ایک کلپ کے بعد دوسرا کلپ ہے۔ اور اس کے بعد اور کلپ پھر اور پھر اور۔ غور تو کرو کیا

لاانتہا ہی چکر ہے جس کا وار ہے نہ پار۔ سوچنے سے بدن کے روئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دل کانپا جاتا ہے۔ اس چکر میں جیو ہیں کہ پڑے گھوما کرتے ہیں اور ٹھیرنے کے واسطے ٹھکانا نہیں پاتے ❊

ایک جنم یعنی زندگی انسانی کو لیجئے اور دیکھئے کہ اس دنیا میں آدمی کی جان کے ساتھ کیا کیا مصیبتیں لگی ہوئی ہیں۔ نو مہینے ماں کے گربھ میں محض پودوں یا درختوں کی طرح پڑا ا نموسے جسم پاتا ہے۔ اور پیدا ہونے کی دیر نہیں کہ باآواز پُر درد رونا شروع کرتا ہے۔ گویا آیندہ جو مصیبتیں پیش آنے والی ہیں اُن سے خائف و ترساں ہے۔ شیرخواری کا زمانہ محض بےبسی اور بےکسی میں گزرتا ہے۔ دست و پا ہلانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ حاجات و ضروریات کسی سے بیان نہیں کرسکتا تکلیف ہے بیماری ہے۔ بھوک پیاس کی اذیت ہے۔ سب جان پر سہتا ہے۔ اور رونے کے سوائے کچھ نہیں کہتا ہے۔ ذرا عمر بڑھتی ہے تو دانت نکلنے کے امراض ستاتے ہیں۔ خسرہ چیچک سے مشکل سے جان بچتی ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں اِدھر کھیل کود کا شوق اُدھر جورِ اُستاد اور مادر پدر کی سزا دہی کا خطرہ رہتا ہے۔ دل میں اُمنگیں بہت اُٹھتی ہیں۔ لیکن ان کے پورے ہونے کا سامان چونکہ بہم پہنچتا نہیں۔ ہمیشہ مغموم و مکدّر رہتا ہے ❊

جوانی یوں کہنے کو تو دیوانی مشہور ہے۔ لیکن جوانوں ہی کے دل سے پوچھئے کہ ان میں کیا کیا حسرت و ارماں بھرے ہیں۔ اور کیا کیا رنج و حرماں رونما ہیں۔ ادھر ہم عمروں سے رشک و حسد ستاتا ہے۔ اُدھر دنیاوی افکار کی ہوا لگنی شروع ہوتی ہے ذرا اور عمر بڑھی کہ گرہست کے افکار نے شکار بنا یا۔ دکان یا دفتر پورا پورا زندان خانہ ہے۔ پیٹ کی دوزخ ہے کہ

بھرنے میں نہیں آتی۔ اور ہل من مزید کے نعرے لگائے جاتی ہے۔ پھر اپنا پیٹ ہے۔ بیوی بچوں کا پیٹ ہے۔ بوڑھے بدمزاج ناسپاس رشتہ داروں کا پیٹ ہے۔ سب کی جان کے ساتھ بیماریاں لگی ہوئی ہیں۔ کہ ختم ہونے ہی میں نہیں آتیں۔ عزیز و اقارب اور یار و آشنا بار بار بے وفا اور ناسپاس ثابت ہوتے ہیں لیکن کیا کیا جائے کام انہیں لوگوں سے ہے۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا پڑتا ہے۔ پیری میں قوا کے ساتھ تمام عزیز رشتہ دار کیا اپنے بیٹے جنہیں جان سے بھی زیادہ عزیز رکھا تھا۔ بات بات پر بوڑھے میاں کو یاد دلاتے ہیں کہ تم اب نکمے ہوئے۔ جسم بیماریوں کا گھر بن جاتا ہے۔ اور آخر وہ دن آجاتا ہے کہ تمام حسرت و ارماں لئے یہاں سے کوچ کی تیاری ہو جاتی ہے ÷

ہم نے اوپر کی تصویر میں کسی قسم کی رنگ آمیزی یا مبالغے سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ صرف وہ باتیں بتائی ہیں جو اپنے گرد و پیش ہر ایک شخص دیکھتا ہے یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ امیر و غریب سب کی جان کے ساتھ تین طرح کے دکھ لگے ہوئے ہیں۔ جنہیں ادھیاتمک۔ ادھی بھوتک اور ادھی دیوک کہتے ہیں۔ ادھیاتمک کا من سے تعلق ہے۔ ادھی بھوتک کا جسم سے اور ادھی دیوک سماوی آفات ہیں۔ فکر ستاتا ہے۔ غم و الم جان کھاتا ہے۔ رشک و حسد اور بغض و عداوت دل کو پاش پاش کئے ڈالتی ہے۔ یہ سب ادھیاتمک دکھ ہیں۔ جسم میں آئے دن اور نت نئے جور و گم اٹھتے رہتے ہیں۔ وہ ادھی بھوتک دکھ کے پیدا کرنے والے ہیں۔ پھر ادھی دیوک دکھ یعنی ناگہانی اور لاعلاج آفات ہیں۔ وہ ستاتی ہیں۔ آج شہر میں ہیضہ پھیل رہا ہے۔ کل طاعون کا زور ہے۔ اس سال امساک باراں سے قحط ہے۔ اگلے سال وہ

سیلاب اور طوفان آتے ہیں کہ شہر کے شہر تباہ کر جاتے ہیں۔ ان دُکھوں سے کیسے نجات ہے۔ جیسے دیکھو۔ بادل برباں ہمیشہ گریاں نظر آتا ہے ÷

ہم نے یہاں صرف ایک زندگی انسانی کو لیا ہے۔ اور اُس کے دُکھ بیان کئے ہیں۔ جتنی جونیں جیو پہلے بھگت آیا ہے اُن کے دُکھوں کو کون شمار کر سکتا ہے۔ پھر مر کر پِتّری لوک میں پہنچے تو وہاں بھی اسی دنیا کی طرح دل کی جلن اور خاطر کے اضطراب سے فراغت نصیب نہیں ہوتی۔ یہیں کے سارے عذاب وہاں بھی جان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ وہاں سے سُورگ لوک میں پہنچے اور اس دنیا کے لحاظ سے کچھ سکھ بھوگنے کا موقع ملا۔ تو کیا خاک ملا۔ جن کرموں سے یہ لوک نصیب ہوتے ہیں۔ وہ فانی والے ہیں۔ اور ان کے نتائج سب انجام پذیر ہیں۔ سُورگ میں ایک طرف تو حسد ستاتا ہے۔ کہ اور لوگ ہم سے بھی اونچے بھوگ بھوگ رہے ہیں۔ دوسرے یہ فکر ہمیشہ جان کے ساتھ ہے کہ آج نکالے گئے یا کل نکالے گئے۔ بہشت جاودانی محض کہنے کی کہانی ہے سُورگ میں علے اللہ دوام کون رہا ہے۔ اور کون رہے گا۔ اونچے سے اونچے لوک سے بازگشت ہے۔ بھگوان خود کہتے ہیں۔ اور یہ بدیہی بات بھی ہے کرم کا جو پھل ہوگا۔ وہ سب ناشوان ہوگا ÷

عالم ہیں برہم لوک تک جو سارے وہ سب ہیں بازگشت کے نظّارے
جو شخص مگر مجھے پہنچ جاتے ہیں لے ارجن جنم انہوں نے کب ہیں دھارے

ا۔ ۸۔ شلوک ۱۶

یہ دُکھوں کا لامتناہی سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ پھر ایک جنم نہیں جنم جنمانتر ہیں۔ ایک جنم کے بعد دوسرے ہیں۔ پھر تیسرے میں برابر اسی طرح چلا جاتا ہے۔ آدمی کرم کرتا ہے کرم سے جنم پاتا ہے۔ اس جنم میں پھر کرم کرتا ہے

اور اُن کرموں سے اور جنم پاتا ہے - غرض ایسا چکر ہے کہ برابر چلا جاتا ہے یہ چکر کس نے جیو کی جان کے ساتھ لگایا - کسی نے نہیں - جیو نے اپنے آپ لگایا ہے - خود اپنی جان کو روگ لگایا ہے - بے شرکت غیرے لگایا ہے ؛

سروپ سے آدمی شدھ گیان روپ ہے - اس میں پاپ اور کرم کا لیش بھی نہیں ہے - ناظر و شاہد ہے - مگر تماشوں میں اس طرح پھنس رہا ہے کہ اپنی ذات کو بھول گیا ہے - خواب میں خواب کے نظاروں میں اس طرح محو ہو گیا ہے - کہ انہیں سچا سمجھ کر نظر نہیں اُٹھا سکتا - جو حقیقت میں مایا کا حاکم یا ادھشٹھاتا ہے - وہ مایا کا غلام بن گیا ہے - جو گیان روپ ہے - اُس نے اگیان سے اپنا گیان ڈھانک لیا ہے - یہ تمام بندھ کی ماہیت اور سروپ ہے - اور اس کا بار بار گیتا میں ذکر آتا ہے ؛

فاعل اور فعل اس زمانے کے تمام | اور ثمرۂ فعل سے تعلق کا نظام
ایشر کی طرف سے نہ سمجھنا ہرگز | مایا کے پا سبھاؤ کے ہیں یہ کام

دنیا میں کسی کے نیک و بد کاموں کی | ہے ذات بسیط کو نہ کچھ لوٹ کبھی
اگیان نے گیان کو ڈھکا ہے ازبس | اسواسطے مخلوق ہے غفلت میں پڑی

ہاں گیان سے اگیان کو اپنے اس جا | جن لوگوں نے سعی کر کے ہے دور کیا
مہر درخشاں کی طرح سے ان کا گیان | اے ارجن آتما کو ہے چمکاتا

گ - ۵ - شلوک ۱۴ - ۱۶ -

اسی مایا کا دوسرا نام خواہش ہے - جو طرح طرح کے تماشے دکھاتی اور ان میں پھا

پھنساتی ہے۔ جن کا نتیجہ پاپ جنم اور مرن ہے۔ چنانچہ یہ سوال وجواب اس کی توضیح کرتے ہیں ۔

ارجن بولا

کرتا تحریک کون ہے انساں کو ۔۔۔ مصروف جو اسطرح عصیاں میں ہو
گویا کہ کراتا ہے پکڑ کر کوئی ۔۔۔ گو چاہ نہیں گناہ تم پھر بھی کرو

شری بھگوان بولے

خواہش ہے نام اسکا غصہ ہے یہی ۔۔۔ پیدائش جسکی ہے رجوگن سے ہوئی
پاپی بھی بڑا ہے اور بڑھ پیٹو بھی ۔۔۔ دشمن ہے ایک یہ نہیں اور کوئی

جس طرح دھواں آگ کو ہے ڈھک لیتا ۔۔۔ جس طرح کہ ڈھک لیتا ہے زنگ آئینہ
جس طرح جنین کو ہے جھلی ڈھکتی ۔۔۔ ہے جہل نے آتما کو اس طرح ڈھکا

خواہش کی آگ ہے نہایت روشن ۔۔۔ بجھتی نہیں یہ بجھائے ۔ کرلاکھ جتن
انوار کو آتما کے اُس نے ہی ڈھکا ۔۔۔ اور گیان کا سخت ہے یہی تو دشمن

رہنے کی جگہ تجھے بتاؤں اس کی ۔۔۔ سب اندریاں ہیں، من ہے اور ہے بدھی
ان سے یہ گیان کا احاطہ کر کے ۔۔۔ انسان کو موہ لیتا ہے جیتے جی

کہتا ہوں اسی واسطے ارجن تجھ سے ۔۔۔ تو اندریوں کو روک سب سے پہلے
پھر ہمت کر کے مار اس پاپی کو ۔۔۔ گیان اور وگیان ناش جس نے ہیں کئے

۱-۳-ش-۳۷-۴۱

مندرجہ ذیل دو شلوکوں میں یہ مضمون اس خوبی سے بیان ہوا ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے +

لیتے ہیں دل میں لذّتوں کا جو مزا — لذّات سے ہوتا ہے تعلّق پیدا
ہوتی ہے تعلّق سے ہویدا خواہش — خواہش سے ہوا کرتا ہے پیدا غصّہ

غصّے سے ہوا کرتا ہے غفلت کا ظہور — غفلت سے حافظے میں آتا ہے قصور
ہوتا ہے اس قصور سے عقل کا ناس — ہے عقل کا ناس ناس انساں کا ضرور

اِن کے معنی یہ ہیں کہ جیو لذّتوں کا دل میں مزا لیتے رہتے ہیں۔ یعنی بشیوں کا دھیان کرتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن بشیوں کے بھوگنے کی تیز خواہش طبیعت میں پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ ہر ایک خواہش کا پورا ہونا محال ہے اسواسطے نہ پورا ہونے کے باعث غصّہ آتا ہے۔ جہاں غصّہ طبیعت پر حاوی ہوا۔ اور آدمی موہ جال میں پھنسا۔ اُسے یہ یاد نہیں رہتی کہ میں شُدّھ گیان سروپ آتما ہوں۔ اور مجھے بشیوں سے کسی قسم کا سروکار نہیں ہے۔ یہی حافظے کا بگاڑ ہے۔ اِس سے عقل قائم نہیں رہتی۔ جس سے سمادھی میں سروپ آنند کا حظ حاصل ہو۔ جب بُدّھی سُستھر نہیں ہوئی تو آدمی کا ناس ہے۔ یعنی جیسا وہ سنساری جیو ہے۔ ویسا ہی بنا رہتا ہے۔ یعنی بندھ میں پھنسا رہتا ہے۔ اوپر کے تمام شلوکوں سے ظاہر ہے۔ کہ جس چیز کا نام بندھ ہے۔ وہ محض اپنا واہمہ یا اگیان ہے۔ جس کا دوسرا نام مایا میں پھنسنا ہے +

کہتے ہیں جسے بندھ وہ ہے واہمہ تیرا
کو ترک اسے اور تو ہے مکت ابھی

نویں فصل۔ موکش اور موکش کا رستہ

بندھ کا سروپ جب تک بخوبی ذہن نشین نہیں ہو جاتا۔ موکش کے بارے میں آدمی سخت مغالطے کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موکش کی نسبت عجیب و غریب خیالات دیکھنے میں آتے ہیں۔ بعض مت یا مذاہب فلسفہ موکش کو کوئی چیز مانتے ہی نہیں۔ یہ زیادہ تر دہریئے لوگ ہیں۔ انہوں نے آتما کے سروپ سمجھنے میں سخت غلطی کی ہے۔ لہٰذا موکش کو یہ غریب کیا جان سکتے ہیں۔ انکا کھنڈن ہم تفصیل کے ساتھ اوپر کر آئے ہیں ÷

اب ان متوں کو لیجئے جن میں یہ مانا جاتا ہے۔ کہ موکش دوامی چیز نہیں ہے۔ بلکہ کچھ عرصے کے لئے ہو جاتی ہے۔ مثلاً دس پانچ ہزار برس جیو مکت رہا۔ پھر میعاد ختم ہونے پر دنیا میں چلا آیا۔ یہ عجیب و غریب موکش سیمانسکوں یعنی پورب میمانسا کے ماننے والوں کے ذہنوں میں شروع شروع میں بیٹھی تھی۔ آج کل ان کے خیال کو ایک نئے مہاتما نے زندہ کرنا چاہا ہے۔ یہاں بھی آتما کا سروپ نہ پہچاننے کی وجہ سے موکش کے بارے میں غلطی ہوئی ہے۔ میمانسک کرم کانڈی ہیں۔ ان کا دین و ایمان ویدک کرم یعنی یگیہ کرنا ہے۔ کرم کا پھل معمولی روزمرّہ کے تجربے سے ناشوان ثابت ہے۔ اور چونکہ موکش بھی انہیں کرموں کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی برا سے چند سے ہی ہوگی۔ یہ ان لوگوں کی دلیل ہے ÷

مگر سوال یہ ہے۔ کہ جب جیو نِتیّہ ہے۔ اور اس کے ساتھ جنموں کا لاانتہاہی سلسلہ ہے۔ تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ وہ لاانتہا وقت تک آواگون کے چکّر میں

بڑا گھومااور دُکھ اُٹھایا کرتا ہے اگر دس ہزار برس اونچے لوک ہیں اچھّے مکانوں میں رہ آیا اور اچھّے بھوگ بھوگ آیا تو اسے فائدہ کیا خاک ہوا۔ دس ہزار کیا لاکھ برس بھی لاانتہا وقت کے مقابلے میں لمحہ بھر سے زیادہ نہیں۔ اس موکش کو لیکر کیا چولھے میں ڈالنا ہے۔ جس کے بعد پھر جنم جنماتر اور ان کے ساتھ وہی دُکھوں کا لاانتناہی سلسلہ ہے۔ موکش اگر دوامی نہیں تو خاک بھی نہیں۔ کون سمجھدار آدمی ایسے موکش کی خواہش کرسکتا ہے۔ جو ابھی ہے ابھی نہیں۔ اس پر تو موکش کا اطلاق ہی نہیں ہوسکتا۔ یہ بھولے آدمی سورگ میں کچھ عرصے رہ آنے کو اپنے گمان باطل میں موکش سمجھے ہوئے ہیں۔ ان کی عقلوں کو من کے نیچے کے طبقوں سے اوپر آنا نصیب نہیں ہوا ہے۔ نہ یہ آتما کے سِرّ خفی کو پہنچے ہیں۔ جن اونچے سورگ لوکوں میں رہنے کو یہ لوگ اپنے ذہن میں موکش سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کی نندا کرتے ہوئے بھگوان کہتے ہیں ؎

چھُٹ پاپ سے سوم نوش ویدوں کے دھنی   یگّوں سے جنہوں نے کری پوجا کی
اور جاہی سورگ پُن سے پاتے بھی ہیں   اور بھوگتے بھوگ دیوتاؤں کے سبھی

اس طرح بڑا سورگ جب بھوگ چکے   اور پُنّ ہوا ختم تو یاں ہیں آتے
ویدوں کے دھرم پہ چلنے والے کامی   آنے جانے سے چھوٹنے کب پائے

ا۔ ۹۔ ش۔ ۲۰۔ ۲۱

کچھ اور مذاہب موکش کو اس طرح مانتے ہیں۔ کہ علے الدّوام کے واسطے آدمی کو بہشت مل جاتی ہے۔ اور وہاں مرضی کے مطابق اُسے ہر قسم کے من چیتے بھوگ بھوگنے کو ملتے ہیں۔ وہ بھوگ کیا ہیں۔ یہ محض ماننے والوں کی دماغی گھڑت ہے۔ مثلاً ڈنمارک۔ روس۔ سویڈن۔ ناروے اور امریکہ کے قدیم وحشی باشندے جن کا

زیادہ تر وقت شکار میں گزرتا تھا۔ یہ سمجھتے تھے۔ کہ بہشت میں بڑے بھاری وسیع میدان ہیں۔ جن میں جی کھول کر شکار کیا جا سکتا ہے اور دیوتا جانوروں کے سینگوں میں ہمیں وہاں روز اتنی شراب پلائیں گے کہ ہم بیہوش ہو کر پڑ رہا کرینگے۔ عرب صحرائی ملک کے رہنے والے ہیں۔ جہاں پانی کی قلت ہے۔ ان کی بہشت میں جابجا نہریں بہتی ہیں۔ اور کھجوروں کے درخت ان پر سایہ فگن ہیں۔ یہاں بھی شراب کی کمی ہے نہ حسین عورتوں اور مردوں کی۔ ہندوؤں کے بعض فرقے بہشت میں سونے کے محل۔ طرح طرح کی خوش ذائقہ مٹھائیاں۔ دودھ اور دہی۔ طرح طرح کے خوش ذائقہ پھل۔ بہتی ندیاں۔ دلفزا باغ وغیرہ مانتے ہیں۔ اسی طرح ہر قوم کا خیال اپنی ملکی حالت کے لحاظ سے مختلف ہے۔ گرم جگہ کے رہنے والے بہشت کو سرد جگہ مانتے ہیں۔ اور سرد ملکوں کے رہنے والے گرم۔ لیکن ایک خیال سب کے ہاں متحد پایا جاتا ہے۔ کہ بہشت میں وہی بھوگ ہیں جو یہاں ہم حواسوں سے روزمرہ بھوگتے ہیں۔ یہاں تھوڑے ہیں وہاں بہت۔ یہاں کبھی کبھی بھوگنے میں آتے ہیں۔ وہاں ہمیشہ کے واسطے ملیں گے॥

یہاں بھی ماننے والوں کے خیالات من کے نیچے طبقوں سے اوپر نہیں اُٹھے۔ جس ہوا و ہوس میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ وہی لذات و شہوات من نے بہشت جاودانی میں تصوّر کر لی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ لذّات حواس اعمال کے نتائج کے صلے میں ملی ہیں۔ انہیں دوام کیونکر نصیب ہو سکتا ہے جس طرح اعمال گے اور نتائج فناپذیر ہیں۔ اسی طرح ہر قسم کی بہشت بھی فناپذیر ہی ثابت ہوتی ہے۔ بہشت جاودانی محض کہنے کی کہانی ہے۔ بس خیال ہی خیال ہے اور کچھ نہیں॥

جس طرح کہ عالم ہے یہاں کا جھوٹا ۔۔۔ عالم ہے اسی طرح وہاں کا جھوٹا
اے جوہر ہمارا تو عقیدہ یہ ہے ۔۔۔ سودا ہے بہشت جاوداں کا جھوٹا

آدمی دُکھوں سے نجات چاہتا ہے۔ اور ایسے سُکھ کی تلاش میں ہے کہ
جسے زوال نہ ہو۔ لیکن سُکھ کا خیال ہے۔ کہ اس میں بہت سی منازل اور درجے
پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بھوکے کُتے۔ گیدڑ یا جھبرے کو لیجئے اور دیکھئے ہڈیاں
چبانے میں اُسے کیا مزا یا سُکھ نصیب ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ آدمی بیٹھ کر
مکلف کھانا کھائے تو اس کا سُکھ کُتے کے مقابلے میں زیادہ لطیف درجے کا
ہے۔ بے شک۔ اب ایک ایسے آدمی کو لیجئے۔ کہ شراب پی کر بدمست ہو رہا ہے۔ اور
اس کے سکھ کا مقابلہ اُس شخص کے سُکھ سے کیجئے جو بیٹھے گانے کا دلکش رس لے رہا ہے
یہاں موسیقی کا لطف لینا شراب میں بدمست ہو جانے سے زیادہ لطیف سُکھ ہے۔
اسی طرح زناکار اوباش آدمی کا سکھ اس شخص کے سکھ سے لطافت و نزاکت میں ذرا
بھی لگّا نہیں کھاتا۔ جو اعلےٰ درجے کی کوئی نظم پڑھکر مزے لے رہا ہے۔ اس سے
بڑھکر سُکھ اُس شخص کا ہے جو اونچے فلسفیانہ خیالات سوچ رہا ہے۔ غرض جس قدر
سکھ زیادہ لطیف ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ آنند دایک ثابت ہوتا ہے۔ اور
جتنا کثیف ہے اتنی ہی کثافت عقل اور لذّات و شہوات میں ملوث ہوتا جاتا ہے۔
کثیف سکھ نہ زیادہ دیرپا نہیں ہوتا۔ لطیف زیادہ دیرپا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی دلیل
دینے کی حاجت نہیں۔ ہر شخص کا تجربہ شاہد ہے۔ پس کوشش یہ ہونی چاہئے۔ کہ
ہمیں لطیف سے لطیف سکھ میسّر ہو اور میسّر کیا ہو۔ اس طرح ہماری ذات کا
حِصّہ ثابت ہو کہ ہم ہمیشہ اسی آنند میں مگن رہیں۔ یہی موکش کا سروپ ہو سکتا ہے ◆

سُکھ کیا چیز ہے۔ اور اس میں درجے کیا چیز ہیں۔ یہ دونوں غور طلب امور ہیں۔
آدمی سکھ کو اپنے سے باہر سمجھے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بیرونیات میں سکھ ڈھونڈتا
پھرتا ہے۔ کبھی اندریوں کے بشیوں کی طرف جاتا ہے۔ کبھی من کے بشیوں کی جانب آتا
ہے۔ مگر سکھ نہیں پاتا۔ پا نہیں پاتا۔ وجہ یہ کہ سکھ باہر نہیں ہے۔ دیکھو ملاپ کے بعد

ہماری کسی عزیز یا پرانے دوست سے ملاقات ہوتی ہے تو کیسا سکھ نصیب ہوتا ہے دوسرے روز وہ ملے تو وہ سکھ نہیں ہوتا۔ اور کچھ عرصے برابر پاس رہے تو مساوات ہو جاتی ہے۔ اور سکھ کا خیال ہی طبیعت سے حک ہو جاتا ہے۔ اگر باہر کے اشئے یعنی اس عزیز یا دوست کی ملاقات میں سکھ ہوتا۔ تو تو اتر و توالی برابر اسی طرح جاری رہتا۔ یہ کیا کہ ایک روز تو اس نے سکھ دیا اور دوسرے دن نہیں۔ اسی طرح اور تمام چیزوں کا حال ہے۔ روپے۔ عزت۔ شہرت۔ اولاد۔ مکان وغیرہ سے جو ابتدا میں سکھ نصیب ہوتا ہے وہ بعد میں نہیں رہتا۔ سب چیزیں مساوی ہو جاتی ہیں۔ اسی سے ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی میں سکھ نہیں ہے۔ پھر ان کے ملنے سے شروع میں سکھ کیوں معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سکھ روپ اپنا آپا یعنی آتما ہے۔ اس پر اگیان کے غلاف کے غلاف ڈھکے ہوئے ہیں۔ جتنا ان غلافوں کا پھیلاو زیادہ ہوگا اتنا ہی آتمانند زیادہ چھپتا چلا جائے گا۔ من کی برتیاں یا کیفیات نفس چونکہ ہر طرف پھیلی رہتی ہیں۔ آتمانند کا پرکاش ہونے نہیں دیتیں۔ جب کوئی ایسی چیز ملتی ہے۔ جس سے من کا پھیلاو سمٹ کر ایک نقطے پر آ جائے۔ تو گویا اگیان کا غلاف سمٹتا ہے۔ اور آتمانند کا کچھ کچھ بھان یا پرکاش ہوتا ہے۔ مثلاً اوپر کی مثال میں دیکھو۔ جس وقت ہمیں عرصے بعد کوئی عزیز یا دوست ملتا ہے۔ تو توجہ سب طرف سے ہٹ کر اس پر مبذول ہوتی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ برتی سمٹ کر یکجا ہوتی ہے۔ اس سے اپنے اندر جو سکھ ہے اس کا کچھ کچھ احساس ہونے لگتا ہے اور آدمی کو ایسا سرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نہ پوچھئے۔ یہ سرور جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں باہر سے نہیں آیا۔ بلکہ اندر سے ظاہر ہوا ہے :

سکھ میں درجوں کا ہونا اب آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جتنا من کی برتیوں کا پھیلاو زیادہ ہوگا اتنا ہی اگیان کا موٹا غلاف ذاتی سکھ کو چھپائیگا۔ سکھ کی کثافت

اور لطافت بھی اس اصول پر مبنی ہے۔ منھول تحریر کے متعلق جو سکھ ہے اس میں چونکہ جسم کثیف کا موٹا پردہ بیچ میں حائل ہے ظاہر ہے۔ کہ یہ کام کے طبقے کے سکھ سے زیادہ کثیف ہوگا۔ کام کے طبقے میں جو سکھ ہے وہ من کے طبقے کے سکھ کے ساتھ لگا نہیں کھاتا۔ بدھی کے طبقے کا سکھ اس سے بھی اعلےٰ ہے۔ اخیر کے پردے یعنی آنند ے کوش کا سکھ سب کے تجربے میں زور آتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جتنے غلاف اوپر سے ہٹتے جاتے ہیں۔ آتما نند کا پرکاش ہوتا جاتا ہے۔ جہاں کوئی غلاف یا کوئی پردہ حائل نہیں۔ وہاں آتما نند اپنی ماہیت ذاتی میں سورج کے پرکاش کی طرح چمکتا ہے۔ یہ انتہائی سکھ ہے جس کی نظیر ہے نہ مثال ہے ؛

دوسرے اودھیائے کے اخیر میں مرد قائم العقل یعنی جیون مکت کا ذکر کرتے ہوئے بھگوان کہتے ہیں ؛

لذات کا حظ نہ لیں تو لذات سبھی ہٹ جاتی ہیں لیک رہتا ہے حظ باقی
لے کے دل سے یہ حظ بھی ہٹ جاتا ہے ہو جاتا ہے جب جلوۂ ذات اصلی

۱-۲ ش ۵۹

اِس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اندریوں کے سکھ کو لوگ معراج سمجھے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ جو بیمار یا اپاہج آدمی اُن کا حظ نہیں لے سکتا۔ وہ بستر مرض پر پڑا ہوا دل ہی دل میں مزے لیا کرتا ہے۔ کہ اچھا ہو کر یوں مزے لوں گا۔ اور وہ یوں مزے لوں گا لیکن سروپ آنند میں وہ حظ ہے۔ کہ جس نے لیا ہے وہ لیتیوں کی طرف توجہ کرنی تو درکنار دل میں بھی ان کا خیال نہیں آنے دیتا۔ آتم آنند میں سرتا پا ڈوبا رہتا ہے ؛

یہ وہ سکھ ہے۔ جس کی بابت و ید بھگوان کی منادی ہے۔ "برہم کا آنند جسے وہی

کرنے والا کبھی کسی سے ڈرتا نہیں ہے"۔ اندریوں کے سکھ حیوانوں کیلئے ہیں۔ من کے سکھ شخ چلیوں اور افیونیوں کے لئے ہیں۔ بدّھی کے سکھ مرتاض ہوس کاروں کے لئے ہیں۔ آنندمے کوش کا سکھ غفلت شعاروں کے لئے ہے۔ گیانی اس آنند میں مگن رہا کرتا ہے۔ جس آنند کے شمہ بھر سے یہ سارا جگت آنندی ہو رہا ہے آنند میں درجے نہیں ہیں۔ اس میں بیشی کمی اور تغیّر و تبدّل نہیں ہے۔ یہ سرور لایزالی ہے۔ اس کو ہمیشگی ہے۔ اسے دوام ہے۔ یہی موکش کا پد ہے یہی بہشت جاودانی ہے۔ نہ کہ وہ جس میں اندریوں کے سکھ یعنی شرابیں اور حسین عورتیں ملتی ہیں۔ وہ سب آنے جانے والی چیزیں ہیں اور اس سروپ آنند کو بقائے دوام ہے +

موکش نہ زمین پر ہے نہ آسمان پر۔ موکش قلب صافی کی اس حالت کا نام ہے جس میں وہ گیان کے نور سے نور آگیں ہو۔ ہماری اپنی ذات پرم آنند روپ ہے۔ مگر ہم نے اس آنند کو گیان کے تہ در تہ غلافوں میں ڈھک رکھا ہے۔ ہمیں الو بھو یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہم سچدانند برہم ہیں۔ مگر اگیان سے محسوس یہ کر رہے ہیں۔ کہ الپگیہ الپ شکتی جیو ہیں اور دکھ ہماری جان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ یہی الٹا گیان اگیان کہلاتا ہے۔ اس الٹے پن کو چھوڑو اور سیدھے رستے چلو۔ مگر جنم جنمانتر سے یہ الٹا گیان اس طرح دل میں گھر کئے بیٹھا ہے۔ کہ ہٹائے نہیں ہٹتا۔ اسے ہٹائیں کیونکر بھگوان دو راستے بتاتے ہیں۔ اور یہ اس موقع پر ذکر آتا ہے جہاں ارجن کو یکساں نظری کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور وہ اعتراض کرتا ہے۔ کہ من بوجہ چنچل ہے۔ اس کا روکنا کٹھن ہے۔ اور جب من نہیں رکا۔ تو سب کو ایک درشٹی یعنی برہم درشٹی سے دیکھنا محال ہے +

ارجن بولا

یہ یوگ جو کرشن آپ نے بتلایا — یکساں نظری کا۔ مری سنئے تو ذرا
ٹھیرا و نہ ہوگا یہاں یا استقلال — کیا وجہ کہ اضطراب کا ہے کھٹکا

چنچل ہے من کرشن اور طوفانی — شہزوری و مضبوطی ہے یاں لاثانی
من کا مشکل ہے روکنا بس اس طرح — جس طرح کہ مٹھی میں ہوا لے آنی

شری بھگوان بولے

اے ارجن کام یہ ہے بے شک مشکل — مضطر ہے بہت رکتا ہے مشکل سے دل
پر دو ہیں طریق۔ ابھیاس اور بیراگ — ان دونوں سے ہو جاتا ہے مطلب حاصل

ا۔۶۔ش ۳۳۔۳۵

ابھیاس سے ہم راج یوگ کے باب میں بحث کریں گے۔ بیراگ گیان کا راستہ ہے۔ جس میں تمام چیزوں کو اس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ آنے جانے والی۔ قابل تغیر اور فنا پذیر ہیں۔ اسواسطے یہ سب مایا میں داخل ہیں۔ اور ان تماشوں کا دیکھنے والا شدھ گیان سروپ برہم مَیں ہوں۔ جتنی کائنات ہے۔ دو بڑی جماعتوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ ایک عالم دوسری معلوم۔ عالم مَیں ہوں۔ اور باقی سب معلوم کے احاطے میں ہے۔ عالم کو معلوم سے کیا خطرہ اور ڈر۔ معلوم تمام مایا کا جھوٹا کارخانہ ہے۔ اور میں عالم خود برہم روپ ہوں۔ جو شری بھگوان کا اصلی سروپ ہے۔ چنانچہ چھیتر اور چھیتر گیہ کے ضمن میں جن کا ترجمہ عالم و معلوم ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ؎

انسان کے اس قالب خاکی کا نام — اے ارجن چھیتر ہے تو رکھ یاد مدام
اور اس کو جو جانتا ہے۔ اہل تحقیق — بتلاتے ہیں چھیتر گیہ اس کو تمام

اے ارجن تو مجھی کو وہ عالم جان — سب معلومات میں رہے یہ پہچان

اور بہر ے رہائے ہیں ہے بس گیان وہی　　کہتے ہیں جسے عالم معلوم کا گیان

ا - ۱۳ - شش ا - ۲

اسے بیراگ کہتے ہیں - اور یہ بیراگ بچار سے پیدا ہوتا ہے - آتما کے سروپ جاننے سے اگیان کی ماہیت سمجھ میں آتی ہے - کہ جو چیز ہے سب مایا میں داخل ہے محض بے نمود ہی ہے - اور خاک نہیں - اس جھوٹے تماشے میں کیا وابستگی کرنی - کہ ابھی ہے ابھی نہیں - میں گیان سروپ آتما ہوں - اور میرے اگیان سے یہ نام و صورت کے نقشے نظر کے سامنے ہیں - میں گیان روپ ہو کر اگیان میں کیونکر پھنسوں - مجھے اس اگیان کو دور کرنا چاہئے - اگیان دور ہو گیا تو گیان کا مہر منوّر رخشاں و درخشاں ہوگا - بھگوان کہتے ہیں :-

ہاں گیان کو اگیان سے اپنے اس جا　　جن لوگوں نے سعی کر کے ہے دور کیا

مہر روشن کی طرح سے ان کا گیان　　اے ارجن آتما کو ہے چمکاتا

ا - ۵ - ش ۱۶

اسی طرح اگیان کے ناش کرنے کا ذکر گیتا میں جگہ جگہ ملتا ہے - اگیان ایک حادثے کل چیز ہے - اسکی خاص صورتیں لیجائیں تو ان کے ناش کرنے یا روکنے کے وسائل آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں - چنانچہ اب ان کی طرف توجہ کرتے ہیں :-

من خواہشوں کا غلام ہے - خواہشیں ہیں کہ اسے ہر طرف کھینچے کھینچے پھرتی ہیں اندریوں کا بشیوں کی طرف جانا ایک قدرتی امر ہے - لیکن بشیوں میں رغبت و نفرت ہونی خرابی پیدا کرتی ہے - کیونکہ یہاں خواہش کا قدم درمیان میں آگیا ہے اور وہ شے جو قدرتی تھی - دکھ اور سکھ پیدا کرنے والی بن گئی ہے - اس واسطے اس خواہش و نفرت سے ہوشیار رہنا چاہئے - بھگوان کہتے ہیں :-

جاتے ہیں جب حواس سوئے لذّات　　وہ لگ جاتے ہیں اُسنے میں بدذات

رغبت ہے ایک دوسرا نفرت ہے — بس میں آنا نہ ان کے لئے نیک صفات

۱-۳ ش-۳۴

خواہش کے روکنے کا بہترین طریق اپنے سروپ کا پہچاننا ہے۔ کہ میں شدھ برہم روپ ہوں۔ مجھے خواہشوں سے کیا تعلق ؎

ہیں اندریاں تمام بستیوں سے پرے — من کہتے ہیں جکو وہ پرے ہے ان سے
من سے بھی پرے بتاتے ہیں بدھی کو — لیکن ہے آتما پرے ان سب کے

یوں جان کے آتما کو بدھی سے پرے — اور روک کے اپنے آپ کو آپے سے
خواہش دشمن سے سخت تو اس کو مار — گو مشکل سے ہیں اس پہ قابو پاتے

۱-۳ ش ۴۲-۴۳

جس نے خواہشوں روک لیا۔ شانتی اُسے ہی نصیب ہوتی ہے۔ اربابِ خواہش کا حصہ شانتی نہیں ہو سکتی ؎

جس نے سب خواہشوں کو دل سے چھوڑا — بے خواہش ہو کے جو زمانے میں رہا
دق جس کو کرے ما و منی کا نہ خیال — دنیا میں ہے شانتی اسی کا حصہ

جس طرح سمندر میں گریں سنو دریا — پر وہ رہے معمور و ہموار سدا
ایسے ہی خواہشیں سمائیں جس میں — وہ پاتا ہے شانتی نہ خواہش والا

۲-۲ ش ۷۰-۷۱

خواہشیں کیونکر پیدا ہوتی ہیں۔ اور پیدا ہو کر کیا نتائج قبیح پیدا کرتی ہیں اس کی بابت ہم اوپر کی ایک فصل میں دو شلوک نقل کرکے ان کی توضیح کر آتے ہیں۔ شلوک یہ ہیں ؎

لیتے ہیں دل میں لذّتوں کا جو مزا
لذّات سے ہوتا ہے تعلق پیدا
ہوتی ہے تعلق سے ہویدا خواہش
خواہش سے ہوا کرتا ہے پیدا غصّہ

غصّے سے ہوا کرتا ہے غفلت کا ظہور
غفلت سے حافظے میں آتا ہے قصور
ہوتا ہے اس قصور سے عقل کا ناس
ہے عقل کا ناس ناس انسان کا ضرور

ا۔ ۲۔ شلو ۶۲۔ ۶۳

خواہشوں کا مرکز۔ خواہشوں کی معدن۔ خواہشوں کی ٹکسال جہاں سے یہ سکّے گھڑ گھڑ کر نکلتے ہیں۔ اندریاں یعنی حواس اور من یعنی قلب ہیں۔ اسواسطے انہیں شیؤں کی طرف جانے سے روکنا لازم ہے +

لذّات پہ یہ حواس جب جاتے ہیں
تو کھینچ کے ساتھ من کو بھی لاتے ہیں
من عقل کو یوں کھینچتا ہے جیسے جہاز
طوفاں سے بحر میں کھنچے آتے ہیں

اسواسطے اے دلیر ارجن جس نے
لذّات سے ہیں حواس اپنے روکے
ہے وہ ہی شخص قائم العقل یہاں
یہ بات بہت بڑی ہے گر تو سمجھے

ا۔ ۲۔ شلو ۶۷۔ ۶۸

کہتا ہوں اسی واسطے ارجن تجھ سے
تو اندریوں کو روک سب سے پہلے
پھر ہمّت کر کے مار اس پاپی کو
گیان اور بگیان جس نے ہیں ناش کئے

ا۔ ۳۔ شلو ۴۱

یہاں پاپی کا اشارہ کام یا خواہش کی طرف ہے۔ اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اندریوں کے روکنے کے وہ معنی نہیں ہیں۔ جو بہت سے جاہل ہٹ یوگی لیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ محض جھوٹے ہیں۔ یہ روکنا اور ہےیا گ کچھ اور بات ہے +

جس نے ہاتھ اور پاؤں کو تو روکا پر دھیان کا گھر میں بیٹھے یہ حال رہا
دل ہے کہ لذائذ کے مزے لیتا ہے وہ شخص ریاکار ہے بالکل جھوٹا

جو اندریوں کو اپنے من سے روکے کر بلند ریوں سے جو کرم یوگ کرے
سب کام کرے پہ بے تعلق ہو کر اس کا درجہ بلند ہے تارک سے

۶۔ ۳۰۔ ریش ۶۔ ۷

بے تعلق رہنے کا مضمون گیتا میں بار بار آتا ہے۔ بھگوان کی تعلیم کا لُبّ لُباب یہ ہے۔ کہ کام کرو۔ بیوہار کرو۔ بشے بھوگو۔ دنیا میں رہو۔ اور جو سب کرتے ہیں تم بھی کرو لیکن اگیانیوں کی طرح ان میں پھنسو نہیں۔ اپنے کو ہمیشہ اس نظر سے دیکھو کہ میں شُدّھ آتما ہوں۔ میں اسنگ آتما ہوں۔ جسے نہ کسی چیز سے تعلق ہے۔ نہ جس کے واسطے کوئی شے بندھن ہو سکتی ہے۔ یہ اصل بیراگ یا سنیاس ہے ٭

اندریوں اور من کے ضبط کرنے کے ساتھ تصدیق کرنیوالی عقل نکتہ رس یعنی بُدّھی کی روک تھام بھی ضروری ہے۔ اسے اُپدیش کا اختلاف۔ مطالعے کا اختلاف عقائد کا اختلاف خراب کرتا ہے۔ انہیں باتوں سے گھبرائی ہوئی رہتی ہے اور سمادھی میں قائم نہیں ہوتی۔ بھگوان کہتے ہیں ٭

جس وقت کہ تیری عقل ہے اے ہشیار ہو جائیگی پندار کی دلدل سے پار
جو کچھ کہ پڑھا ہے یا ہے جو کچھ پڑھنا سب سے ہو جائے گا تو سیر آخر کار

ویدوں کی مطالعے سے گھبرائی ہوئی ہو جائیگی جب بے حرکت عقل تری
اور یوگ کے سمادھی میں اٹل ٹھیرے گی پائیگا تب اس وقت ہی تو یوگ کو بھی

۲۔ ۵۲۔ ۵۳ ۔نق ۔۲۔ ۶

دسویں فصل - گیان کا آیڈیل

اوپر کی فصل میں ہم نے موکش کا سروپ بتایا ہے۔ اور وہ رستہ دکھایا ہو جس پر چلکر آدمی موکش کا ادھکاری بنتا ہے۔ بیراگ یا ترک ایک منفی چیز ہے جس میں کچھ چھوڑنے یا کچھ چیزوں سے بچکر چلنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ تعلیم حق بجانب ہے کیونکہ موکش ہمارا اصلی سروپ ہے۔ کوئی نئی شئے باہر سے حصول کرکے نہیں لانی ہے اگیان نے اس سروپ کو ڈھاک رکھا ہے۔ پس جتنی کوشش ہے وہ تمام اس اگیان کے دور کرنے میں ہے۔ کسی نئی چیز کی تحصیل کرنے میں نہیں ہے۔ اگیان کا بیج خواہش یا کام میں ہے۔ اس واسطے خواہشات کا روکنا سب سے مقدم ہے خواہش کے مرکز اندریاں اور من اور بدّھی ہیں۔ اس لئے ان کا بھی ضبط کرنا ضروریات میں سے ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ بیراگ کی تعلیم گیان کا پہلا قدم ہے ✤

اب ہم مثبت طریق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جسے گیان کہتے ہیں۔ یہ گیتا کا سانکھیہ یوگ یا مسلک عرفان ہے۔ اور اس میں آتم بچار کیا جاتا ہے کہ میں اصل میں کیا ہوں۔ اور میرا واقعی سروپ کیا ہے۔ یہ جگت کیا چیز ہے۔ ایشور سے میرا کیا تعلق ہے۔ اس بچار سے آدمی پر حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ موکش پد کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی کو گیان یگیہ کہا گیا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ✤

کرتے ہوئے گیان یگیہ ہی سے پوجا — کرتے ہیں بعض اُپاسنا میری سدا
بہتیری طرح سے جان کر یہ ہمہ اوست — اپنے سے متحد اور اپنے سے جدا

یہ بچار خود کرنا مشکل امر ہے۔ اسواسطے اوّل تو کسی آتم درشی گیانی گورو کی امداد درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ بھگوان گیان کو موکش کا اصلی طریق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں +

دولت کے یگیہ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے گیان کا یگیہ سن رکھ اے دانشور
ہے گیان وہ شے اسمیں سما جاتے ہیں جتنے دنیا میں کام ہیں سب یکسر

یہ گیان تو لے جھکا کے گردن اپنی جا جا کر پوچھ اور کر خدمت بھی
دینگے تجھے گیان کا سبق گیانی لوگ آنکھوں سے جنہوں نے ہے تجلّی دیکھی

ایسا جب گیان تجھ کو مل جائے گا دھوکا پھر تو کبھی نہیں کھائے گا
دیکھے گا تو اپنی ذات میں کل عالم اور مجھ میں نظر تجھے یہ سب آئے گا

جتنے ہیں گنہگار جہاں میں ملتے بڑھ چڑھ کر ہو بھی تو اگر ان سب سے
اے ارجن گیان کا جہاز ایسا ہے کر دیگا پار بحر عصیاں سے تجھے

جس طرح دہکتی آگ میں جل جل کر ایندھن دیکھا ہے ہوتے سب خاکستر
سب کرم اسی طرح سے گیان اگنی میں ہو جاتے ہیں بس راکھ کا تودہ یکسر

ہے چیز نہایت ہی مقدس یہ گیان اس کا ثانی کہیں ملے کیا امکان
کچھ عرصے میں جب یوگ کی تکمیل ہوئی پاتا ہے اپنی ذات میں آپ انسان

پاتے ہیں گیان کو عقیدت والے — مصروف ہوں جو۔ حواس ہوں جنکے مرے
اور گیان کو پاتے ہی نہایت جلدی — ملتی ہے وہ شانتی کہ ہے سب کے پرے

نادان ہیں یا دل میں نہیں جنکے یقیں — یا شک ہے جنہیں وہ ناش ہوتے ہیں یہیں
دنیا ملتی نہیں ہے اہل شک کو — عقبےٰ بھی نہیں ملتا ہے اور سکھ بھی نہیں

ا۔ ۴۔ رشی ۳۹۔ ۴۰

یہ تعلیم نہایت ہی قدرتی اصول پر مبنی ہے۔ گیان چونکہ مشکل چیز ہے۔ آدمی خود سوچ بچار سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اسواسطے اُسے ایسے گیانی کی مدد کی احتیاج ہے جس نے تجلّی کا جلوہ خود دیکھا ہے اس کی خدمت کر کے گیان کا سبق لینا چاہئے عقیدہ سچّا ہونا لازم ہے۔ اور شاستر اور گورو میں شردّھا رکھنی واجبات سے ہے اہل شک کے واسطے نہ دنیا ہے نہ عقبےٰ ہے۔ اس دل میں شک نہ رکھنے اور اعتقاد راسخ رکھنے کی وجہ اظہر من الشمس ہے۔ گیان کا رستہ ٹیڑھا ہے۔ دویت جنم جنمانتر سے دل میں گھر کئے بیٹھا ہے۔ اودویت کی تعلیم مشکل سے ذہن میں بیٹھا کرتی ہے۔ بہتیرے شروع کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح چرس کا دم بھرتے ہی یا افیون کا انٹا چڑھاتے ہی نشہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح انہیں قلیل تر عرصے میں گیان ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ یہاں غور و فکر کا کام ہے۔ لگاتار مسلسل محنت کا کام ہے۔ آج کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی کل آئے گی۔ اسوقت کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا آگے چل کر حل ہو جائیگا۔ آدمی کو ایسا کرنا ہرگز شایاں نہیں۔ کہ قصور تو اپنی سمجھ کا ہے۔ اور دوش رکھتا ہے شاستر یا گورو کے سر پر۔ صبر و استقلال اور راسخ الاعتقادی سے تحصیل و تعلیم میں مصروف رہنا چاہئے۔ آخر وہ دن آجائے گا۔ کہ جو شکوک و شبہات خاطر میں بار بار اُٹھتے تھے اور حل ہونے میں نہیں آتے تھے

سب حل ہو جائیں گے اور اسے گیان ہو جائیگا +

وہ گیان کیا ہے۔ یہی کہ جگت متھیا ہے اور اس خواب کے تماشے کا دیکھنے والا میں شدھ گیان سروپ آتما سچا ہوں۔ تمام تغیر و تبدل معلوم یعنی مناظر کائنات میں ہے۔ مجھ میں کسی قسم کی تبدیلی کبھی دخل نہیں پاتی۔ کائناتوں کے مناظر مجھی گیان کے سمندر میں اٹھتے ہیں۔ مجھی میں قائم رہتے ہیں۔ اور پھر مجھی میں غائب ہو جاتے ہیں۔ میں الپگیہ الپ شکتی جیو نہیں ہوں۔ بلکہ سچدانند برہم ہوں۔ نہ مجھے کرم سے تعلق ہے نہ مجھے پاپ کا خیال تک چھو سکتا ہے۔ مجھ میں سب ہے۔ میں سب کچھ ہوں۔ یہ بچار کا طریق ہے۔ جو مع دلائل و براہین اس باب کی مختلف فصلوں میں بیان ہوا ہے۔ یہاں از سر تو ہر ایک بات کے اعادہ کرنیکی ضرورت نہیں ہے ہم مختلف مقاموں سے گیتا کے وہ شلوک نقل کرتے ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ گیانی یا عارف ہو جانے پر آدمی کس درجے پر ترقی کرتا ہے۔ اور اس گیان سے کیا نتائج معتدبہ حاصل ہوتے ہیں +

چوتھے ادھیائے کے جو شلوک اوپر نقل ہوئے۔ اُن میں سے بعض گیانی کی حالت پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ مثلاً بھگوان کہتے ہیں کہ اگر تو سب پاپیوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے تو بھی گیان کا جہاز ایسا ہے کہ تجھے بحر عصیاں سے پار کر دیگا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ گیان کے درجے پر چڑھکر آدمی کو پاپ پن کا خیال نہیں ستایا کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گیانی اپنی ذات میں آتما کا احساس کرتا ہے۔ اور آتما گیان سروپ ہونے کی وجہ سے پاپ پن سے لیپایمان نہیں ہے۔ یہی گیانی کو کسی قسم کا پچھتاوا نہ ہونے کا مضمون اُپنشدوں میں بھی آتا ہے۔ اسی طرح گیانی کے تمام کرم ناش ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کرم کرتے ہوئے بھی بندھن میں نہیں پھنستا۔ اس کا ذکر گیتا میں بار بار آتا ہے +

جس طرح دہکتی آگ میں جل جل کر — ایندھن جو دیکھا ہے ہوتے سب خاکستر
سب کرم اسی طرح سے گیان اگنی میں — ہو جاتے ہیں بس راکھ کا تودہ یکسر

ا۔۴۔ش۔ ۳۷

جو کرم میں ہے اکرم کو یاں پاتا — یا جس نے اکرم میں کرم ہے دیکھا
وہی دنیا میں صاحب عقل بھی ہے — وہ سب کچھ کرتا ہے وہ ہے کرنے والا

ہے جس کا ہر ایک کام خواہش سے بری — ہوتا ہی نہیں جس کا ارادہ بھی کبھی
گیان اگنی میں سب اُسکا کام جلائے جو شخص — گیانی کہلاتا ہے زمانے میں وہی

کرموں کے پھل کی بلکہ اُسکو نہیں چاہ — اور صابر و آزاد بھی ہے خاطر خواہ
کرموں میں لگا ہو اگر بھی وہ اے ارجن — کرتا نہیں کچھ بھی اسکی ہے اور ہی راہ

خواہش نہیں جسکو جس نے دل ہے روکا — سب سامان جس نے جمع کرنا چھوڑا
جو یاں کرتا ہے محض جسمانی کام — لوث عصیاں نہیں ہے اسکو اصلا

جو مل جائے اسی پہ صابر جو رہے — ہو بے حسد اضداد کو چھوڑے جو پرے
ناکامی و کامیابی جس کو ہو ایک — کرتے ہوئے کام بھی نہ بندھن ہے اُسے

ناجی ہے جو۔ جسے تعلق نہ رہا — اور گیان میں جسکا دل ہے جا کر ٹھیرا
جو یگیہ کے واسطے ہی کرتا ہے کام — ہو جاتا فنا ہے ایک ایک کام اس کا

ارپن ہے برہم اور ہے برہم ہوی ۔ برہم اگنی میں برہم ہی نے ہے آہتی دی
یہ آہتی ہاں برہم ہی کو پہنچے گی ۔ ہے کرم میں برہم کی سمادھی جو لگی

ا۔۴۔ش ۱۸-۲۴

یہاں پہلے شلوک میں اکرم آتما کو کہا ہے۔ اس میں خواب کے نقشوں کی طرح کرم ہوتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ بھگوان کہتے ہیں۔ کہ اکرم آتما میں جو کرم کو دیکھتا ہے اور تمام کرموں کے نہ میں اسی اکرتا آتما کو پاتا ہے وہی صاحب عقل یعنی گیانی ہے۔

میں کچھ نہیں کرتا یہ عقیدہ دل سے ۔ گیانی کا ہے کام سب کرتے ہوئے
سنتے ہوئے اور دیکھے ہوئے اور چھوتے ۔ اور سونگھتے کھاتے راہ چلتے سوتے

چلتے ہوئے دیتے ہوئے اور بولتے بھی ۔ کرتے ہوئے بند آنکھ اور کھولتے بھی
کرتے ہیں حواس کام ور محسوسات ۔ ہے دل میں یقین بات کے تولتے بھی

ا۔۵۔ش ۸-۹

گیانی کے واسطے کوئی کرم نہیں رہتا معمولی آدمیوں کی طرح وہ اس ہوا و ہوس میں نہیں پھنستا کہ میں فلاں کام کروں۔ تو مجھے اس قسم کا فائدہ حاصل ہوگا۔

ہاں جو ہے مست آتما میں اپنی ۔ جس کو ہوتی ہے آتما سے ہی خوشی
جو صابر و شاکر آتما ہی میں ہے ۔ اس کے لئے یاں کام نہیں کوئی بھی

مطلب نہیں کام کرنے سے کچھ اس کا ۔ مطلب نہیں کچھ کام نہ کرنے سے ذرا
دنیا میں نظر آتی ہیں جتنی چیزیں ۔ مطلب نہیں ایک سے بھی اسکو اصلا

ا۔۳۔ش ۱۷-۱۸

یاد رہے۔ کہ آتما گیان سروپ ہونے کی وجہ سے اکرتا ہے۔ جتنا کرم ہے وہ

محض وہم ہے۔ اسی کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ تمام کرم مایا یا پرکرتی کے تینوں گنوں میں ہے۔ آتما پندار میں محو ہو کر اپنے کو کرتا گردانتا ہے۔ اسواسطے دکھ سکھ اُٹھاتا ہے۔ گیانی کو چونکہ کسی قسم کا پندار ہوتا نہیں ہے۔ اسواسطے وہ تینوں گنوں کی حد سے گزر کر اپنے کو سدا اکرتا اور مکت محسوس کرتا ہے۔ اور سروپ آنند میں مگن رہتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ؎

پرکرتی کے گن کرتے ہیں گو سارے کام — پر کیا ہی ہے افسوس و تعجب کا مقام
پندار میں محو آتما ہو ہو کر — یہ مانتا ہے کہ میں ہی فاعل ہوں مدام

ہاں اہل حقیقت نے ہے آنکھوں دیکھا — کرموں میں اور گنوں میں تفریق ہے کیا
اے ارجن گن گنوں میں کرتے ہیں کام — یہ جان کے رکھ تو نہ تعلق اصلا

۱۔۳۔ش۔۲۷۔۲۸

تینوں گنوں کی حد سے گزرے ہوئے شخص کو ترگناتیت کہتے ہیں۔ یہ جیون مکت کا پد ہے۔ بھگوان اس کے لکشن یوں بتاتے ہیں ؎

ان تینوں گنوں کی حد سے آگے باہر — جن کا ہے ظہور جسم انسان یکسر
پاتا ہے آدمی بقائے ابدی — پیدائش و مرگ و ضعف و غم سے چھٹ کر

ارجن بولا

جو شخص کہ ان تینوں گنوں سے گزرا — اس کی پہچان اے مہاراج ہے کیا
کیا کیا وہ کام کرتا رہتا ہے یہاں — کس طرح گنوں سے ہے وہ باہر آتا

شری بھگوان بولے

ہو علم و شوق کار کا جبکہ ظہور — یا غفلت کا۔ تو ہو نہ ان سے جو نفور
یا جب یہ گزر جائیں تو کرے یاد — خواہش کے انھیں نہ جسکی خاطر میں فتور

جو رہتا ہے محض بے تعلّق بیٹھا — اور جس کو یہ گُن چلا نہیں سکتے ذرا
جو جانتا ہے کہ کر رہے ہیں گُن کام — قائم ہے۔ جس کو ہے نہ حرکت اصلا

یکساں سکھ دکھ ہیں جسکو اور شانت ہے جو — خاک و زر و سنگ ایک سے ہیں جس کو
یکساں ہو بُرا بھلا حلیمی ہو یہ — اور جس کو مذمّت و ثنا یکساں ہو

یکساں ہیں اہانت اور تعظیم جسے — اور دشمن و دوست جسکو ہیں یکساں سے
جو کوئی کام یاں اُٹھاتا ہی نہیں — بس وہ گزرا گنوں کی حد سے ہے پرے

سچّی بھگتی سے جو کہ میری طاعت — کرتا ہے نہ ہو غیر کی جس میں شرکت
وہ بھی حد سے گنوں کی جاتا ہے گزر — پد برہم کا پانے کی ہے اس میں طاقت

ارجن میں ہی ہوں برہم کی جائے قیام — اور امرت کی جو بے تغیّر ہے مدام
میں ہی ہوں قدیم دھرم کا مسکن بھی — میں ہی ہوں سرورِ بے نہایت کا مقام

د-۱۴-ش-۲۰-۲۷

جیون مکت گیانی کے اور بھی لکشن ہیں۔ جو دوسرے ادھیائے کے اخیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں بھگوان نے اسے ستھت پرگیہ یعنی مرد قائم العقل کہا ہے یہ شلوک ایسے پیارے ہیں۔ کہ میں سب کے سب یہاں نقل کرتا ہوں۔ اگرچہ ان میں سے بعض اوپر دیئے جا چکے ہیں۔ ان میں جیون موکش کا سروپ مذکور ہے۔ اس پر پہنچنے کا طریقہ مذکور ہے۔ اور اس میں جو آنند ہے وہ سب مسطور ہے:

دل میں اُٹھتی ہیں آرزوئیں جو جو — سب چھوڑ دے یوں۔ خیال تک بھی نہ ہو

اور اپنے آپ ہی میں مسرت میں ہے — ارجن کہتے ہیں قائم العقل اس کو

جو شخص کہ دکھ سے نہیں گھبراتا ہے — دل جس کا سکھ میں نہیں للچاتا ہے
خواہش نہیں خوف اور غضب جس میں نہیں — یاں قائم عقل وہ ہی کہلاتا ہے

جس کو کہ کسی بات کی بھی چاہ نہیں — دلخواہ ہے بات یا کہ دلخواہ نہیں
کچھ کام نہیں رغبت و نفرت سے جسے — قائم ہے عقل اور وہ گمراہ نہیں

جیسے کچھوا سکیڑ لے سب اعضا — یہ بھی اپنے حواس از سر تا پا
لذات سے جب سکیڑ لے ویسے ہی — کہنا ہے اس کو قائم العقل بجا

لذّات کا حظ نہ لیں تو لذّات سبھی — ہٹ جاتی ہیں لیک رہتا ہے حظ باقی
اسکے دل سے یہ حظ بھی ہٹ جاتا ہے — ہو جاتا ہے جب جلوۂ ذات اصلی

دانا ضبط حواس میں گو ساعی — رہتا ہے۔ لیک انہیں طاقت ہے بڑی
لیجاتے ہیں کھینچ کر زبردستی سے — من کو جس جگہ ہو ان کی مرضی

ان سب کو ضبط کر کے انسان بیٹھے — اور دھیان مرا خلوص باطن سے کرے
جس شخص کے ہیں حواس بس میں ارجن — قائم ہے اسی کی عقل گر تو سمجھے

[illegible] دل میں لذّتوں کا جو مزا — لذّات سے ہوتا ہے تعلّق پیدا

ہوتی ہے تعلق سے ہویدا خواہش
خواہش سے ہوا کرتا ہے پیدا غصہ

غصے سے ہوا کرتا ہے غفلت کا ظہور
غفلت سے حافظے میں آتا ہے قصور
ہوتا ہے اس قصور سے عقل کا ناس
ہے عقل کا ناس۔ ناس انساں کا ضرور

جس شخص کے لذات پہ جائیں تو حواس
پر آنے نہ پائے رغبت و نفرت پاس
ہے نفس کُش اور حواس پر قادر رہ
پاتا ہے صفائے قلب بے خوف و ہراس

پاتے ہی صفائے قلب یہ ہے دستور
سب دکھ اور درد ہوتا ہے دل سے دور
دل جس کا ہو گیا مصفّا وہ شخص
ہو جاتا ہے جلد قائم العقل ضرور

یکسو نہیں دل جس کا اسے عقل نہیں
یکسو نہیں عقل دھیان کا کب ہو یقین
جب دھیان نہیں تو شانتی ہو کیونکر
اور جو نہیں شانت اسکو سکھ بھی ہے کہیں

لذات پہ یہ حواس جب جاتے ہیں
تو کھینچ کے ساتھ من کو بھی لاتے ہیں
من عقل کو یوں کھینچتا ہے جیسے جہاز
طوفان سے بحر میں کھنچے آتے ہیں

اس واسطے اے دلیر ارجن جس نے
لذات سے ہیں حواس اپنے روکے
ہے وہ ہی شخص قائم العقل یہاں
یہ بات بہت بڑی ہے۔ گر تو سمجھے

اہل دنیائے دوں کی جو ہے شب تار
اس میں رہتا ہے نفس کُش ہی بیدار

اور جس میں جاگتی ہے ساری دنیا　　وہ رات ہے نفس کُش کی سن اے ہشیار

جس طرح سمندر میں گریں سو دریا　　پردہ رہے معمور و ہموار سدا
ایسے ہی خواہشیں سمائیں جس میں　　وہ پاتا ہے شانتی نہ خواہش والا

جس نے سب خواہشوں کو دل سے چھوڑا　　بے خواہش ہو کے جو زمانے میں رہا
رق جس کو کرے ما و منی کا نہ خیال　　دنیا میں ہے شانتی اسی کا حصہ

کہلاتا ہے یہ ذات حقیقی میں قیام　　پا کر اسے رہتا نہیں پندار کا نام
رتے دم بھی جو کوئی اس میں ٹھہرے　　پاتا ہے موکش پد کو وہ نیک انجام

۱-۲-ش ۵۱-۷۲

پہلے ہی شلوک میں یہ ذکر ہے کہ گیانی آواگون کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ یہ مضمون گیتا میں بار بار آتا ہے۔ اور اس کی وجہ اظہر من الشمس ہے۔ چشم تماشہ نگر نے بابا نگر کا تماشہ دیکھ لیا۔ اور دل دانا نے سمجھ لیا کہ یہ تماشے جھوٹے ہیں۔ پھر ان میں کون پھنستا ہے۔ اسی سے اُن لوگوں کی نادانی ظاہر ہوتی ہے۔ جو اپنے زعم باطل میں موکش کو برائے چندے یعنی دس پانچ ہزار برس کے لئے سمجھے ہوئے ہیں۔ ایک مقام سے میں اور شلوک نقل کرتا ہوں۔ جن میں آواگون سے رہا ہونے کا ذکر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر ہے۔ کہ گیانی وحدت کے بام بلند پر پہنچکر سم درشی ہو جاتا ہے۔ یعنی سب کو ایک نظر دیکھتا ہے ؀

ل گیان سے اگیان کو اپنے اس جا　　جن لوگوں نے سعی کر کے ہے دور کیا
روشن کی طرح سے ان کا گیان　　اے ارجن آتما کو ہے چمکاتا

حق کا ہی دھیان محویت اس میں مدام — اس کا ہی سہارا اور اسی میں ہی قیام
یوں گیان سے دھوئے گئے سب جنکے پاپ — ان کو نہیں باز گشت اور نیک انجام

دانا ہیں وہی کہ جن کی ہو ایک نظر — دیکھیں جس جس طرف نظر وہ پھر کر
ہو برہمن علم اور ادب سے معمور — یا گاو و فیل و سگ ہو یا ہو کنجر

ا - ۵ - ش ۱۶ - ۱۸ -

گیانی سم درشی ہی نہیں - بلکہ سرو آتم درشی ہو جاتا ہے - یعنی سب کچھ اپنے آپ میں دیکھتا ہے - اپنے سے جدا کسی شے کو نہیں دیکھتا - وجہ یہ ہے - کہ اسکو موہ یا بھرم کسی طرح کا نہیں رہتا - چنانچہ بھگوان کہتے ہیں ❊

ایسا جب ایسا گیان تجھ کو مل جائے گا — دھوکا پھر تو کبھی نہیں کھائے گا
دیکھے گا تو اپنی ذات میں کل عالم — اور مجھ میں نظر تجھے یہ سب آئے گا

ا - ۴ - ش ۳۵

بھگوان نے یہاں دو باتیں کہیں یعنی کائنات تجھ کو اپنی ذات میں نظر آئیگی اور ساتھ ہی مجھ میں بھی دیکھے گا - یہ کچھ سِر خفی نہیں ہے - جو لوگ اہنگرہ اپاسنا کرتے ہیں یعنی یہ دھیان کرتے ہیں - کہ سب کچھ میں ہی ہوں - وہ عالم کو اپنی ذات میں دیکھتے ہیں - پرتیک اپاسنا والوں کو تمام عالم بھگوان روپ ہو کر نظر آتا ہے - اس مضمون کو ہم شرح و بسط کے ساتھ بھگتی یوگ میں بیان کریں گے ❊

یہی سرو درشی ہونا جیو کا برہم ہونا ہے - جس کا ذکر گیتا میں بار بار آتا ہے - ہم ایک پہلی فصل میں کچھ شلوک اس مضمون کے دے آئے ہیں - یہاں ایک اور مقام سے نقل کرتے ہیں ❊

یکسانیت میں جن کا ہے دھیان لگا — دنیا کو انہوں نے بس یہیں جیت لیا

بے عیب ہے برہم بسکہ۔ اور یکساں ہے   ٹھہرا وہ نہ ہو برہم میں کیونکر اُن کا

جو برہم کو پہنچا برہم گیانی ہو کر   قائم ہوئی عقل۔ جہل چھوٹی یکسر
اچھی شے پا کے وہ نہیں ہوتا خوش   اور ناخوش بھی نہیں بُری شے ہو اگر

لذاتِ خارجی سے گر دل ہے جدا   ملتا باطن میں آتما کا ہے مزا
اور یوگ سے ہو کے آتما میں واصل   سکھ انسان کو ہے لا انتہا ملتا

جو سُکھ کہ حواسوں سے ہیں پیدا ہوتے   پیدا وہی دکھ بھی کرتے رہتے ہیں بڑے
آغاز ہے ان کا اور ان کا انجام   سامانِ خوشی نہیں یہ داناؤں کے

سہ سکتا ہے مرنے ہی سے پہلے جو یہاں   دنیا میں خواہش و غضب کے طوفاں
وہ ہی یوگی ہے اور وہ ہی ہے سُکھی   سُکھ کا اور یوگ کا ہے یہ راز نہاں

اندر ہے سُکھی جو اندر خوش ہے مدام   اندر کے نور سے ہی سرمست مدام
وہ یوگی برہم ہو کے پر برہم ہی میں   پا لیتا ہے پد برہم کا اور موکش کا دھام

پاتے ہیں موکش پد کو بس وہ ہی رشی   زائل سب ہو گئیں گناہیں جن کی
شک جن کو نہیں۔ جنہوں نے مارا ہے نفس   ہے سب کی بھلائی جنہیں دل سے پیاری

جانا ہے جنہوں نے آتما کو اپنے   جو خواہش اور غضب سے آزاد ہوئے

جن نفس کشوں نے نفس سرکش روکا ۔۔۔ کچھ دور نہیں ہے موکش کا پد اُن سے

۱۰-۵-مش ۱۹-۲۶

برہم کے ساتھ ایکتا ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ قطرہ سمندر میں جا گرا۔ اور اپنی ہستی ہی کھو بیٹھا۔ آتما گیان سروپ ہے۔ جیوپنے کی حالت میں اس کو یہ اُلٹا انوبھو ہو رہا ہے کہ میں محدود ہوں۔ یہ اُلٹا پن دور ہو کر سیدھا انوبھو یہ ہوتا ہے۔ کہ میں ذات غیر محدود ہوں۔ ست ہوں۔ چت ہوں۔ انند ہوں۔ مجھ آنند کے اپار سمندر میں دکھ کا لیش بھی نہیں ہے۔ مجھ علم کے بحر بے پایاں میں جہل و پندار شمہ بھر بھی نہیں ہے۔ مجھ ہستیٔ غیر محدود میں فنا کا دخل نہیں ہے۔ بس میں ہی میں ہوں۔ میرے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ موکش کا سروپ ہے۔ جنہیں جیتے جی یہ انوبھو ہو گیا وہ جیون مکت کہلاتے ہیں۔ دیہہ چھوڑنے پر انہیں کو بدیہہ مکت کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سھتول سوکشم شریر دونوں لے ہو جاتے ہیں اور اَور جسم نہیں بنتا +

گیارھویں فصل موکش کے اور راستے

آتما چونکہ گیان سروپ ہے اور بندھ تمام وہمیہ ہے۔ اس واسطے اس وہمیہ دُکھ سُکھ سے نجات پانے کا ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اس خراب کرنے والے وہم کو دل سے نکالے اور اپنے شُدھ گیان سروپ کو پہچان کر ذاتی آنند میں مگن ہو جائے۔ اسی وجہ سے وید بھگوان کی منادی ہے موکش کا اور راستہ نہیں ہے! گیتا میں بھی جا بجا گیان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور اس کو افضل و اعلےٰ بتایا گیا ہے۔ بھگوان اس کو کہیں بُدّھی یوگ یا مسلک عقل سے یاد کرتے ہیں۔ کہیں سانکھیہ یوگ کے نام سے پکارتے ہیں ان ناموں کی وجہ یہ ہے۔ کہ گیان بچار کا کام ہے۔ اس میں کچھ کرنا کرانا نہیں پڑتا۔ گیان کی فضیلت میں بھگوان فرماتے ہیں :-

یاں مسلک اعمال جو کہلاتا ہے ۔۔۔ وہ مسلک عقل سے بہت نیچا ہے
تو عقل ہی کی پناہ میں آ ارجن ۔۔۔ کم حوصلہ پھل کا چاہنے والا ہے
ا۔ ۲۔ ش ۴۹

ہے چیز نہایت ہی مقدس یہ گیان ۔۔۔ اس کا ثانی کہیں ملے کیا امکان
ا۔ ۴۔ ش ۳۸

جہاں چار قسم کے اپنے بھگت بتائے ہیں وہاں گیانی کو سب سے افضل کہا ہے۔ اپنی آتما مانا ہے۔ یعنی بھگوان میں اور گیانی میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے !
گیانی افضل ہے سب سے وہ مجھ میں سدا ۔۔۔ رہتا ہے لگا ہے ایک بھگتی والا

یوں تو چاروں ہی ہیں نہایت اچھے ۔۔۔ گیانی کو ہے اپنی ذات مانا میں نے
ا۔ ۷۔ ش ۱۷۔ ۱۸

لیکن یہ گیان آسان کام نہیں ہے۔ جنم جنمانتر سے دوئی کا واہمہ باطل دل میں جاگزیں ہو رہا ہے۔ اس خیال کو خاطر سے حک کرنا اور وحدت کے بام بلند پر چڑھنا جہاں دوئی کی بو بھی نہیں ہے سخت مشکل کام ہے۔ اس اشکال کا ذکر بھی گیتا میں جگہ جگہ آتا ہے۔ چنانچہ بھگوان کہتے ہیں :-

برلا ہی ہزاروں میں بشر ایسا ہے ۔۔۔ جو سعی کمال کے لئے کرتا ہے
اور جتنے اہل سعی ہیں ان میں بھی ۔۔۔ برلا ہی کنہ ذات کو پہنچا ہے
ا۔ ۷۔ ش ۳

جس وقت بہت جنم گزر جاتے ہیں　　گیانی مری کنہ ذات کو پاتے ہیں
یعنی جو کچھ ہے وہ ہے اک ذات بسیط　　بدلے ایسے مگر نظر آتے ہیں

ا - ۷ - ش - ۱۹

اس کے معنی یہ ہیں - کہ گیان ایسی کٹھن چیز ہے - کہ کسی بڑے کو ہوتا ہے اور وہ بھی جنموں کے بعد - اس اشکال کو پیش نظر رکھ کر آچاریوں نے اور رستے بھی بتلائے ہیں - کہ ابتدا میں وہ گیان سے مختلف نظر آتے ہیں - لیکن انجام میں پہنچا دیتے ہیں - گیان ہی کی منزل پر - گیان سب سے سیدھا اور سب سے چھوٹا راستہ موکش کی منزل کو جاتا ہے - لیکن چونکہ دشوار گزار راہ ہے - اس لئے زیادہ لمبی اور پیچ دار راہوں پر چلنے کی ضرورت ظاہر ہے - یہ تین ہیں - یوگ - بھکتی اور کرم - ان کا بھی گیتا میں شرح و بسط کے ساتھ بیان ہے - اور اگلے بابوں اور فصلوں میں ہم ان کی تشریح کریں گے ؏

یہاں سوال یہ اُٹھتا ہے - کہ جب بندھ محض وہمیہ ہے اور موکش اپنا اصلی سروپ ہے - کوئی باہر سے تحصیل کر کے لانے والی شے نہیں ہے - تو موکش کا راستہ ایک ہی ہو سکتا ہے - یعنی وہم کا چھوڑنا اور اپنے آپ کو پہچاننا - اس میں کرم - بھکتی یا یوگ کیا فائدہ دے سکتے ہیں - کیونکہ یہ تینوں بھی اسی وہم یا مایا کے کارخانے میں داخل ہیں - یہ اعتراض بالکل بجا اور درست ہے - بات حقیقت میں یوں ہی ہے کہ فقط گیان ہی موکش کا راستہ ہے - لیکن کرم - بھکتی اور یوگ جو کام دیتے ہیں ان کی ایک مثال سے اچھی طرح توضیح ہو سکتی ہے ؏

فرض کرو کہ تم اپنے گھر میں سوتے ہو - اور پلنگ پر پڑے پڑے یہ خواب دیکھ رہے ہو - کہ تمہاری ٹانگ میں بڑا بھاری پھوڑا نکلا ہے - درد ہوتا ہے - ٹیسیں اٹھتی ہیں - غرض دُکھ سے بیتاب ہو - اس دُکھ کو دور کرنے کی غرض سے تم اُسی

عالم خواب میں جرّاح کے پاس گئے - اسے روپیہ نذر کیا اور حال کہا - اس نے نشتر لگا کر مواد نکالا - زخم کو دھویا مرہم لگایا - پٹی باندھی - تمہارا وہ درد جانگزا رفع ہو گیا - دُکھ کی جگہ سکھ محسوس ہونے لگا - آنکھ کھلی تو نہ کہیں پھوڑا اٹھا - نہ درد تھا - نہ جرّاح تھا - نہ شفا پائی - صرف وہم ہی وہم تھا اور کچھ نہیں - تم ویسے ہی بھلے چنگے آدمی ہو جیسے خواب دیکھنے سے پہلے تھے ؛

یہاں غور کرنے کے لایق یہ امر ہے - کہ خواب میں پھوڑا اور اس پھوڑے کی تکلیف دونوں وہمیہ باتیں تھیں لیکن وہمیہ جرّاح نے وہمیہ علاج کر کے وہمیہ دُکھ کی بجائے وہمیہ سکھ پیدا کر دیا - گویا ایک وہم کی بجائے جو دُکھ دینے والا تھا اُس نے دوسرا وہم قایم کر لیا جو اُس دُکھ کے دور کرنے والا اور سُکھ کا دینے والا ہے - بعینہ یہی حال اس سنسار میں ہو رہا ہے - دنیا ایک بڑا بھاری وہمیہ پھوڑا ہے - جو وہمیہ درد جانگزا پیدا کر رہا ہے - جرّاح وہمیہ گورو ہے - جو وہمیہ درد کو وہمیہ کرم بھگتی یوگ کے مرہم سے دور کر کے طبیعت میں وہمیہ شفا پیدا کر دیتا ہے - یعنی وہمیہ دُکھ کی بجائے وہمیہ سکھ محسوس ہونے لگتا ہے - سکھ کے محسوس ہونے سے طبیعت مکدّر اور ڈانواڈول رہنے کی بجائے شانتی پاتی ہے - یعنی قلب مصفّا ہو جاتا ہے - اس سے آدمی گیان کا ادھکاری بنتا ہے - کیونکہ صفائے قلب گیان کا پہلا مرحلہ ہے - آخر اگیان کے خواب غفلت سے آدمی بیدار ہو جاتا ہے - اور گیان کا جلوہ ہونے لگتا ہے - صفائے قلب کے بارے میں بھگوان کہتے ہیں ؛

جس شخص کے لذّات پہ جائیں تو حواس ۔۔۔ پر آنے نہ پائے رغبت و نفرت پاس
ہے نفس کش اور حواس پر قادر وہ ۔۔۔ پاتا ہے صفائے قلب بے خوف ہراس

پاتے ہی صفائے قلب یہ ہے دستور ۔۔۔ سب دکھ اور درد ہوتا ہے دل سے دور

دل جس کا ہو گیا مصفّا وہ شخص ہو جاتا ہے جلد قایم العقل ضرور
۱-۲ شن ۶۴-۶۵

یوگ۔ بھگتی اور کرم کا یہ مطلب ہے۔ اور تینوں اسی اصول پر قایم ہیں۔ اس کے ساتھ گیتا میں اور التزام بھی ہے۔ کہ بھگوان نے ان تینوں کے متعلّق جو تعلیم دی ہے وہ محض صفاے قلب سے ہی وابستہ نہیں ہے۔ بلکہ گیان پر پہنچانے والی ہے کثرت سے شروع کرکے وحدت پر پہنچانے والی ہے۔ دوئی سے نکال کر یکتائی پر پہنچانے والی ہے۔ بھگوان صرف یوگ۔ بھگتی اور کرم کی تعلیم نہیں دیتے ہیں۔ بلکہ بھگوان کا یوگ۔ بھگتی اور کرم گیان کا حِصّہ ہے۔ گیتا میں یہ تینوں گیان کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ اور جس درجے پر آدمی گیان سے پہنچتا ہے۔ اسی پر بھگتی پہنچاتی ہے۔ اسی پر یوگ پہنچاتا ہے۔ اسی پر کرم پہنچاتا ہے۔ یہی خاص وجہ ہے۔ کہ گیتا ایسی ہر دلعزیز کتاب ہے اور کہ وہ جان و دل سے اس کی تعلیم پر فدا ہے ✤

باب سوم۔ گیتا کا بھگتی یوگ

پہلی فصل۔ گیان اور بھگتی کا مقابلہ

جو لوگ گیان کے رستے پر چلنے والے ہیں۔ وہ استدلال عقلی سے شروعات کیا کرتے ہیں۔ چونکہ انہیں کُنہ حقیقت کو پہنچنا ہے۔ اس واسطے لازماً و لابداً

فلسفیانہ سوالوں کو اُٹھانا اور ان پر غور و خوض کرنا پڑتا ہے۔ یہاں بدیہی طور پر ظاہر ہے۔ کہ اور قوائے نفس کے مقابلے میں عقل کا زیادہ کام ہے۔ چنانچہ انہیں فلسفیانہ کتابیں پڑھنی اور فلسفیانہ بحثیں دیکھنی پڑتی ہیں۔ کھنڈن منڈن کے کوچے سے گزرنا ہوتا ہے۔ تحلیل و ترکیب۔ تجرید و تعمیم۔ تصدیق و تکذیب۔ مقابلے وغیرہ کے تمام مرحلے طے کرنے ہوتے ہیں۔ یہ ابتدائی درجہ ہے۔ اور ہر ایک گیانی کو شروع شروع میں اس میں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے ؛

مطالعے۔ بحثوں اور غور و خوض سے آخر شکوک دور ہو جاتے ہیں۔ بُدّھی نشچے کی حالت میں قایم ہو جاتی ہے۔ اور کتابوں کی ضرورت جاتی رہتی ہے۔ یہ شرون اور منن کے درجے کہلاتے ہیں۔ شرون یعنی سننے میں تمام مطالعہ اور بحثیں داخل ہیں۔ جو تحصیل علم حقیقت کی غرض سے کی جاتی ہیں۔ منن کے معنی سوچنے کے ہیں۔ یعنی مطالعہ اور بحثیں جن نتائج پر پہنچاتی ہیں۔ ان پر خود غور و خوض کرنا اور ان کو اپنے من کا حصّہ بنا لینا۔ اس سے یقین کی حالت بہم پہنچتی ہے۔ یہ علمی اور عقلی یقین ہے۔ ابھی ایک درجہ اور باقی ہے۔ جسے ندّھیاسن کہتے ہیں۔ اس میں انہیں نتائج پر جو مطالعے بحثوں اور خود غور و خوض کرنے سے حاصل ہوئے ہیں استغراق حاصل کیا جاتا ہے۔ اور آدمی تعقل کے درجے سے گزر کر اشراق اور کشف حقیقت کے درجے پر پہنچتا ہے ؛

یہ کام آسان نہیں ہے۔ ہزاروں میں سے چیدہ چیدہ اشخاص ہی کا میلان طبع سوچنے اور غور کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ اور ایسا فلسفیانہ دماغ کہ اونچے دقیق مضامین پر غور و خوض کر کے نتائج معتدبہ پر پہنچے؛ اور بھی کم آدمیوں کا دیکھنے میں آتا ہے۔ اسی مطلب کو مدّنظر رکھ کر بھگوان کہتے ہیں ؛

برلا ہی ہزاروں میں بشر ایسا ہے — جو سعی کمال کے لئے کرتا ہے
اور جتنے اہل سعی ہیں ان میں بھی — برلا مری کنہ ذات کو پہنچا ہے

ا - ۷ - شل ۳

بارھویں ادھیائے میں ارجن نے بھگوان سے یہ سوال پوچھا ہے۔ کہ جو آپ کے روپ کا دھیان کرنے والے ہیں۔ وہ یوگ کے بہتر جاننے والے ہیں۔ یا وہ لوگ جو شدّھ سچدانند برہم کے اُپاسک یا دھیان کرنے والے ہیں۔ جسے نہ فنا ہے نہ جو کبھی تغیّر و تبدّل سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔
بھگوان جواب دیتے ہیں +

مجھ میں ہی من لگا کے جو لوگ اپنا — کرتے رہتے ہیں دھیان میرا ہی سدا
اور اُن کا مجھ میں ہے عقیدہ راسخ — واصل تر اُن کو مانتا ہوں میں بجا

جو کرتے ہیں ذات غیر مشہود کا دھیان — لافانی ہے جو اور بے نام و نشان
سب میں ساری ہے عقل کی حد سے ہے دور — قایم ہے اجل ہے حق ہے بے وہم و گمان

اور دیکھتے ہیں ایک نظر سب کو جو — قابو کر کے حواس کو اور من کو
جو سب کی بھلائی میں لگے رہتے ہیں — بے شک مجھ کو ہی بس پہنچتے ہیں وہ

دل جس نے لگایا غیر مشہود میں ہاں — محنت اور رنج ہے زیادہ اسے یاں
معراج ہے ذات غیر مشہود کٹھن — مشکل سے ہے واں پہنچنے پاتا انساں

ا - ۱۲ - شل - ۲ - ۵

اوپر کے شلوکوں سے یہی نتیجہ مستخرج ہوتا ہے۔ کہ گیان کی منزل کٹھن ہے

اور اُس میں چلنا ہر ایک کا حصّہ نہیں ہے۔ ابتدا میں چونکہ استدلال اور تعقّل کا کام ہے۔ اس نظر سے بھی مشکل ہے۔ اور انتہا میں چونکہ تمام دوئی کا واہمہ طبیعت سے نکال کر وحدت اور یکتائی کے بام بلند پر چڑھنا ہوتا ہے۔ اس پہلو سے نگاہ سے بھی مشکل ہے۔ پس تعقّل کی دشوار گزار راہ سے قطع نظر کر کے نفس انسانی کی اور قوتوں اور قابلیتوں کو لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ وہ کس درجے پر پہنچانے والی ہیں ❖

تعقّل اور اس سے تعلّق رکھنے والی کیفیتیں نفس کا ایک مجموعہ قوٰے ہے۔ دوسرا بڑا مجموعہ اموشنز یا جذبات کا ہے۔ جن میں محبّت یا پریم سب سے اعلےٰ درجے کا جذبہ ہے۔ محبّت کے معنی ہیں۔ نفس کا کسی شے کی طرف اس باعث سے کھچنا کہ وہ شے پیاری معلوم ہوتی ہے۔ وہ پیاری کیوں معلوم ہوتی ہے؟ اس میں تعقّل یا سوچ بچار یا استدلال کا کام نہیں ہے۔ ہم کسی چیز کا علم حاصل کرتے ہیں۔ حواسوں کے ذریعے سے وہ اپنا اثر طبیعت پر کرتی ہے۔ وہ اثر ہمیں دلکش معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمارا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے یا کھچتا ہے ❖

یہ محبّت کی شروعات ہے۔ یوں شروع ہو کر یہ یا تو بتدریج ترقی کرتے کرتے تیز محبّت یا عشق کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ یا بتدریج گھٹتے گھٹتے طبیعت سے حک ہو جاتی ہے۔ اس گھٹنے یا بڑھنے میں بے شک سوچ بچار کا کام پڑتا ہے جس شے کی طرف طبیعت کی کشش ہے اس میں ہم اپنا فائدہ یا نقصان سوچتے ہیں۔ اور اس سوچنے سے ایسے وسائل اختیار کرتے ہیں۔ جن سے ہماری اس شے میں جو محبّت ہے وہ ترقی پکڑتی ہے۔ یا گھٹ گھٹ کر طبیعت سے بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ محبّت کے بڑھانے میں بھی سوچ بچار کام دیتا ہے۔

اور محبّت کے طبیعت سے زائل کرنے میں بھی - دونوں جگہ بے شک سوچنا پڑتا ہے - اور بار بار سوچنا پڑتا ہے ÷

ممکن ہے یہاں یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ محبّت اندھی ہوتی ہے - اس میں تعقّل یا سوچ بچار کا کیا کام ہے - جذبہ جب طبیعت پر حاوی ہوتا ہے تو نفس کے اور تمام عمل بے کار و معطّل ہو جاتے ہیں - یہ بات بے شک درست ہے - سوچ بچار کا کام آغاز محبّت میں بے شک نہیں ہوتا - بلکہ جذبۂ محبّت ہی طبیعت پر حاوی ہوتا ہے - لیکن بعد میں جب گھٹانے بڑھانے کا سوال پیدا ہوتا ہے - اس وقت غور و فکر کام دیتا ہے - مثلاً فرض کرو - کہ ایک شخص کو کوئی زن بازاری پیاری ہے - چونکہ محبّت اندھی ہے - بے شک شروع میں وہ بے اختیار اس کی طرف کھچتا ہے - لیکن اسی آدمی کو بدنامی بیماری - خرچ زر وغیرہ کے نقصانات سمجھائے جائیں - اور بار بار ان کی طرف توجہ دلائی جائے - تو وہ خود بھی سوچنے کی طرف مائل ہوگا - اور اس شوق ذمیم کو چھوڑ دے گا - برعکس اس کے کسی کو ست سنگ پیارا ہے - اسے ست سنگ کے منافع سے آگاہ کیا جائے - لایق سادھوؤں اور بڈّوں کی دیا کھیا ہیں سنوائی جائیں - تو ست سنگ میں روزمرّہ اس کی محبّت بڑھتی جائے گی - اسی پر اور باتوں کو قیاس کر لو ÷

مختلف آدمیوں کے جذبۂ محبّت کا میلان مختلف طرف دیکھا جاتا ہے - بعض کو روپیہ پیارا ہے - بعض کو نام و شہرت پیاری ہے - بعض زن و فرزند کی طرف کھچتے ہیں - بعض دوست و احباب کی طرف - بعض کو بُرے شوق عزیز ہیں - بعض کو اچھے شوق عزیز ہیں - غرض مایا اپرم پار ہے - اسکے کاریہ یعنی معلولات کو کون گن سکتا ہے - لاانتہا ہیں - لاانتہا چیزیں لاانتہا آدمیوں کو

پیاری ہیں۔ یعنی ان چیزوں سے ان آدمیوں کو محبّت ہے۔ میں اس مضمون کو طول نہیں دیا چاہتا۔ ایسا عام اور عام فہم ہے۔ کہ ہر ایک شخص گردن جُھکا کر اور اپنے دل کے آئینے میں نظر جما کر دیکھ سکتا ہے۔ کہ اس کو کیا چیز پیاری ہے۔ بشیوں کا پھیلاؤ بے حدّ و حساب ہے۔ اور دنیا میں وہ شخص کونسا ہے۔ جسے ان بشیوں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ بشے پیارے نہ ہوں۔ اپنی کیفیّات نفس کی تحلیل کرو۔ اور تمہیں روز روشن کی طرح صاف صاف نظر آئے گا۔ کہ تمہاری کشش طبیعت کا میلان کس کس طرف ہے۔ کونسی چیزوں سے تمہیں محبّت ہے۔ اور اُن میں کون سی چیز سے سب سے زیادہ محبّت ہے ؁

پیارے معلوم ہونے کے باعث یہ طبیعت کا یہ کھچاؤ۔ یہ جذبہ الفت و محبّت۔ یہ پریم بھاؤ۔ اگر بشیوں کی بجائے ایشور کی طرف ہو۔ تو اس کو بھگتی کہتے ہیں۔ اور پریمی کو بھگت۔ بھگت شرومنی "تلسی داس جی مہاراج کہتے ہیں۔ اور کیا ہی اچھّا کہتے ہیں ؁

کامی ہی پیر یہ ہو نار جوں لوبھی ہی پریہ جوں دام
ایسے ہی پریہ ہوکر لگو "تلسی کے من رام

یعنی جیسی شہوت پرست مرد کو عورت پیاری ہوتی ہے۔ اور طامع آدمی کو روپیہ عزیز ہوتا ہے۔ ہے رام چندر جی مہاراج اسی طرح تم مجھے پیارے معلوم ہو۔ ایشور کا پیارا معلوم ہونا۔ ایشور کی طرف کشش طبیعت کا ہونا ایشور سے پریم بھاؤ رکھنے کا نام بھگتی ہے ؁

رہا یہ سوال کہ بھگتی کی علّت غائی کیا ہے۔ اس کا جواب ہم گیان یوگ کے باب میں شرح و بسط کے ساتھ دے آئے ہیں۔ جیو اگیان سے موہا جا کر

اس بھرم میں پڑا ہوا ہے ۔ کہ میں بے قدرت ہوں۔ محدود ہوں ۔ پاپی ہوں ۔ بھگوان کہتے ہیں ؛

روز اول ہی ساری یہ مخلوقات ۔۔۔ ہو ہی جاتی ہے راست سمجھو یہ بات
اٹھتی رہتی ہیں رغبت و نفرت سے ۔۔۔ اضداد کی جوڑیاں جو ہیں جہل کی ذات

ادھ۔ ۷۔ شل ۲۷

جو اپنے آپ کو بے طاقت و قدرت مانتا ہے ۔ اُسے ایسی شخصیت کی تلاش ہوگی ۔ جو صاحب قدرت ہے ۔ اور جس سے بے قدرت لوگوں کی آرزوئیں پوری ہوسکیں ۔ اسی طرح ایشور کا خیال پیدا ہوتا ہے ۔ اور اپنے اپنے خیال کے مطابق طاقت و قدرت والے ۔ ایشور کی طرف ہر ایک شخص رجوع کرتا ہے ۔ اسی کا نام ایشور کی بھکتی ہے ۔ بادی النظر میں ہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ طریق آسان ہے ۔ یہاں نہ تعقل فلسفیانہ درکار ہے ۔ نہ کرم کے پھیلاؤ کا کھڑاک ہے ۔ نہ یوگ کی ریاضتیں درکار ہیں ۔ ساتھ ہی یہ بھی بات ہے ۔ کہ بھکتی رس کا سواد آنے لگتا ہے ۔ تو بھکتی بہت شیریں ۔ دلچسپ اور دلکش معلوم ہوتی ہے ۔ آسان اور دلچسپ رستے کو چھوڑ کر دشوار گزار راہ کون اختیار کرتا ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ دنیا کے اکثر مذاہب بھکتی ہی کی تعلیم دیتے ہیں ۔ بھکتی سے اوپر نہیں چڑھتے ؛

جس بھکتی کا گیتا میں اُپدیش ہے ۔ اُس کا آدرش یا معراج بلند ہے ۔ یہ سرو شکتیمان ایشور سے الپ شکتیمان جیو کی صرف مرادیں مانگنے کی بھکتی نہیں ہے ۔ یہ مختلف مذاہب کے پجاریوں کی دکھاوے اور چڑھاوے کی بھکتی نہیں ہے ۔ بلکہ بھگوان شروع شروع میں مرادیں دینے ۔ پوجا کے طریق بتانے پریم بھاو ہردے میں رکھنے وغیرہ وغیرہ سے طالبوں کے درجے کے مطابق

آغاز کر کے بھکتی کی انتہا وہاں دکھاتے - اور اس پر پہنچنے کا وہ رستہ بتاتے ہیں - جہاں دوئی کا دخل نہیں رہتا - ایک وحدت ہی وحدت رہجاتی ہے - غرض بھکتی سے شروع کر کے ادھکاری کو گیان کے انتہائی درجے پر چڑھا دیتے ہیں ۞

دوسری فصل - چار طرح کے بھگت

اوپر کی فصل میں ہم نے محبت کی تعریف بتائی ہے - کہ چیز کے پیارے معلوم ہونے کے باعث طبیعت کا اس کی طرف کھچنا محبت ہے - یہی محبت اگر بشیوں کی بجائے ایشور میں ہو - تو بھکتی کہلاتی ہے - بشیوں کو دیکھ کر محبت پیدا ہوا کرتی ہے - ایشور کے گن سن کر اس میں بھکتی رونما ہوتی ہے ۞

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

بھگوان اپنے بھگت چار قسم کے آدمی بتاتے ہیں - یعنی چار طرح کے آدمی بھکتی اور پریم بھاو سے بھگوان کی طرف رجوع کرتے ہیں ۞

بھجتے ہیں مجھے چار طرح کے انسان جو ہوتے ہیں نیک ارجن شبھر جوان
دوان میں ہیں ورد مند اور حاجتمند دو جگیاسو ہیں اور گیانی پہچان

گیانی افضل ہے ان میں وہ مجھ میں سدا رہتا ہے لگا - ہے ایک بھکتی والا

گیانی کو جان و دل سے پیارا ہوں میں　　اور مجھ کو جان و دل سے گیانی پیارا

یوں تو چاروں ہی ہیں نہایت اچھے　　گیانی کو ہے اپنی ذات مانا میں نے
وہ مجھ میں لگا ہوا پہنچ جاتا ہے　　میرے درجے کو کچھ نہیں جسکے پرے

۱۔۷ شلوک ۱۶۔ ۱۸

یہ شلوک ذرا تشریح طلب ہیں۔ کہ بھگت چار ہی طرح کے کیوں بتلائے کم یا زیادہ کیوں نہیں بتائے۔ ہمارا جواب ہے۔ کہ انہیں چار قسموں میں سب ایسے آدمی آ گئے ہیں۔ جو پریم بھاو سے بھگوان کو بھجتے ہیں۔

سب سے اوّل دردمند کو لیجئے۔ جو کسی قسم کے درد یا تکلیف میں مبتلا ہے۔ اور اس سے رہائی پانے کے واسطے بھگوان کو بھجتا ہے۔ درد یا تکلیف میں تینوں طرح کے دُکھ یعنی ادھیاتمک ادھی دیوک۔ اور ادھی بھوتک سب شامل ہیں۔ جیو نے چونکہ اگیان سے اپنے آپ کو بے طاقت و قدرت مانا ہوا ہے۔ جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ سروشکتیمان ایشور کی طرف رجوع لاتا ہے۔ کہ آپ میں سب طرح کی طاقت ہے۔ میرے دُکھ کو دور کیجئے۔ مثلاً جو شخص خود بیمار ہے یا اس کے زن و فرزند۔ عزیز و اقارب۔ دوست و احباب میں سے کوئی بیمار ہے۔ اس بیماری سے نجات کے واسطے صدق دل سے دست بدعا ہو کر تا ہے۔ اسی طرح جب سبب ہائے مختلفہ سے دل پر فکر اور رنج و غم کا ہجوم ہوتا ہے۔ اور یاس و مایوسی طبیعت پر طاری ہوتی۔ اس وقت آدمی بے اختیار ایشور کی طرف رجوع لاتا ہے۔ یا طاعون پھیلتی ہے ہیضہ پھیلتا ہے۔ قحط آتا ہے۔ زلزلہ آتا ہے۔ اس سے پناہ ڈھونڈھنے کے واسطے ایشور کی شرن میں جاتا ہے۔ اس طرح بھگتی کی ابتدا ہوتی ہے

بعض تو ان اسباب کے نہ رہنے پر پھر ویسے ہی دنیا کے کُتّے بن جاتے ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ بعض خوش نصیب اس طرح ابتدا کر کے جذبۂ محبت کو ترقی دیتے ہیں۔ اور ایشور کے سچے بھگت بن جاتے ہیں۔ یہ سِرِّ خفی ہے۔ کہ بھگت یا اہلِ عشق ایشور سے یہ دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی تکلیف رہا کرے۔ تاکہ اس کے بہلانے سے ہمیں تیرا قرب نصیب ہو۔ تیرا دھیان کریں۔ اور تیری پناہ میں آئیں۔ یہ سب لوگ تکلیف سے رستگاری مانگنے کے واسطے ایشور بھگتی کرتے ہیں۔ اس مضمون پر میں نے ایک نظم لکھی تھی۔ جو ناظرین کے ملاحظے کے واسطے یہاں نقل کرتا ہوں ؎

اہلِ دنیا سے تم اے دوستو نفرت نہ کرو
کب کہا میں نے کہ دنیا سے محبت نہ کرو

گر یہ سمجھو کہ زمانہ ہے تمہاری صورت
تم کسی پر کبھی بھول کے لعنت نہ کرو

یار پیارے ہیں مجھے اور ہے اغیار سے پیار
یار و اغیار سے کہہ دو کہ عداوت نہ کرو

پیار میں کرتا ہوں سب کو مجھے ہر اک ہے عزیز
ان کا شکوہ نہ کرو اور شکایت نہ کرو

سب مری آنکھ کے تارے ہیں مرے جان جگر
مجھکو تم ان سے جدا کرنے میں محنت نہ کرو

سب کو پیارا ہوں میں اور سب ہی ہیں پیارے مجھکو
تم بھی پیدا کرو یہ وصف تو حسرت نہ کرو

عیش پیارا ہے مجھے اور مجھے سُکھ پیارا
سُکھ سے بھی بڑھکے زیادہ ہے مجھے دُکھ پیارا

دُکھ ہے پیارا مجھے یہ سن کے نہ ہو نا ناشاد
دُکھ سے ہے خانۂ دل جلوۂ حق سے آباد

دُکھ جو آتا ہے تو اس دُکھ کے بہانے سے وہیں
مجھے اے دوست خدا آتا ہے رہ رہ کر یاد

عیش و عشرت میں بھلا دیتا ہوں دل سے حق کو
دُکھ میں یاد آتا ہے حق تاکہ ہوں دُکھ سے آزاد

دُکھ نہ ہوتا جو زمانے میں فقط سُکھ ہوتا
ہو گیا ہوتا زمانہ ہی کبھی کا برباد

دُکھ کے پردے میں نہاں یار کا جلوہ دیکھا　　دُکھ میں کرتا ہوں میں دلدار سے داد و فریاد
میرے حق میں تو آیا ہے مبارک اے دُکھ　　چاہ سے دیکھتا رہتا ہوں میں تیری اُفتاد
عیش پیارا ہے مجھے اور مجھے سُکھ پیارا
سُکھ سے بھی بڑھ کے زیادہ ہے مجھے دُکھ پیارا

دُکھ بنا میرے لئے ہادی و رہبر سچا　　دُکھ ہوا میرے لئے کاشفِ اسرارِ خدا
دُکھ ہے وہ چیز کہ اندھے کو عطا کیں آنکھیں　　دُکھ ہے وہ چیز کہ ان آنکھوں میں بخشی ہے ضیا
دُکھ سہا میں نے زمانے کا ہوا تجربہ کار　　دُکھ جو آیا تو مری چشم بصیرت ہوئی وا
دُکھ وہ اُستاد ہے جو صبر سکھاتا ہے مجھے　　اور پڑھاتا ہے سبق یہ کہ ہو راضی برضا
قلب میں دُکھ کے وسیلے سے صفا آئی ہے　　دُکھ وہ صیقل ہے کہ دی آئینۂ دل کو جلا
جہل و ظلمات کے پردے ہوئے اس دُکھ سے دور　　دل میں اب نور ہے وہ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
عیش پیارا ہے مجھے اور مجھے سُکھ پیارا
سُکھ سے بھی بڑھ کے زیادہ ہے مجھے دُکھ پیارا

دُکھ ہے وہ چیز کہ نظروں میں مری راحت ہے　　دُکھ کو ہرگز نہ کہو رنج ہے اور کلفت ہے
آنکھ کو کہتے ہیں سب نعمتِ عظمیٰ ہے یہ　　دُکھ کو سچ پوچھو تو اس سے بھی بڑی نعمت ہے
آ مرے پاس تو اے دُکھ کہ بلائیں لے لوں　　کیسی پیاری مری آنکھوں میں تری صورت ہے
جو کہے تجھ کو بُرا آپ ہے وہ شخص بُرا　　تو تو اللہ کی واللہ بڑی رحمت ہے
قربتِ حق کا مجھے تو نے ہی بخشا اعزاز　　اسی باعث سے مرے دل میں تری عزت ہے
دُکھ میں لے لے کے کیا کرتا ہوں میں یادِ خدا　　اور پڑھتا ہوں یہ شعر اس سے بڑی رغبت ہے
عیش پیارا ہے مجھے اور مجھے سُکھ پیارا

سُکھ سے بھی بڑھ کے زیادہ ہے مجھے دُکھ پیارا

دُکھ دُور کرنے کے خیال کے ساتھ سُکھ حاصل کرنے کا خیال وابستہ ہے۔ جس طرح بعض آدمی ایشور کو اس غرض سے بھجتے ہیں۔ کہ ہمارا دُکھ دور ہو۔ اسی طرح بعض اس غرض سے بھجیں گے۔ کہ ہماری فلاں مراد پوری ہو۔ اور ہمیں سُکھ نصیب ہو۔ سُکھ کے متعلق مرادیں یا تو اس دنیا سے متعلق ہوں گی کہ ہمیں دولت ملے۔ مکان و اسباب آرام کا ہو۔ ہماری شادی ہو۔ ہمارے گھر اولاد پیدا ہو۔ ہمیں عزت نصیب ہو۔ ہمارا نام ہو وغیرہ وغیرہ۔ یا عالم عقبےٰ کے متعلق ہوں گی۔ کہ ہمیں مرکر اونچے لوک ملیں۔ اور ہم وہاں کے بھوگ بھوگیں۔ چونکہ ایسے سُکھی ابتدائی جیو کو یہ مرادیں۔ سرو شکتیمان ایشور ہی دے سکتا ہے۔ اس واسطے ان کے حصول کی غرض سے جیو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ ارتھارتھی یعنی خواہاں مراد بھگت ہیں ؎

دُکھ کے رفع کرنے کی اور سُکھ کے حصول کرنے کی خواہش والوں میں تمام طالب دنیا و عقبےٰ آ گئے۔ ان کے علاوہ دو قسم کے اور آدمی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جن کی دنیا و عقبےٰ کے بھوگوں پر نظر نہیں ہے۔ بلکہ کُنہ حقیقت پر نظر ہے۔ ان میں سے ظاہر ہے ایک طالب یا سالک ہوگا۔ جو کشف حقیقت کی ابتدائی منزل میں بار بار یہی دعا کرے گا۔ کہ ہے پرمیشور میری مشکل آسان کر۔ اور مجھے اپنے ملنے کا راستہ دکھا۔ اسے جگیاسو کہتے ہیں۔ دوسرا عارف یا گیانی ہوگا۔ جس نے گیان سے بھگوان کی ماہیت پہچانی ہے۔ اور دھیان میں سرمست رہتا ہے۔ یہ بے شک بھگوان روپ خود ہے۔ اس میں اور بھگوان میں کچھ بھید نہیں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ”گیانی کو ہے اپنی ذات مانا میں نے۔

تینوں سے اس کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ سکام یعنی غرض کو ساتھ لیکر بھگتی کرتے ہیں۔ اور یہ گیانی حقیقت کو پہنچکر نشکام یعنی کوئی غرض مدّ نظر نہ رکھکر بھگوان کا بھگت ہے۔ اور سروآتم روپ کرکے بھگوان کو دیکھتا ہے ؎

بھگتی سے آدمی پاپوں سے چھوٹتا ہے۔ من شدّھ ہوتا ہے۔ اور بھگوان کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ کسی بھاوسے بھگتی کرو۔ متبرّک بھگتی اپنا پھل دیئے بغیر نہیں رہتی ہے۔ نہ یہاں جات پات کی قید ہے۔ نہ یہاں رسوم کے بے انتہا پھیلاؤ کا درد سر ہے۔ نہ یہاں یوگ کی دقّت طلب سادھنیں درکار ہیں۔ نہ گیانی کا فلسفیانہ دماغ درکار ہے۔ یہ دلکش شارع عام سب کے لئے کھلی ہے۔ کسی کو آنے جانے کی روک ٹوک نہیں ہے۔ اور سب اس رستے چلکر منزل مقصود پر جا پہنچتے ہیں۔ بھگوان بھگتی کی تعریف کرتے ہیں ؎

سب کو ہی دیکھتا ہوں میں ایک نظر دشمن ہے مرا نہ دوست کوئی ہے بشر
ہاں مجھ کو بھجا کرتے ہیں جو بھگتی سے وہ مجھ میں ہیں۔ میں انہیں ہوں اے دانشور

جاکر نہ کبھی اور طرف جو مجھ کو بھجتا ہے وہ کیسا ہی بداعمال بھی ہو
نیکوں میں ماننے کے لائق ہے سدا کیا وجہ بھلا عقیدہ راسخ اس کو

جلدی دھرماتما وہ بن جاتا ہے تسکین لایزال بھی پاتا ہے
اے ارجن جان سرّ مخفی یہ کہ ناش ہوتے مرے بھگت کا نہیں پاتا ہے

جس شخص نے آسرا یہاں میرا لیا گو نیچ ہی کیوں نہ ہو وہ پر کیا پروا

عورت ہو یا کہ ویش ہو یا ہو شودر
ہر ایک ہی تو ہے پرم گتی کو پہنچا

پھر پاک برہمنوں کا تو کہنا کیا
اور بھگت جنوں کا اور راج رشیوں کا
اس دنیا میں کہ دکھ کا گھر ہے بیشک
اور فانی ہے۔ تو بھج مجھی کو ہی سدا

مجھ میں ہی من لگا مری کر بھگتی
مجھ کو ہی پوج کر نمسکاریں بھی
بے شک مجھ کو ہی تو پہنچ جائیگا
واصل ہو تجھے جان کے معراج اپنی

۱-۹-ش-۲۹-۳۴

تیسری فصل بھگتی کو ترقی دینے کے وسائل

ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ محبت ایک جذبۂ نفس ہے۔ اور جذبات کی طرح یہ خاص اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خاص اسباب سے اس کو ترقی دی جا سکتی ہے۔ یہی حال ایشور کی بھگتی کا ہے۔ جن اسباب سے یہ پیدا ہوتی ہے۔ ان کا اشارہ دوسری فصل میں ایشور کے چار طرح کے بھگتوں کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ وہ اسباب کیا ہیں جن سے بھگتی کا جذبہ دل میں اٹھکر نہ رہ جائے۔ بلکہ برابر ترقی کرتا چلا جائے۔ خاص تکلیفوں کے دور کرنے اور خاص مرادوں کے پورا کرنے کی غرض سے آدمی جب تہ دل سے ایشور کی طرف رجوع لائے تو ان تکلیفوں کے دور ہونے اور سکھوں کے حاصل ہونے سے اس کا بھگتی کا جذبہ ختم نہیں

ہوجانا چاہئے۔ بلکہ وہ اوّل جگیّاسو بھگت کا درجہ حاصل کرے اور پھر گیانی بھگت ہوجائے۔ یہ بھگتی کا اصلی مدعا ہے ٭

بھگتی بھاو کے ترقی دینے کے واسطے سب سے مقدّم چیز ست سنگ ہے۔ جہاں ایشور کے چرتروں کی گیان کتھا ہوتی ہے۔ جہاں ایشور کے نام کا کیرتن ہوتا ہے۔ جہاں ایشور کے گُن گائے جاتے ہیں۔ وہاں نیم کر کے روزانہ جانا چاہئے۔ اس سے جو بھاو طبیعت میں پیدا ہوا ہے وہ برقرار ہی نہیں رہیگا۔ بلکہ روزمرّہ اس کو ترقی ہوگی۔ اس واسطے بھگوان کے بھگتوں کی سیوا میں حاضر ہونا چاہئے۔ اور اُن کے ساتھ بھگتی کے میٹھے رس کا سواد لینا چاہئے۔ ست سنگ کی مہما بڑی ہے۔ شری تلسی داس جی مہاراج کہتے ہیں ٭

۱ سُن اتھ جرج کرو جنی کوئی — ست سنگ مہما نہیں گوئی
۲ جل چر تھل چر نبھ چر نانا — جے جڑ چیتن جیو جہانا
۳ متی کیرتی گتی بھوتی بھلائی — جب جہی جتن جہاں جنی پائی
۴ سو جانو ست سنگ پربھاؤ — لوک نہ وید ہو آن اُپاؤ
۵ بن ست سنگ وویک نہ ہوئی — رام کرپا بن سُلبھ نہ سوئی
۶ ست سنگ مُد منگل مُولا — سوئی پھل سدھی سب سادھن پھولا
۷ شٹھ سدھر ہیں ست سنگت پائی — پارس پرس کدھات سُہائی
۸ بدھی بس سجن کسنگت پر ہیں — پھنی منی سم نج گُن انوسر ہیں
۹ بدھی ہری ہر کوی کوبد بانی — کہت سادھو مہما سکچانی
۱۰ سو مو سن کہی جات نہ کیسے — شاک بنک منی گُن گن جیسے
۱۱ بندوں سنت سمان چت ہت ان ہت نہیں کوئے

انجلی گت شبھ سمن جم سم سگندھ کردوے

ترجمہ۔ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ (۱) سُنکر کوئی شخص تعجب نہ کرے۔ ست سنگ کی عظمت کوئی مخفی شے نہیں ہے۔ (۲) پانی میں رہنے والے زمین پر پھرنے والے۔ آسمان میں اُڑنے والے جو جو جڑ چیتن جیو جہان میں ہیں۔ (۳) ان میں سے جس نے جہاں اور جب عقل نیکنامی بھلائی اعلےٰ روحانی مدارج اور موکش پائی ہے۔ (۴) وہ ست سنگ کی برکت سے پائی ہے۔ نہ تو دنیا میں اور نہ وید میں کوئی اور تجویز ممکن ہے۔ (۵) ست سنگ کے بغیر گیان نہیں ہوتا۔ اور رام کی کرپا کے بغیر یہ آسان امر نہیں ہے۔ (۶) ست سنگ خوشی و خرمی کی جڑ ہے۔ یہ پھل ہے۔ باقی سب سادھن اور سدھیاں پھول ہیں۔ (۷) ست سنگ پانے سے بُرے اس طرح سُدھر جاتے ہیں۔ جیسے لوہا پارس سے مس کرکے۔ (۸) بعض وقت تقدیر سے اچھے لوگ بُروں کی صحبت میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن جسطرح سانپ کا من سانپ کی قربت کی وجہ سے اپنی خوبی نہیں کھو دیتا۔ اسی طرح یہ اپنا گُن قائم رکھتے ہیں۔ (۹) برہما۔ وشنو۔ شو۔ شاعر۔ پنڈت اور سرسوتی سادھو مہما کہتے ہوئے شرماتے ہیں۔ (۱۰) میں اس کو اسی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ جس طرح ساگ بیچنے والا کاچھی جواہرات کی آب و قیمت نہیں بتا سکتا۔ (۱۱) یکساں دل والے سنتوں کی میں بندنا کرتا ہوں جن کا اسی طرح نہ کوئی دوست ہے نہ دشمن ہے۔ جس طرح دونوں ہاتھوں میں رکھے ہوئے پھول دونوں ہی ہاتھوں کو خوشبودار بنا دیتے ہیں۔ اور یہ بچار نہیں کرتے۔ کہ ایک سے کھانا کھایا جاتا ہے یہ پاک ہے اور دوسرے سے آب دست لی جاتی ہے یہ ناپاک ہے ؟

ست سنگ حقیقت میں ایسی ہی چیز ہے۔ کہ اس کی جس قدر تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ اس میں جو اصول مضمر ہے وہ یہ ہے۔ کہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ مثل مشہور ہے۔ "بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد" جن آدمیوں میں جس کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ ویسا ہی وہ شخص ہو جایا کرتا ہے ہمارے ہاں محلے محلے میں جو دھرماتما مندر بنواتے تھے۔ ان کی بڑی غرض یہی تھی۔ کہ فرصت کے وقت آدمی جمع ہوں گے۔ گیان کتھائیں سنیں گے۔ ایشور چرنز کا امرت رس پئیں گے۔ بھجن کیرتن کریں گے۔ دھیان کو مورتی سامنے ہوگی۔ شکوک رفع کرنے کو پنڈت یا سادھو مہاتما ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہ مندر سب موجود ہیں۔ اور ان میں ایزادی بھی جاری ہے۔ لیکن ان کا اصلی مطلب فوت ہوگیا ہے۔ بھکتی اور گیان کا گھر ہونے کی بجائے وہ بھنگڑوں اور چرسیوں کے گھر ہو گئے ہیں۔ "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"۔

ست سنگ کے ساتھ آدمی کو بھکتی رس کی کتابیں پڑھتے رہنا چاہیے ہندوؤں میں بھکتی رس کا جو بیش بہا لٹریچر ملتا ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کی کسی قوم کا لٹریچر نہیں کرسکتا۔ سنسکرت کو لیجئے یا ہندی کو لیجئے۔ خیالات کے بلند کرنے والی طبیعت کو شانتی اور تسکین دینے والی۔ بھکتی رس میں مگن کرنے والی ایسی ایسی نفیس کتابیں ملتی ہیں۔ کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ کیا میٹھی زبان ہے۔ کیا لطیف شاعری ہے۔ کیا نفیس مذاق ہے۔ کہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا۔ یاد رہے۔ کہ ہمارے ہاں ایشور کی جباری اور قہاری کے خوف سے بھگت کو ڈرایا۔ اور کوڑے کے خوف سے بھکتی کی تعلیم پر زور نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ایشور کو بھگت وتسال اور پریم کا

بھنڈار بتایا جاتا ہے - اور اس میں ہر طرح سے بھگت کے پریم اور پریتی بڑھانے کے رستے دکھائے جاتے ہیں - جو انتہا درجے کے دلکش اور شانتی وایک ہیں ؎

مطالعہ اور ست سنگ کے ساتھ دھیان ضروری ہے - نرگن سروپ کا دھیان اعلے گیانیوں یا گیانی بھگتوں کا حصہ ہے - جو جگت کو سچدانند برہم روپ کرکے دیکھتے ہیں - یا اس گیان کے سمندر میں یا اپنی ذات میں اُسے خواب کا نقشہ جانتے ہیں - یہ مشکل امر ہے - ہاں سگن سروپ کا دھیان ہر ایک بھگت کے واسطے آسان ہے - جس سروپ کا ذکر ست سنگ میں سنتا ہے یا خود کتاب میں پڑھتا ہے - یا جو اپنا اشٹ ہے اور اُسکی طرف طبیعت کا کھچاؤ ہے - اس کے چرتروں کے نقشے گوشۂ تنہائی میں بیٹھکر نظر کے سامنے کھینچنے چاہئیں - اور اسکی صورت کو من میں بسانا چاہئے - یہ طریقہ آسان - دلچسپ اور بھگتی کا بڑھانے والا ہے - جو مذاہب خدا کو تو مانتے ہیں لیکن اس کی صورت نہیں مانتے - ان میں دھیان کے واسطے کوئی سہارا نہیں ملتا - یہی وجہ ہے - کہ ان کے ماننے والوں میں خدا کی نسبت جو خیالات یا تصورات ہیں - وہ بہت دھندلے - غیر مربوط - غیر منتظم اور بالکل اوٹ پٹانگ ہیں - مبتدی کو دھیان قائم کرنے کے واسطے ابتدا میں مورتی کی اشد ضرورت ہے - جو لوگ اشٹ دیو کی مورتی نظر میں نہیں رکھتے وہ گورو کی مورتی رکھا کرتے ہیں - بھگوان کی تعلیم میں مورتی کے دھیان میں رکھنے کے اشارے ملتے ہیں - گیارھویں ادھیائے میں ارجن کو ورات روپ سے اپنے درشن کرائے ہیں - گویا تمام جگت کو اپنی مورتی دکھایا ہے - اس کا ذکر ہم آگے کریں گے -

مندرجہ ذیل شلوک چھوٹی مورتیوں کے دھیان کی طرف اشارہ کرتا ہے :-

پتا ہو پھول پھل ہو یا پانی ہو
بھگتی سے بھینٹ کرتا ہے مجھ کو جو
اُس عبدِ عقیدت کی ہو بھگتی سے خوش
فوراً ہی قبول کرتا ہوں میں اس کو

۹-۱-ش ۴۶

ظاہر ہے کہ پتا پھول پھل پانی وغیرہ مورتی کو ہی چڑھایا جا سکتا ہے۔ اور کسی کو نہیں۔ اس طرح شروع کرکے انتہا یہ ہوتی ہے کہ بھگت کو سارا جگت ایشور کی مورتی نظر آنے لگتا ہے۔ جو اس طرح دھیان کرنے کی غرض سے سگن برہم کی کوئی اِشٹ مورتی اپنی نظر میں رکھتے ہیں۔ وہ ان لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ جو نہ کبھی کسی کا دھیان کرتے ہیں۔ نہ جن کے عقیدے کسی بات میں سچے ہیں اور راسخ ہیں۔ ہاں محض شہرت اور دنیا دکھاوے کو سبھاؤں اور سماجوں میں پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر مورتی پوجا کے کھنڈن میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں۔ اور اخباروں اور رسالوں میں لمبے چوڑے مضامین لکھا کرتے ہیں۔ جن میں لفظ تو بہت ہوتے ہیں۔ اور مطلب خاک بھی نہیں۔ جن میں نہ شاستر کی پیروی ہے نہ دلیل کے آگے ٹھہر سکتے ہیں :-

یہ تینوں اصول یعنی ست سنگ میں گیان کتھا سننا۔ اپنے مطالعے سے اُن خیالات کو طبیعت میں مستحکم کرنا۔ اور دھیان سے انہیں اپنی ذات کا حصہ بنا لینا۔ ایسے عالمگیر اصول ہیں۔ کہ گیان۔ بھگتی۔ یوگ۔ دھرم وغیرہ میں سب ہی جگہ کام دیتے ہیں۔ سالک کو ہر جگہ ان پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں :-

کرکرکے دھیان دیکھتے ہیں بعضے	اپنے میں آپ آتما کو اپنے
کچھ ایسے ہیں سانکھیہ یوگ سے دیکھتے ہیں	کچھ کرتے ہیں کرم یوگ سے نظارے

جن کو نہیں آتما کی اس طرح خبر	کرتے ہیں اُپاسنا وہ بس سُن سُنکر
اوروں سے۔ اور اس طرح وہ سننے والے	تر جاتے ہیں موت کا سمندر یکسر

ا۔۱۳۔ش ۲۵۔۲۶

ان شلوکوں میں تینوں اصولوں کی طرف اشارہ ہے۔ سُن سُن کر جو اُپاسنا کرنے والے ہیں وہ ست سنگی ہیں۔ کہ ست سنگ میں جاکر گیان کتھا سُنتے ہیں۔ سانکھیہ یوگ کے شاستری کتابیں پڑھنے والے اور ان کے مضامین پر غور و خوض کرنے والے ہیں۔ تاکہ جو کچھ سُنا ہے وہ دل میں استوار ہو جائے دھیان کرنے والے سب سے اعلےٰ ہیں۔ اسی واسطے اُن کا ذکر سب سے پہلے ہے۔ یہ دونوں شلوک گیان میں گھٹتے ہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ بھگوان کے ہاں گیان اور بھکتی میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے۔ گیانی سب کو آتم روپ دیکھتا ہے۔ بھگت سب کو بھگوان روپ دیکھتا ہے۔ دونوں وحدت کے ایک ہی بام پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا ذکر ہم آگے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ کریں گے؛

میں نے بھکتی میں ان اصولوں کا ذکر اسی واسطے خاص کر کیا ہے۔ کہ بھکتی کی کتابوں میں ان تین باتوں پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور ست سنگ تو ایسی چیز ہے۔ کہ بھگت اسی کی مہما گاتے گاتے نہیں تھکتے۔ بھکتی کی وہ کون سی کتاب ہے۔ جس میں ست سنگ کی خوبیاں خوب شرح و بسط کے ساتھ نہ بیان ہوئی ہوں۔ سنتوں میں درشنوں کی غرض سے جانا۔ تیرتھوں

میں گشت لگانا۔ سادھو مہاتماؤں کی سیوا میں حاضر ہونا سب کی علّتِ غائی ہے۔ کہ وہاں ست سنگ نصیب ہوگا۔ اور اس کے فیض سے آدمی تر جائیگا
اسی ست سنگ کے فیض کی طرف بھگوان کا اشارہ ہے ؛

ہوتا ہے ظہور یاں مجھی سے سب کا مجھ سے چلتا ہے کارخانہ سارا
اس طرح سے جان کر بھجا کرتے ہیں صدق دل سے مجھے جہاں کے دانا

مجھ میں ہی من لگا کے مجھ میں ہی پران آپس میں ملا کے سب کو میرا ہی دھیان
میرا ہی ذکر کر کے ہر دم۔ ہر وقت خوش ہوتے ہیں، پاتے ہیں سرور عرفان

ا۔ ۱۰-۸-۹

چوتھی فصل۔ بھکتوں کے اوصاف

اوپر کی فصل میں جو وسائل بیان ہوئے۔ اُن سے ایشور کا بھکتی بھاو دل میں مستحکم ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان وسائل کو اختیار کر کے آدمی اپنی ذات میں کیا خوبیاں۔ کیا اوصاف۔ کیا خصوصیتیں بہم پہنچائے۔ جس سے اُسے ایشور کا ملنا آسان ہو جائے۔ ان کا ذکر گیتا میں جگہ جگہ آتا ہے چنانچہ تھوڑی تمہید دے کر ہم گیتا کے شلوک نقل کرنے شروع کرتے ہیں ؛

(۱) سب سے مقدم یہ امر ہے۔ کہ آدمی بُرے کاموں کو چھوڑ دے اور اچھے کام کرے۔ بدی سے بچے اور نیکی کے راستے پر چلے۔ جس من میں

پاپ رہتا ہے۔ اس میں ایشور کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ گیان میں جو شم دم وغیرہ پر زور دیا جاتا ہے۔ اور یوگ میں جو یم نیم قایم کئے گئے ہیں۔ ان کی بھی یہی مراد ہے۔ اُپنشدوں میں بھی ترک بدی کی تاکید ہے۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے۔ کہ اس پر زیادہ لکھنا ضروری نہیں۔ اس بارے میں بھگوان کہتے ہیں ؎

مجھ کو ہرگز نہیں پہنچنے پاتے   پاپی جاہل کمینے اس دنیا کے
مایا دیوی نے ہر لیا ان کا گیان   شیطانی ہیں قرین ان کے سارے

بھجتے ہیں مجھے چار طرح کے انسان   جو ہوتے ہیں نیک ارجن شیر جوان
دو انمیں ہیں درد مند اور حاجتمند   دو جگیاسو ہیں اور گیانی پہچان

یاں جو ہیں مرد نیک با صدق و صفا   اور جن کے پاپ کا ہے انجام ہوا
اضداد کی جہل سے رہا وہ ہو کر   بھجتے ہیں مجھ کو صدق دل سے اسجا

د۔۷۔ش۔۱۵۔۱۰۔۱۷

(۲)۔ صدق دل سے بھگوان میں پران۔ من۔ چت لگانا چاہئے۔ جہاں یہ صدق عقیدت نہیں اور طبیعت ڈانواں ڈول ہے۔ وہاں بھکتی نہ آنند وا ایک ثابت ہوتی ہے۔ نہ کسی نتیجے پر پہنچانے والی ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ بھگوان کا ہو رہے۔ انہیں کو نمسکار کرے۔ انہیں کو بھجے۔ انہیں سے جو مانگنا ہے مانگے۔ یہ شردھا اور اعتقاد بڑی بات ہے۔ کوشش اور سعئے پیہم سے من کی یہ حالت پہنچانی چاہئے۔ اس وقت بھکتی اپنا پورا فائدہ دیا کرتی ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ؎

مجھ میں ہی من لگا کے مجھ میں ہی پران — آپس میں لا کے سب کو میرا ہی دھیان
میرا ہی ذکر کر کے ہر دم ۔ ہر وقت — خوش ہوتے ہیں ۔ پاتے ہیں سرورِ عرفان

مجھ میں ہی من لگا بھگت ہو میرا — مجھ سے ہی رانگ سر جھکا مجھ کو سدا
بے شبہ و شک مجھ کو ہی پہنچے گا تو — پیارا ہے تو ۔ کرتا ہوں میں وعدہ سچا

ا ۔ ۱۸ ۔ ش ۶۵

دل مجھ میں لگا کے میری رحمت سے یہاں — ہو جائیں گی مشکلیں تری سب آسان
پندار سے گر بات نہ مانے گا مری — ہو جائیگا برباد بلا وہم و گمان

ا ۔ ۸ ۔ ش ۵۸

(۴۳) یہ من کا لگانا اس طرح ہونا چاہئے ۔ کہ بلا شرکت غیری ہو ۔ اسے سنسکرت میں انّنیہ بھگتی کہتے ہیں ۔ یعنی ایسی بھکتی جس میں غیر کا مطلق دخل نہ ہو ۔ بھگت بھگوان کا تن من دھن سے آسرا لے اور اُن پر بھروسا رکھے ۔ ایسے بھگت کو بھگوان کا ملنا آسان ہے ۔ دنیا میں اس کے حصول و حفظ کے کفیل بھگوان آپ ہوتے ہیں ۔ (حصول کے معنی ہیں جن چیزوں کی اسے ضرورت ہے ۔ ان کا مہیّا کرنا ۔ اور حفظ کے معنے ہیں ۔ جو چیزیں اسے اپنی کرپا سے دی ہیں ۔ ان کی حفاظت کرنا ۔ تا کہ وہ دھیان میں سست ہو ۔ تو دنیا کے کُتّے انہیں اُٹھا کر نہ لے جائیں) اور عقبےٰ کے لئے اسے تمام پاپوں سے چُھڑا دیتے ہیں ۔ چنانچہ تینوں کی نسبت بھگوان کہتے ہیں :-

جو اور طرف نہ جا کے بھجتے ہیں مجھے — اور میری اُپاسنا ہیں دل سے کرتے
جو مجھ میں ہی سدا لگے رہتے ہیں — ہے ان کا حصول و حفظ میرے ذمّے

ا ۔ ۹ ۔ ش ۲۲

جو بھجتا ہے صدق دل سے مجھکو ہی سدا   جاتا نہیں اور کی طرف من جس کا
جو مجھ میں لگا رہتا ہے اس یوگی کو   ملنا مرا آسان ہے کر شک نہ ذرا

ا ۔ ۸ ش ۱۴

جتنے ہیں دھرم ترک ان کو کرکے   مجھ ایک کی تو پناہ اسے ارجن لے
کچھ سوچ نہ کر کہ میں ہی تجھکو آزاد   کردونگا سب گناہ اور عصیاں سے

ا ۔ ۱۸ ۔ ش ۶۶

(۴۴) ۔ ان اینیہ بھگتی کا لازمہ یہ ہے ۔ کہ بھگت اپنے تمام کام ایشور کے ارپن کرے ۔ اور ثمرہ فعل کا خیال ہی چھوڑ دے ۔ اپنے کرموں سے بھگوان کی پوجا کرے ۔ اس طرح کرم بندھن کا باعث نہیں ہوتے اور کرم بندھن سے آدمی چھوٹ کر موکش پد کو پہنچتا ہے ۔ وجہ صاف ظاہر ہے ۔ بندھن کا باعث کرم ہیں ۔ ان سے تعلق چھوڑ دیا تو آدمی نردوند ہو گیا ہے ۔

ارجن جو کچھ کرے تو یا جو کھائے   ہا یگیہ کرے ۔ کسی کو یا جو کچھ دے
یا جو کچھ تپ کرے ۔ تجھے لازم ہے   میرے ارپن وہ صدق نیت سے کرے

یوں نیک بد اعمال کے تو ثمرے سے   چھوٹ جائیگا ہوگا کرم بندھن نہ تجھے
اور ہو گیا سنیاس میں جب یوگ سے یکت   تو مجھ کو پہنچ جائے گا ناجی ہو کے

ا ۔ ۹ ۔ ش ۲۷ ۔ ۲۸

ایشور ہے جو جزو اور کل میں ساری   جس سے ہے وجود سب کا سب کی ہستی
اعمال سے اپنے کرکے اس کی پوجا   انسان کو ہوتا ہے کمال اور سدھی

ا ۔ ۱۸ ۔ ش ۴۶

یاں اپنے تمام کام مجھ کو جو بشر — کرتے ہیں سپرد محض میرے ہوکر
اُس یوگ سے جو یوگ بلاغیر سے ہے — اور دھیان جماتے رہتے ہیں بس مجھ پر

البسوں کو رہا کرتے ہیں جو مجھ میں لگے — اے ارجن جلد تر ہی رحمت کرکے
میں آپ ہی پار کر دیا کرتا ہوں — بحرِ ذخّارِ مرگ اور دنیا سے

ا-۱۲-شش-۶-۷

لے کر یہ شخص یوں سہارا میرا — کرتا ہوا کام بھی سبھی اور سدا
رحمت سے میری لا یزالی وہ مقام — پاتا ہے تغیرّ نہ ہو جس میں اصلا

میرا ہی ہو کے چھوڑ کر مجھ پر کام — سب اپنے تہ دل سے تو اے نیک انجام
اور مسلکِ عقل کا تو رہرو ہوکر — ارجن مجھ ہی دل لگا اپنا مدام

ا-۱۸-شش ۵۶-۵۷

(۵) کرم پھل کے ترک کرنے - کرم سے بھگوان کی پوجا کرنی - کرم بھگوان کو ارپن کرنے ایسے مضامین ہیں - جن کا گیتا میں باربار ذکر آتا ہے - جو شلوک ہم نے اوپر دیئے ہیں - سب کا نقل کرنا ضروری نہیں ہے - اخیر میں ہم وہ امرت رس والے شلوک دیتے ہیں - جو بارھویں ادّھیاے کے اخیر میں دیئے ہوئے ہیں - اور جن میں بھگوان بتاتے ہیں - کہ کون سے بھگت مجھے پیارے ہیں ؎

جس کو نہیں دشمنی کسی سے بھی یہاں — جو دوست ہی سب کا رحمدل ہے انساں
جو بے من و مائی ہے تحمّل والا — جسکو سُکھ اور دُکھ ہیں دونوں یکساں

صابر جو سدا ہے - یوگ میں ہے جو لگا | ضابطہ ہے جو، جسکا ہے عقیدہ پکا
جس کا دل اور عقل ہے مجھ میں لگی | ہے وہ ہی بھگت مجھ کو از بس پیارا

آزار جہاں سے جسے نہیں کچھ پاتا | اور خود بھی جہاں سے نہیں دکھ جسکو ذرا
خوف و حسد و فکر و خوشی جسکو نہیں | ہے وہ ہی بھگت مجھ کو از بس پیارا

جو بے پرواہ ہے - پاک ہے اور دانا | جو ہے بے فکر و پاسداری سے رہا
جو خود غرضی کے کام کر دیتا ہے ترک | ہے وہ ہی بھگت مجھ کو از بس پیارا

جو خوش ہوتا ہے اور نہ نفرت رکھتا | جس کو امید ہے نہ کچھ سوچ ذرا
جو نیک و بد کو ترک کر بیٹھا ہے | وہ بھکتی والا ہے مجھ کو از بس پیارا

جسکو یکساں ہیں دوست بھی دشمن بھی | تعظیم و اہانت جسے یکساں ہی سبھی
سکھ دکھ اور گرم و سرد یکساں ہیں جسے | ہے جس کو کسی شے میں تعلق نہ کبھی

جس کو ہے ثنا اور مذمت یکساں | خاموش ہے صابر ہے جو ہر حال میں یاں
جو بے گھر رہتا ہے اور ہے قایم عقل | پیارا ہے وہ بھکتی والا مجھ کو انساں

اس دھرم کی امرت کی کہا جیسے گیا | کرتے ہیں اپاسنا جو مردانِ صفا
پیارے ہیں نہایت ہی مجھے وہ مرے بھگت | ان کو ہے عقیدہ اور سہارا میرا

ا - ۱۲ - ش ۱۳ - ۲۰

پانچویں فصل دیوتاؤں کے اور بھگوان کے بھگت

بھگتوں کے اوصاف جو اوپر بیان ہوئے۔ اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ گیتا کی بھگتی کا رُجحان گیان کی طرف ہے۔ ایسے بھگتوں پر بھگوان کی رحمت ہوا کرتی ہے۔ یہ رحمت اُس رحمت سے بہت مختلف ہے۔ جس کو اور مذاہب مانتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کسی دوسرے شخص کی سفارش درکار نہیں ہے۔ بلکہ بھگت اپنی کرنی سے موکش کا ادھکاری بنتا ہے۔ وہ بداعمالی چھوڑ کر نیک اعمالی اختیار کرتا ہے۔ اِس میں بھی فرض کو فرض سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ نہ کہ ثمرے کی طمع سے۔ تن من دھن سے ایشور کا ہو رہتا ہے۔ پران چت من سب اس میں لگا دیتا ہے۔ بلا شرکت غیرے اسکا آسرا لیتا ہے۔ غرض اپنی خودی کو خدا میں محو کر دیتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ کثرت کے احاطے سے نکل کر وحدت کے میدان میں آتا ہے۔ کثرت بندھ ہے۔ وحدت موکش ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بھگت موکش کا ادھکاری بنتا ہے +

گیتا میں ایک اور دلچسپ اور نتیجہ خیز مضمون کا بھی بار بار ذکر آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بھگتی اور گیان دو جدا جدا چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی درجہ وحدت پر پہنچانے والی اور ایک ہی ہیں۔ یہ خاص خاص مرادیں پوری ہونے کی غرض سے مختلف دیوتاؤں کی پوجا کا مسئلہ ہے۔ اس بارے میں بھگوان کی جو تعلیم ہے وہ غور کے لائق ہے۔ پہلے میں

گیتا کے شلوک ذیل میں نقل کرتا ہوں ؎

خواہش سے طرح طرح کی موہ ہے جا کر
بھجتے ہیں دیوتاؤں کو اور بشر
رکھتے ہیں طرح طرح کے برت اور نیم
اپنی فطرت کے بس میں آکر یکسر

جو جو جن دیوتاؤں کے ہیں بھگت ہوئے
اور پوجنا چاہتے ہیں تن من سے اُسے
کر دیتا ہوں میں اُن کا عقیدہ راسخ
ایسا اُس دیوتا میں ٹالاں نہ ٹلے

ان لوگوں کا اعتقاد راسخ ہوا جب
پوجا میں خوب دل لگاتے ہیں اب
اور پاتے ہیں اپنی آرزوئیں ساری
میں ہی گو ان کو بخشتا ہوں یہ سب

لیکن ہے چونکہ عقل ان کی تھوڑی
محدود ہی ملتا ہے انہیں ثمرہ بھی
پاتے ہیں دیوتاؤں کو ان کے بھگت
اور مجھ کو میرے بھگت ہے بات اتنی

ا - ۷ - ش - ۲۰ - ۲۳

ان شلوکوں کے پڑھنے کے بعد دیوتاؤں سے خاص مرادیں بر آنے کا بھید ہرگز مخفی نہیں رہتا - گیان کے باب میں ہم اس بات کو واضح طور سے بیان کر آئے ہیں - کہ کائنات گیان کے سمندر برہم میں خواب کے نقشے کی طرح محض بود نمود ہی رکھتی ہے - واقع میں کچھ نہیں ہے - جیو وہی گیان سروپ برہم ہے - اس سے جدا چیز نہیں ہے - ہاں جب تک اگیان سے اس نے یہ مان رکھا ہے - کہ میں الپ شکتی ہوں - یہ الپ شکتی جیو ہی بنا رہتا ہے - اب دیکھئے کہ اسی گیان کی حالت میں جیو یہ مانتا ہے - کہ میں فلاں دیوتا کی اُپاسنا یا برت یا پوجن یا یگیہ کروں - تو میری فلاں مراد بر آئے گی -

ظاہر ہے۔ کہ چونکہ گیان سروپ جیو جگت کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس خواب میں اس کے خیال کے مطابق مراد بر آئے گی۔ بعینہ اسی طرح خواب بار بار روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ وہ خواب ایک رات کے لئے ہوتا ہے۔ دنیا کا خواب جیو کے واسطے جنم جنمانتر کا خواب ہے۔ پس مراد کے دینے والے دیوتا اپنے سے باہر نہیں ہیں۔ ہم خود ہی اپنی مرادیں بر لاتے ہیں۔ شردّھا یا اعتقاد ہے۔ کہ اپنا نقشہ دکھا رہا ہے۔ بھگوان اس شردّھا یا عقیدے کی نسبت کہتے ہیں :-

رکھو یا د جدا جدا عقیدہ سب کا ہوتا ہے طبیعت کے مطابق اس جا
جیسا ہے عقیدہ جسکا وہ ہے ویسا پتلا ہے عقیدے کا جہاں میں انساں

ا - ۷ - شں ۳

یہ قول بالکل سچ ہے۔ کہ جیسا جس کا عقیدہ ہے۔ ویسا ہی وہ ہوتا ہے ہمیں خوشی ہے۔ کہ ویدانت کا یہ اہم مسئلہ یورپ اور امریکہ میں پھیلتا جاتا ہے اسے وہاں کے لوگ علم الخیال کہتے ہیں۔ بہت سے رسالے جاری ہیں۔ بڑا بھاری لٹریچر ہو گیا ہے۔ اور لاکھوں آدمی ان نئے خیال والوں کے مقلد ہو گئے۔ لیکن اور چیزوں کی طرح مغربی دنیا نے اسے روحانی ترقی کا ذریعہ بنانے کی بجائے روپیہ کمانے کا ایک پیشہ بنا لیا ہے۔ خیر یہ جملہ معترضہ ہے۔ ناظرین کو دھیان میں صرف یہ بات رکھنی چاہیئے۔ کہ جس دنیا میں ہم رہتے ہیں۔ وہ دنیا ہے خیالی ہے۔ اپنا خیال تمام کام بگاڑ یا سنوار رہا ہے۔ جہاں خوف۔ دُبدھا یا شک کا زور ہے۔ وہاں کام خراب ہوتا ہے۔ جہاں زور کے ساتھ یہ عقیدہ ہے۔ کہ فلاں طریق پر کاربند ہونے سے فلاں کام ہو جائیگا۔ وہاں وہ کام ہوتا ہے پر ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی

قوّت اِسے روک نہیں سکتی ۞

چونکہ آدمی بس یہ عقیدہ کرکے ٹھہر جاتا ہے۔ کہ میرا فلاں کام فلاں دیوتا کے شرن جانے سے پورا ہو جائے گا۔ وہ اس کی شردّھا کے مطابق پورا ہو جاتا ہے۔ اور بس۔ اس واسطے بھگوان اس ثمرے کو محدود بتاتے ہیں۔ بھگوان کا بھگت چونکہ انہیں مایا سے پرے پرم دھام۔ سروشکتیمان۔ سروآتم روپ۔ موکش کا دینے والا مانتا ہے۔ اس کو جو بھکتی کا پھل ملتا ہے۔ وہ غیر محدود ہوتا ہے۔ یعنی بھگوان کو پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ۞

یاں بھگت ہیں اور دیوتاؤں کے جو
اور پوجتے صدق دل سے ہیں ان سب کو
وہ بھی مجھ کو ہی پوجتے ہیں ارجن
تعمیل اثر یہ نہیں کرتے گو

سوامی اور دیوتا ہوں سب یگوں کا
میں ہی ہیں نہیں دیوتا کوئی اور اصلا
پر چونکہ حقیقت سے نہیں واقف لوگ
گرتے رہتے اسی سبب سے ہیں سدا

پاتے ہیں دیوتاؤں کو عبد ان کے
عابد پتروں کے ملتے ہیں پتروں سے
جو پوجتے ہیں بھوت وہ ہوتے ہیں بھوت
اور مجھ کو پہنچ جاتے ہیں عابد میرے

ا۔ ۹۔ ش ۲۳۔ ۲۵

"وتعمیل اثر یہ نہیں کرتے" اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ دیوتاؤں کے پوجنے والے اُس حکم یا ودھی کے مطابق نہیں چلتے۔ جو وید میں لکھی ہے۔ غرض کے بندے ہو کر اُن خاص غرضوں کے دینے والے خاص دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ اسی واسطے محدود پھل پاتے ہیں۔ مجھے پوجیں تو غیر محدود

پھل پائیں۔ یعنی مایا کو تر جائیں۔ جنم مرن سے چھوٹ جائیں۔ موکش پد کو پہنچ جائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں +

ہے گن والی یہ میری دیوی مایا
مشکل سے ہے پار اس کا کسی نے پایا
میری ہی پناہ میں جو آ جاتے ہیں
تر جاتے ہیں وہ۔ اُن پہ ہے میرا سایا

ا۔۷۔ ش۔۱۴

جو پاس مرے مہاتما آتے ہیں
پھر جنم دوبارہ وہ نہیں پاتے ہیں
ہے جنم کے ہمرکاب دُکھ اور فنا
وہ اوج کمال پہ پہنچ جاتے ہیں

عالم ہیں برہم لوک تک جو سارے
سب سے ہے بازگشت ہی اے پیارے
جو شخص مگر مجھے پہنچ جاتے ہیں
اے ارجن جنم اُنہوں نے کب ہیں دھارے

ا۔۸۔ ش ۱۵-۱۶

جا کر نہ کسی اور طرف مجھ کو جو
بھجتا ہے وہ کیسا ہی بداعمال بھی ہو
نیکوں میں ماننے کے لایق ہے سدا
کیا وجہ بلا عقیدہ راسخ اس کو

جلدی دھرماتما وہ بن جاتا ہے
تسکین لازوال بھی پاتا ہے
اے ارجن جان سرِ مخفی یہ کہ ناش
ہونے مرے بھگت کا نہیں پاتا ہے

جس شخص نے آسرا یہاں میرا لیا
گو نیچ ہی کیوں نہ ہو وہ پر کیا پروا
عورت ہو یا کہ ویش ہو یا ہو شودر
ہر اک ہی تو ہے پرم گتی کو پاتا

ا۔۹۔ ش۔ ۳۰۔۳۲

اب یہ مسئلہ صاف ہے۔ کہ دیوتاؤں کے پوجنے والوں کا پھل محدود

کیوں ہوتا ہے۔ اور بھگوان کے بھگتوں کا غیر محدود کیوں۔ پوجنے والے
نے دیوتا کو محدود پھل دینے والا مانا ہے۔ اور بھگت نے بھگوان کو غیر
محدود پھل دینے والا۔ غیر محدود پھل وہی دے سکتا ہے۔ جو خود غیر محدود
ہو۔ مایا کا غلام نہ ہو بلکہ مایا کا ادھشٹھاتا یا حاکم ہو۔ کسی سے نیچا نہ ہو۔ سب
کے پرے ہو۔ غرض غیر محدود ہو۔ غیر متبدّل ہو۔ غیر متعلّق ہو۔ سرو درشی ہو۔
سرو شکتیمان ہو۔ سرو آتم روپ ہو۔ یہ خالص ویدانت کی تعلیم ہے۔ بھگوان
اپنا سروپ ایسا ہی بتلاتے ہیں۔ اور بار بار بھگت کی توجہ اس طرف دلاتے
ہیں۔ تاکہ وہ تنگ نظری کے دایرے سے نکلے اور وسیع نظری
کے ساتھ بھگوان کی سرو آتم بھاو سے پرستش کرے۔ چنانچہ سروپ
کی نسبت کہتے ہیں:-

جس وقت بہت جنم گزر جاتے ہیں — گیانی ہری کُنہ ذات کو پاتے ہیں
یعنی جو کچھ ہے وہ ہے اِک ذات بسیط — برلے ایسے مگر نظر آتے ہیں

ا۔ ۷۔ رش ۱۹

روشن جس کو کرے نہ مہرِ تاباں — روشن نہ کرے آگ نہ ماہِ رخشاں
جا کر جہاں بازگشت ممکن ہی نہیں — ارجن میرا مقام عالی ہے وہاں

ا۔ ۱۵۔ رش ۶

جو شخص بھگوان کو صرف یہ مانتے ہیں۔ کہ وہ جیو بھاویں ہیں۔ یعنی
واسو دیو کے ہاں پیدا ہوئے۔ پہلے غیر مشہود تھے۔ اب مشہود ہو گئے
یا یہ کہ اونچے لوکوں کے رہنے والے ہیں۔ اور خاص غرضوں کے لئے اوتار
دھارن کرتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ بھگوان کا اصلی سروپ وہی ہے۔
جسے سچدانند برہم کہتے ہیں۔ جسے شرتی بھگوتی نیتی نیتی کر کے پکارتی ہے

اسی بھاو سے بھگوان کی پوجا کرنی چاہئے۔ جن کی نظر اننتے اُدیکھے
نہیں جاتی بلکہ نیچے ہی رہ جاتی ہے۔ یعنی جو بھگوان کو محض منتشبہ درشٹی
سے دیکھتے ہیں ان کی بھگوان نندا کرتے ہیں ÷

نادانوں نے اس طرح ہے مجھے مانا ... یعنی مشہود غیر مشہود ہوا
معلوم نہیں ان کو حقیقت میری ... بدلی نہ کبھی۔ نہ جس سے کچھ ہے اونچا

میں سب کے جاننے میں آیا ہوں کب ... مایا سے گھرا ہوا ہوں۔ پوچھو جو سبب
دنیا جاہل ہے تہ کو پہنچی ہے کہاں ... تبدیلی سے مجھ کو نہ جنم سے مطلب

میں جانتا ہوں زمانِ ماضی کا حال ... معلوم مجھے ہے حال اور استقبال
پر مجھ کو جانتا نہیں کوئی بھی ... اے ارجن دیکھ تو سہی میرا کمال

روز اوّل ہی ساری یہ مخلوقات ... موہی جاتی ہے راست سمجھو یہ بات
اُٹھتی رہتی ہیں رغبت و نفرت سے ... اضداد کی جوڑیاں جو ہیں جہل کی ذات

ہاں جو ہیں مرد نیک باصدق وصفا ... اور جن کے پاپ کا ہے انجام ہوا
اضداد کے جہل سے رہا وہ ہو کر ... بھجتے ہیں مجھ کو صدق دل سے اسجا

ا۔ ۷۔ شش ۲۴۔۲۸

جو شخص بھگوان کو منشبہ ورشٹی سے دیکھتے ہیں وہ ان کا انادر یعنی تحقیر
کرتے ہیں۔ یہ نادان آدمی کُنہ حقیقت کو نہیں پہنچتے ہیں۔ جو سر وآتم
درشٹی یعنی ہمہ اوست کی نظر سے بھگوان کی پرستش کرتے ہیں وہ

بھگوان کو گیان یگیہ سے پوجتے ہیں۔ یہی سچے بھگت ہیں۔ جو اور کسی بھاو سے بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ نام تو بے شک بھگوان کا لیتے ہیں۔ لیکن اصل میں محدود دیوتا کے ہی پوجنے والے ہیں۔ اس واسطے بھگوان کی بھگتی کے لئے ضرور ہے۔ کہ ہمیشہ ہمہ اوست کی نظر سے عبادت کی جائے۔ بھگوان کہتے ہیں ؎

نادان کیا کرتے ہیں میری تحقیر — مجھ کو تن انسان میں سمجھ کر جا گیر
ان کو نہیں کچھ کنہ حقیقت کا پتا — میں ہی ہوں کائنات کا رب قدیر

امیدیں عبث ہیں انکی اور سارے کام — ہے علم عبث اور نہیں تمیز کا نام
بس میں ہیں یہ سب موہنی پرکرتی[۱] کے — جو راکشسی و آسری ہی ہے مدام

ہاں جو ہیں مہاتما۔ سہارا ان کا — دیوی مری کرتی ہے دیوی مایا
مجھ کو ہی یہ بھجتے ہیں۔ سمجھ کر یہ کہ ہوں — میں علت اولے۔ نہ بدلنے والا

رہتے ہیں مری حمد میں مصروف سدا — ساعی ہیں سدا۔ عزم ہے مضبوط انکا
کرتے ہیں نمسکار مجھے بھکتی سے — اور من کو لگا کے کرتے ہیں دھیان مرا

کرتے ہوئے گیان یگیہ سے بس پوجا — کرتے ہیں بعض اپاسنا[۲] میری سدا

---

[۱] پرکرتی یا طینت و فطرت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ملکوتی اور شیطانی۔ انہیں کو دیوی اور آسری نام دیا ہے۔ [۲] اپاسنا دھیان کرنا +

بہتیری طرح سے جان کر یہ ہمہ اوست
اپنے سے متّحد اور اپنے سے جُدا

کرتو[۱] میں ہی ہوں یگیہ بھی ہوں میں ہی
میں ہوں سُودھا میں ہی ہوں بن اوشدھی بھی
ہوں منتر میں - اور یگیہ کی سب سامگری
میں ہی ہوں آہتی - ہوں میں ہی اگنی

ماں ہوں اور باپ میں ہوں اس عالم کا
پالن کرتا ہوں اس کا اور ہوں دادا
میں جاننے لائق ہوں مقدس ہوں اوم
رگ ساما یجو میں ہوں ہی اِمیں شک کیا

معراج و حافظ اور مالک سب کا
شاہد ملجا - پناہ اور یار سدا
آغاز ہوں - انجام ہوں اور جائے قیام
آخر ہوں مقام - بیج رہنے والا
ا - ۹ - ش ۱۱ - ۱۸

چھٹی فصل - بھگت اور ظہورات قدرت

اوپر کی فصل میں اس بات کی تشریح ہو چکی ہے - کہ بھگت کو محدود نظر سے ایشور کو نہیں دیکھنا چاہئے - بلکہ سرو آتم بھاو یا ہمہ اوست کی نظر سے دیکھنا چاہئے - نئی سبھاؤں اور سماجوں کے من گھڑت مسئلے مسائل سے

[۱] کرتو ویدک یگیہ کو کہتے ہیں جیسے اگنشٹوم وغیرہ - یگیہ سمرتی کے یگیہ ہیں جیسے پنچ مہا یگیہ سُودھا وہ شبد ہے جو آہتی دیتے وقت بولا جاتا ہے سواہا - اوشدھی ہر قسم کی بناس پتی یا نباتاتی دوائی - منتر وید کی رچا - سامگری یگیہ کا سامان +

قطع نظر کی جائے۔ تو ہمارے ہاں بھکتی کی یہی لطائے تعلیم۔ ہر جگہ پائی جاتی ہے چاہے جس پوران کو اٹھا کر دیکھ لو۔ چاہے جس بھگتی کی کتاب کو لے لو۔ سب کی یہی تعلیم ہے۔ کہ ایشور سروا تم روپ ہے۔ آدمی کرشن کا اپاسک ہے یا رام کا۔ سورج کا ہے یا گنیش کا۔ شو کا ہے یا شکتی کا۔ اپنے اِشٹ دیو کو ذات بسیط اور محیط کل مانتا ہے۔ اِشٹ کا فرق طبیعت کے بھاو پر موقوف ہے جس کو جو سروپ پیارا معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ لیکن ایک ہی اصول سب میں جاری اور ساری ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہندو دھرم کی بنیاد کا پتھر ویدانت ہے ✣

اُپاسنا دو طرح کی ہے۔ ایک اہنگرہ اور دوسری پرتیک۔ اہنگرہ میں آدمی یہ دھیان کرتا ہے۔ کہ جو کچھ ہے سب میری ذات ہے۔ کائنات خواب ہے۔ اور میں اس خواب کا دیکھنے والا ہوں۔ سب میں میں ہوں سب کچھ میں ہوں۔ یہ گیانیوں کے واسطے ہے۔ ہر ایک کا حصّہ نہیں ہے۔ اوروں کے واسطے یہ اُپاسنا آسان ہے۔ کہ جو کچھ ہے۔ وہ ایشور ہے۔ یہ بھگتوں کا دھیان اور اُپاسنا کا طریق ہے۔ اس طرح گیانی اور بھگت دونوں ایک درجے پر پہنچ جاتے ہیں۔ کثرت کا واہمہ جو بندھن کا باعث ہے۔ دل میں سے نکل جاتا ہے۔ اور اُس کی جگہ وحدت کا حق الیقین دل میں سما جاتا ہے ✣

جگت کو ایشور روپ دیکھنے کا پہلا قدم یہ ہے۔ کہ آدمی صنعت میں صانع کا ظہور دیکھے۔ دنیا میں جس طرف نگاہ جاتی ہے۔ عالم طلسم کی طرح نیرنگ نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں۔ کہ معمولی سی دکھائی دیتی ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ کہ ان کی طرف بے اختیار طبیعت کھچتی ہے۔

آدمی دیکھتا ہے اور سراہتا ہے۔ کہ واہ تیری قدرت۔ سبحان تیری قدرت۔ ٹھس سے ٹھس طبیعت میں بھی بعض بڑے ظہورات کو دیکھ کر یہ جذبہ اُٹھا کرتا ہے۔ اور جنہوں نے چشم بینا اور دل دانا پایا ہے۔ ان کا تو کچھ کہنا ہی نہیں ہے ✤

کسانیکہ ایزد پرستی کنند
بآواز دولاب مستی کنند

پس جو جو چیزیں دل کی کھینچنے والی ہیں۔ جن جن چیزوں کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ جن جن چیزوں سے طبیعت میں بے اختیار ولولہ اُٹھتا ہے انہیں اس نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ ایشور کے ظہورات قدرت ہیں۔ ان ظہورات میں ایشور کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس صنعت گری میں صانع پنہاں ہے ✤

دوسرا قدم یہ ہے۔ کہ صنعت اور صانع کی تمیز طبیعت سے حک کرکے آدمی دلکش اور حیرت انگیز چیزوں کو جن پر بے اختیار نظر جاتی ہے۔ اور جو دل میں بے ساختہ ولولہ پیدا کرتی ہیں۔ اس نظر سے دیکھے کہ یہ ایشور جلوہ فرما ہے۔ ان کی عظمت کو دل میں جگہ دے۔ اور ان کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ اس طرح وسعت نظر پیدا ہوگی۔ ظہور قدرت خدائی ظہور ہے۔ اسے ایشور کی وِبھوتی یا قدرت کہتے ہیں۔ دھیان جمانے کی غرض سے گیتا میں ان وِبھوتیوں کا ذکر کئی جگہ آتا ہے۔ ایک دو جگہ سے میں کبھی شلوک اور بیانوں کے ضمن میں دے چکا ہوں۔ یہاں دسویں ادھیائے کے شلوک نقل کرتا ہوں ارجن کا سوال نہایت شاعرانہ پیرائے میں پوچھا گیا ہے۔ اور بھگوان نے اس کے جواب میں بس امرت رس کی برکھا کی ہے ✤

ارجن بولا

ہیں آپ پرب برہم مہاراج سدا — اور پاک سے پاک اور نہایت اعلیٰ
باقی جو سدا ہے جس کی ہو نوری ذات — مبدا بے جنم اور محیط اشیا

کہتے ہیں یہی آپ کو دنیا کے رشی — کہتے ہیں یہی دیو رشی نارد بھی
کہتے ہیں یہی اسشٹ ویاس اور دیول — اور آپ بھی اپنے منہ سے کہتے ہیں یہی

جس طرح کہ مجھ سے آپ نے فرمایا — وہ راست ہے۔ سب میری سمجھ میں آیا
اے کرشن ظہور آپ کا ایسا ہی ہے — دیو اور دانوں نے پار کب ہے پایا

اے پرشوتم کسی کا مقدور کہاں — خود آپ ہی جانتے ہیں ذات اپنی یہاں
مخلوق کے خالق اور مالک ہیں آپ — رب الارباب اور خدائے دو جہاں

تفصیل کے ساتھ آپ مجھ سے کہئے — جو جو ہیں ظہورات خدائی اپنے
کل عالم کو محیط جن سے کر کے — ہیں آپ مہاراج جہاں میں رہتے

اے یوگی آپ کو میں جانوں کیونکر — جس وقت جماؤں دھیان ہا ہیئت پر
کن کن بھاؤوں میں یا ظہوروں میں مجھے — دھیان آپ کا لازمی ہے یکسو ہو کر

تفصیل کے ساتھ یوگ اپنا سارا — اور اپنے ظہور پھر سناؤ تو ذرا

سننے سے نہیں ہوتی ہے تسکین مجھے — اے کرشن کلام آپ کا ہے امرت سا

شری بھگوان بولے

ہشیار ہو ارجن کہ کہوں گا میں ضرور — جو جو کہ مرے بڑے خدائی ہیں ظہور
تفصیل کی انتہا کا امکان نہیں — گن سکتا ہے کون۔ کس کا ہے یہ مقدور

میں ہی ہوں آتما جہاں میں سب کا — جو سب کے قالب میں ہے مخفی رہتا
آغاز ہوں انجام ہوں اور وسط بھی ہوں — سب کا میں ہی کوئی نہیں میرے سوا

میں ہوں آدیتوں[۵۱] میں وشنو اس جا — روشن جرموں میں شمس کرنوں والا
ہے نام ہواؤں میں مریچی میرا — اور میں ہوں ستاروں میں مہ نور افزا

ویدوں میں ہوں سام وید سب سے بیٹھا — دیوؤں میں اندر جو ہے سب کا راجا
سب اندریوں میں من مجھی ہیں اے ارجن — اور نطق و علم سارے جانداروں کا

ہوں گیارہ رُدروں[۵۲] میں میں ہی شنکر — یکش اور راکشوں میں ہوں کوبیر[۵۳] اہل زر

۵۱ آدیتیہ۔ آفتاب ۵۲ رُدر۔ رُلانیوالے کو کہتے ہیں۔ اور آدمی کو رُلانیوالے وہ دیوتا ہیں جو بیماریاں اور آزار پہنچانیوالے ہیں شنکر یا شوموت کا دیوتا ہے جو ان سب کا سردار ہے۔ دسوں اندریاں اور گیارھواں من بھی رُدر کہلاتے ہیں ۵۳ کوبیر دولت کا دیوتا جو یکش یا اکشوں میں سے ہے۔ یہ دونوں خاص خاص جونیں ہیں جیسے آدمی دیوتا وغیرہ

جو آٹھ وسو(۱) ہیں ان میں میں پاوک ہوں
میرو ہوں پہاڑوں میں بہت بڑھ چڑھ کر

تو جان مجھے پروہتوں کا سردار
کہتے ہیں برہسپتی ہیں جس کو ہشیار
ارجن میں سکندھ ہوں سپہداروں میں
طبقاتِ آب میں ہوں بحرِ ذخّار

ہے نام مہرشیوں میں بھرگو میرا
لفظوں میں ہوں اوم جو مقدس ہے سدا
جتنے ہیں یگیہ ان میں جپ(۲) یگیہ ہوں میں
ساکن چیزوں میں ہمالہ ہوں کھڑا

اشجار میں مجھ کو جان پیپل کا شجر
دیو رشیوں میں ہوں نارد نیک سیر
گندھرووں میں ہے چتررتھ میرا نام
سدھوں میں کپل منی ہوں اے دانشور

میں گھوڑوں میں ہوں اچیشروس گھوڑا
امرت کے ساتھ بحر سے جو نکلا
میں ارجن ہاتھیوں میں ہوں ایراوت(۳)
اور آدمیوں میں جان مجھ کو راجا

ہتھیاروں میں سمجھ مجھے برق تپاں
اور گئوؤں میں ہوں کام دھینو(۴) میں یہاں
کندرپ(۵) ہوں پیدا ہے جو کرنیوالا
سانپوں میں ہوں واسکی میں اے شیر جواں

---

(۱) وسو پاک کرنے والے دیوتا۔ پاوک۔ اگنی یا آگ ۞ (۲) جپ یگیہ جسمیں صرف کوئی منتر جپنا پڑتا ہے اور کسی قسم کا جھمیلا نہیں ہوتا۔ اسی واسطے سب سے بہتر یگیہ ہے ۞ (۳) ایراوت۔ اندر کا ہاتھی ۞ (۴) کام دھینو۔ دیوتاؤں کی وہ گائے کہ جو کچھ اس سے مانگو خیال کرنے کے ساتھ ہی دیتی ہے ۞ (۵) کندرپ۔ کام یا شہوت ۞

ناگوں میں ہوں اننت مجھ کو پہچان — بحری مخلوق کا مَیں ورن[1] مجھ کو جان
پتّروں میں اریما ہے میرا ہی نام — اور اہل ریاضت میں یاضت مجھے مان

جتنے دیت ہیں انمیں ہوں میں پہلاد — میں ہی ہوں محاسبوں میں وقت و میعاد
میں شیر نر ہوں سارے چوپایوں میں — اور طائروں میں گرڑ[2] ہوں اَے نیک نہاد

میں ہی ہوں پاک کرنیوالوں میں ہوا — اور رام ہوں سب اسلحہ داروں میں بنا
ہوں مچھلیوں میں میں ہی مگرمچھ ارجن — اور ندّیوں میں تو جان مجھ کو گنگا

جتنی پیدائشیں ہیں اَے نیک انجام — ان کا آغاز وسط اور ہوں انجام
علموں میں یہاں علم الٰہی مَیں ہوں — اور واد[3] ہوں بحث کرنیوالوں میں مدام

برنوں میں اکار ہوں سماسوں میں دُوند[4] — وہ وقت زوال کا نہ ہو جس کو گزند
اس طرح کا حافظ اور رزّاق ہوں میں — جو سب کو دیکھے سب طرف ہی خورسند

وہ موت ہوں جس نے نہ کسی کو چھوڑا — مبدا وہ کہ سب ہوتے ہیں اس سے پیدا

[1] ورن بحری مخلوقات کا دیوتا ۔ [2] گرڑ وشنو کی سواری کا طائر ۔ [3] واد وہ بحث ہے جو حقیقت جاننے کی غرض سے کی جاتی ہے ۔ اور فضول لفظی بحث نہیں ہوتی ۔
[4] حروف میں الف اور مرکبات ناقص میں دُوند جو حرف ایک حرف عطف سے الفاظ کو مرکب کر دیتا ہے ۔ اور کچھ جھگڑا انہیں کرنا پڑتا ۔

الفاظ مؤنث[ف] میں شری کیرتی واک ۔ میدھا ۔ دھرتی ۔ سمرتی ہوں اور چھما

سب سما موں میں مجھے سمجھ بر ہت سام ۔ چھندوں میں وہ چھند جس کا گایتری نام
منگسر کا مہینہ ہوں مہینوں میں میں ۔ اور موسم میں بہار اے نیک انجام

جتنے کہ دغائیں ہیں میں ہوں اُن میں جؤا ۔ اور اہل جلال میں جلال ان سب کا
میں ہی ہوں فتح اور میں ہی تصدیق ۔ اور اہل صفا میں ان کا صدق اور صفا

میں ورشنیوں[ب] میں واسو دیوا سچا ہوں ۔ اور پانڈوؤں میں ارجن دانا ہوں
جتنے ہیں منی اُنمیں ہوں میں ہی تو ویاس ۔ اور شاعر جتنے ان میں میں اُشنا ہوں

دیتے ہیں سزا جو ۔ ان کی میں ہی ہوں سزا ۔ اور نیچ سیاہیانہ سب فاتحوں کا
اسرار خفی میں میں ہی خاموشی ہوں ۔ اور گیانیوں میں گیان ہوں میں ہی تو سدا

القصہ بیج ہے جو کل عالم کا ۔ وہ میں ہی ہوں تجھسے کہوں اے ارجن کیا
قائم متحرک نہیں کوئی مخلوق ۔ پیدا جو ہو سکی ہو یاں میرے بنا

جتنے ہیں یہاں مرے خدائی کے ظہور ۔ ان کی نہیں انتہا سمجھ سے ہیں دور
تفصیل تجھے بتائی جو کچھ میں نے ۔ تمثیلاً ہی سمجھ تو اے اہل شعور

[ف] کیرتی نیکنامی ۔ شری دولت و اقبال ۔ واک گویائی ۔ میدھا عقل ۔ دھرتی استقلال ۔ سمرتی حافظہ چھما عضو ۔ سنسکرت میں یہ تمام الفاظ مؤنث ہیں [ب] ورشنی ۔ کرشن کا خاندان ۔ یدو ونس ❖

جو جو کہ جہان میں ہیں قدرت والے | جن میں ہے جمال یا جلال لے پیارے
تو سب کو یہی سمجھ نظر آتے ہیں | کچھ کچھ میرے جلال کے نظارے

کیا فائدہ میں نے جو بہت تجھ سے کہا | بس اتنی بات جان اے مرد خدا
اپنے اک جزو سے سہارا دے کر | اس کل عالم کو میں ہوں تھاما بیٹھا

ا - ۱۰ - ش - ۱۲۰ - ۴۲ -

ساتویں فصل بھگتی کا آئیڈیل

نمایاں ظہورات قدرت میں ایشور کو جلوہ فرما دیکھنے کے بعد آدمی ترقی کر کے اس درجے پر آتا ہے - کہ یہ تمام سُوکشم سنتھول جگت یعنی لطیف و کثیف کائنات ایشور کا روپ نظر آتی ہے - یہ بھگتی کا آخری مرحلہ اور آئیڈیل ہے - ایسی درشٹی والے بھگت اور گیان حقیقت کو پہنچے ہوئے گیانی میں کچھ فرق نہیں ہے - اس مضمون پر اوپر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے - یہاں اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے - گیارھویں ادھیائے کے شلوک ذیل میں نقل کرتا ہوں - اس زور کی شاعری کا نمونہ دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ملتا - یہ کمال نظم ہے - اور جو خوش نصیب شخص سنسکرت میں اس کا رس لے سکتے ہیں - وہی اس کے مزے کو جانتے ہیں - ترجمہ ترجمہ ہی ہوتا ہے اصل کا لطف تو اس میں کہاں آسکتا ہے - ہاں جہاں آدمی موجود نہیں ہے - اس کی عکسی تصویر ہی دیکھ کر دل خوش کر لیا کرتے ہیں +

ارجن بھگوان کی بھبوتیاں یعنی بڑے بڑے ظہورات قدرت پروردگار کا ذکر سن چکا۔ تو اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ ایشور کا یہ تیج والا سروپ دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ بھگوان سے کہتا ہے ✦

مجھ پر الطاف آپ نے فرما کے ——— جو سر خفی علم الٰہی کے کہے
سننے سے یہ کلام عالی اے کرشن ——— غفلت اور جہل کے اٹھے سب پردے

تفصیل کے ساتھ میں نے سب حال سنا ——— پیدائش مخلوق اور ان سب کی فنا
اور آپ کی عظمت و بزرگی بھی سنی ——— تبدیلی جس میں راہ پائے نہ ذرا

اپنے کو آپ نے بتایا جیسا ——— ایشور کا سروپ آپ کا ہے ویسا
اے پرشوتم میں دیکھنا چاہتا ہوں ——— کس طرح کا وہ روپ ہے اور ہے کیسا

سمجھیں اگر آپ مجھ میں ہے یہ طاقت ——— میں دیکھ سکوں اسے بچشم عبرت
تو اے یوگیش ہاں دکھاؤ مجھکو ——— وہ روپ بدلتی نہیں جس کی صورت

ا۔ ۱۱۔ شل ۱۔۴

جس وراٹ روپ کے ارجن درشن کیا چاہتا ہے۔ اس کا دیکھنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ یا تو پرم گیان اور یوگ سے نظر آتا ہے، یا پرم بھگتوں کو دکھائی دیتا ہے۔ جن پر بھگوان کی خاص کرپا اور دیا ہے۔ چنانچہ بھگوان جواب دیتے ہیں ✦

ہاں ارجن دیکھ میرے سب روپوں کو ——— صدہا نہیں بلکہ ہیں ہزاروں ہی جو
وہ سب ہیں طرح طرح کے نورانی روپ ——— شکلیں ہیں بہت رنگ بہت اے خوش خو

آدتیہ ہیں جتنے ۔ رُدّر ہیں اور وسو ہیں اشونی اسمیں اور مُرت اور دالو
دیکھی ہوں جو پہلے نہ کبھی ۔ بہتیر ہی سب دیکھ عجائبات وہ یکجا تو

تو دیکھ مرے جسم میں اے نیک انجام بیٹھا ہیں آج سارے عالم کا انتظام
قائم متحرک اس میں ساری مخلوق اور جو کچھ اور دیکھا چاہے وہ تمام

ہاں دیکھ نہیں سکیگا ہرگز تو مجھے چمڑے کی اپنی دونوں ان آنکھوں سے
کرتا ہوں عطا چشم بصیرت تجھ کو دیکھ ایشوری یوگ کے سارے جلوے

ا-۱۱-ش-۵-۸

بارہ مہینوں کے حساب سے بارہ سورج ہوتے ہیں ۔ جنہیں سنسکرت میں آدتیہ کہتے ہیں ۔ رُدر وہ دیوتا ہیں جو طوفان ۔ زلزلے ۔ وبا ۔ بیماریاں جنگ وجدال پھیلانے والے ہیں ۔ جن سے دم کے دم میں لکھوکھا جانیں تلف ہو جاتی ہیں ۔ ان کی جماعتوں کے سردار گنیش جی اور سکند مہادیو کے دو بیٹے ہیں ۔ اور خود مہادیو جی یا شنکر ان سب کے حاکم ہیں ۔ وسو آٹھ دیوتا بیان کئے جاتے ہیں ۔ جن کا کام صفائی کرنا ہے ۔ ان کا سردار پاوک یا آگ ہے ۔ اشونی کمار دو نہایت ہی خوبصورت دیوتا دیوتاؤں کے بید ہیں ۔ مُرت یعنی ہوائیں انچاس ہیں ۔ انہیں میں پران یعنی ہر ایک طرح کی انرجی یا قوتیں بھی شامل ہیں ۔ بھگوان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تو میرے روپ میں تمام ستھول سوکشم اور کارن جگت کا یکجائی جلوہ دیکھ لے ۔ لیکن چونکہ چمڑے کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا ہے ۔ میں تجھے دِویّہ چکشو یعنی چشم بصیرت عطا کرتا ہوں ۔ ارجن چونکہ اس روپ کو دیکھ کر

دریائے حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس واسطے جلوے کا کچھ بیان
ویاس جی بھگوان سنجے کے منہ سے کراتے ہیں۔ جو مہاراجہ دھرت راشٹر
کو مہا بھارت کا سب حال دیکھ دیکھ کر سناتا جاتا ہے ؏

سنجے بولا

اے راجہ یہ کہہ کے وہ اس سری کرشن نے اب — جن کو حاصل ہیں طاقتیں یوگ کی سب
وہ روپ کہ تھی شان خدائی جس میں — ارجن کو دکھایا۔ اس نے دیکھا با ادب

آنکھیں ہیں بہت سی اور بہت سے ہیں دہاں — جلوے وہ عجائب ہیں کہ ہو جن کا بیاں
پہنے ہوئے تابندہ بہشتی زیور — باندھے ہوئے ہتھیار بہشتی رخشاں

نوری تھا لباس اور نوری تھے ہار — خوشبوئیں تھیں وہ کہ جن پہ جنت ہو نثار
گویا کہ عجائبات سب یکجا تھیں — بے حد تھا وہ جسم ہر طرف تھا اظہار

گر چرخ پہ ہو ہزار سورج کی ضیا — اور یکدم سب کے سب ہوں بس نور افزا
اس نور کی ہو سکتی ہے تمثیل یہی — جو اس دم ظاہر کرشن کے جسم سے تھا

اس جسم میں کرشن چندر کے ارجن نے — دیکھا بے روک اپنی دو آنکھوں سے
کل عالم ایک ہی جگہ ہے قائم — ہاں اس کے الگ الگ ہیں سارے حصے

حیرت ہوئی سخت دیکھ کر یہ احوال　　اور لگے کھڑے ہوگئے سب جسم کے بال
سجدے میں جھکایا اُس نے بھگوان کو سر　　اور بولا دست بستہ وہ فرخ فال

۱۴-۹-ش-۱۱-۱

سنجے کے کلام میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو بے مثل نور کا جلوہ جو تمام روحانی نظاروں کا خاصّہ ہے۔ اور جس کی شہادت ہر ایک جلوے کا دیکھنے والا ہمیشہ دیتا رہا ہے۔ اور دیتا رہے گا۔ دوسرے لاتعداد سر آنکھیں وغیرہ ہیں۔ یہی وید بھگوان کی بھی منادی ہے۔ "وہ پرش ہزار سر والا ہے۔ ہزار آنکھ والا ہے۔ ہزار پاؤں والا ہے۔ ہر طرف سے زمین کو محیط کر کے دس انگل سے بڑھ گیا" دس انگل آدمی کا ہردے یا قلب ہے۔ اس میں جو چیتن رہتا ہے۔ اور جو اس کا عین سروپ ہے۔ وہی تمام سو کشم ستھول برہمانڈ ہے۔ جس وقت آدمی محدودیت کو چھوڑ کر یوں غیر محدود کو دیکھتا ہے۔ تو اُسے قدرتاً حیرت ہونی ہی ہے۔ چنانچہ ارجن گھبرایا ہوا کہتا ہے:

ارجن بولا

اے دیو میں دیکھتا ہوں تن من تیرے　　سب دیوتا۔ مخلوق کے سب مجموعے
برہما کمل آسن پہ ہے اپنے بیٹھا　　اور ناگ بہشتی ہیں۔ رشی ہیں سارے

میں دیکھ رہا ہوں ہر طرف روپ ترا　　بازو شکم و دہاں اور آنکھیں ہر جا
تو مالک کل حاوئے کل ہے ایسا　　اوّل ہے نہ وسط ہے نہ آخر اصلا

پہنے ہوئے تاج اور لئے چکر گدا — تو نور وہ ہر طرف چمکنے والا
مشکل ہے یہ دیکھتا ہوں تجھ کو ہر سمت — مہر و آتش کا نور بے اندازہ

تو جاننے لایق ہے نہیں تجھ کو فنا — تجھ پر ہی ہے مدار کُل عالم کا
تو باقی و قائم ہے دھرم کا حافظ — تو ذات قدیم ہے یہ میں نے سمجھا

آغاز ہے وسط ہے۔ نہ انجام کہیں — بے حد باز وہیں زور کی حد ہی نہیں
آنکھیں ہیں مہ و مہر دہن روشن آگ — اور نور سے عالم ہے کہ ہے نور آگیں

تجھ ایک سے ہو رہا ہے عالم معمور — اطراف میں اور خلا میں تو ہے بھرپور
تکلیف میں دیکھکر ہیں تینوں عالم — اس شکل عجیب اور بھیانک کا نور

گھستے ہیں تجھ میں دیوتاؤں کے جتھے — اور جوڑ کے ہاتھ گڑگڑاتے ڈر سے
سدّھ[1] اور مہرشی بھی سوستی کہکر — ہیں حمد کے سب ترے ترانے گاتے

حیران ہیں دیکھ دیکھ کر شکل تری — رُدر اور آدتیہ اور وسو سادھیہ بھی
اشوِن۔ مَرُت۔ اُشم پا و وشوے دیوا — گندھرو اور سدّھ راکشش یکش سبھی

اس روپ سے میں ہوں دکھ میں اور عالمیاں — آنکھیں ہیں بہت جسمیں بہت جسیم دہاں

[1] سدّھ اس شخص کو کہتے ہیں جسے کچھ کرنا باقی نہیں رہا ہے۔ انسان کامل۔ سوستی کلمہ مبارکباد ہے۔ قدر حمد سے پہلے بولا جاتا ہے۔ اِس کے معنی ہیں خوش رہو۔

بازو رانیں قدم بہت ہیں جس میں — ہیں پیٹ بہت اور بھیانک دنداں

تسکین و طمانیت نہیں ملتی مجھے — لرزاں تجھے دیکھ کر ہے دل اندر سے
مُنہ وا ہے۔ چمکتی ہوئی آنکھیں ہیں تری — روشن ہے۔ فلک سا ہے سر۔ اور رنگ بڑے

رحمت اے دیو اور عالم کی پناہ — مضطر ہوں نہیں جہات پر جمتی نگاہ
مُنہ دیکھ کے تیرے اور بھیانک سب دانت — محشر کی آگ جیسے روشن ہیں جو آہ

یہ راجا دھرت راشٹر کے بیٹے سارے — اور راجاؤں کے سب جتھے بیچارے
یہ کرن یہ بھیشم یہ وردن آچارج — اور بیر ہمارے بھی اجل کے مارے

منہ میں ترے گھس رہے ہیں جلدی جلدی — صورت دانتوں سے ہے بھیانک جس کی
اعضا سب پس گئے ہیں سُرمے کی طرح — دانتوں کے بیچ ہیں لٹکتے ہیں کوئی

پانی کا بہاو جیسے دریاؤں کو یاں — لیجاتا ہے بحر کی طرف کر کے رواں
ایسے ہی شور بیر اس میدان میں — ہیں تیرے دہکتے مُنہ کی جانب ہی دواں

پروانے جیسے زور کے ساتھ اُڑ کر — دیدیتے ہیں جان شمع تابندہ پر
دینے کو جان گھستی ہے سب دُنیا — ترے مُنہ میں بزور و شور اور مضطر

توچاٹتا ہے اور نگلتا ہے کھڑا — کل عالم کو دہکتے مُنہ سے اس جا

ہے نور جلال سے جہاں سب معمور | اور حدّت تیز سے پڑا ہے تپتا

بتلاؤ جلال والے تم کون ہو ہاں | رحمت اے دیو۔ تمکو ہوں سجدہ کناں
تم آدی پرش کو جاننا چاہتا ہوں | معلوم نہیں آئے ہو کس واسطے یاں

ا۔۱۱ش۔۱۵۔۳۱

بھگوان نے ارجن کو جلوۂ جلالی دکھایا ہے۔ اس واسطے وہ ہیبت میں آکر پوچھتا ہے۔ کہ اے جلال والے تم کون ہو۔ اس کا جواب بھگوان یہ دیتے ہیں۔ کہ میں کال روپ ہوں۔ اور ادھرمیوں کے ناش کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ کرشن اوتار یاد رہے کہ رام اوتار کی طرح مریادا کے قائم کرنے کے واسطے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کا منشا ایک تو ان اپنے بھگتی کی تعلیم دینا تھا۔ اور دوسرے ادھرم کا ناش کرنا۔ چنانچہ بھگوان جواب دیتے ہیں۔ اور ارجن ستتی کر کے خواہاں معافی ہوتا ہے۔ اور بھگوان کا وہی پہلا دل خوش کُن روپ پھر دیکھنے کی استدعا کرتا ہے ؀

شری بھگوان بولے

میں موت ہوں عالمونکو کرتا ہوں فنا | لینے کو سب کی جان آیا اس جا
دونوں فوجوں میں جو کھڑے ہیں جودھا | کوئی بچنے نہ پائے گا تیرے سوا

اس واسطے اُٹھ تو اور جس حاصل کر | اعدا کو جیت راج کر ہو کے نڈر
میں مار چکا ہوں پہلے ہی ان سب کو | تو علت ظاہری بن اے دانشور

بھیشم بھی درون بھی جیدرتھ بھی سب
اور کرن بھی اور بیر بھی یہ سارے اب
ہیں کر چکا مقتول۔ نہ کر فکر۔ انہیں مار
لڑ فتح ہے دشمن پہ تجھے روز و شب

سنجے بولا

ارجن نے سخن کرشن کا جب یہ سنا
ہاتھ اپنے جوڑے اور وہ کانپ اٹھا
ڈرتے ہوئے۔ جھکتے ہوئے۔ کرتے سجدہ
اس طرح سے گڑگڑا کے آخر بولا

ارجن بولا

اے کرشن بجا ہے یہ تری حمد سے گر
عالم کو ہے عشق اور سب خوش ہیں بشر
جو راچھس ہیں وہ بھاگتے ہیں ڈر سے
جو سدھ ہیں وہ تجھ جھکاتے ہیں سر

کیونکہ نہ تجھے جھکائیں سب سر اپنا
خالق ہے تو برہما کا بھی اور سب سے بڑا
ملجائے جہاں بے حد و رب الارباب
ہے ہست و نیست سے پرے بے خبر فنا

رب ازلی تو ہی ہے اور ذات قدیم
یہ کل عالم تجھی میں رہتا ہے مقیم
تو خالقِ کل ہے تیری شکلیں بے حد
تو جاننے لایق اور تو ہی ہے علیم

تو چاند ہے یم۔ اگنی۔ ورن اور وایو
پرجاپتی تو ہے اور برہما بھی تو
ہو تجھ کو نمسکار ہزاروں ہی بار
۱۰ اور پھر بھی نمسکار ہو ہر دم ہر سو

آگے ہو نمسکار تجھے پیچھے بھی | سب سمت سے ہو کیونکہ ہے ہر سو تو ہی
ہے قدرت و طاقت تری بے اندازہ | تو سب میں ہے پھیلا ہوا اور تو ہے سبھی

کہتا رہا ہیں دوست تجھے کر کے شمار | یادو[1] اور کرشن چند اور اپنا یار
بھولے سے یا کہ جوش الفت کے سبب | از بس تری معلوم نہ تھی عظمت نہ وقار

جو کچھ کہ مزاح میں ہوئی گستاخی | بازی، خواب، نشست و خلوت میں کبھی
یکبار کہ سو بار۔ معاف اس کو کر | اے ذات بے حد و قدیم و باقی

تو پوجنے لائق ہے بڑوں سے بھی بڑا | ساکن متحرک کا پدر دنیا کا
تجھ سا نہیں کوئی تجھ سے بڑھکر تو کہاں | بے مثل جلال ہے جہاں میں تیرا

اس واسطے جھک کے اور سجدہ کر کے | خواہاں معافی ہوں میں تجھ ایشر سے
جس طرح پدر سے پسر اور یار سے یار | اور پیار اپیارے سے بس معافی چاہے

خوش ہوں کہ نہ آنکھوں نے جو پہلے دیکھا | وہ دیکھ کے روپ ڈر سے میں کانپ اٹھا
رحمت ملجائے کل و رب الارباب | مجھ کو پہلا ہی روپ اپنا دکھلا

میں تجھکو چاہتا ہوں دیکھا ایسا | پہنے ہو تاج اور لئے چکر و گدا

[1] یادو۔ یدو یا جدو ونشی۔ کرشن کا پیار کا نام خاندان کے لحاظ سے +

اے جامع کل ہزار بازو والے ہو جا وہی روپ چار بازو والا

ا-۱۱ اش ۳۲-۴۶

بھگوان ارجن کو تسکین دیتے ہیں۔ اور اپنا پہلا دل خوش کن روپ دکھا کر کہتے ہیں۔ کہ وراٹ روپ کا دیکھنا نہایت مشکل ہے۔ ہاں جب آدمی میں ایسی بھگتی ہو۔ کہ اس کا دھیان میرے سوا اور کہیں نہ جائے وہی اس روپ کو دیکھ اور جان سکتا ہے +

شری بھگوان بولے

اے ارجن آج میں نے خوش ہو کے تجھے وہ روپ دکھایا یوگ سے ہے اپنے
جو نوری ہے بسیط ہے اور ازلی اور دیکھا کسی نے نہیں تجھ سے پہلے

ویدوں سے یگیہ۔ دان اور پڑھنے سے اعمال و ریاضت سے جو ہوں سخت بڑے
یہ روپ کسی کو بھی دکھا میں نہ سکا تیرے سوا اس دار فنا میں پہلے

بیہوش نہ ہو اور نہ تکلیف اٹھا اس طرح مہیب دیکھ کر روپ مرا
ہو کر بے خوف اور خوش۔ ہاں پھر دیکھ وہ ہی مرا روپ جو تھا پہلے دیکھا

سنجے بولا

ارجن سے سخن کرشن جی نے یہ کہا اور اپنا وہ پہلا روپ پھر دکھلایا۔

اس خوف زدہ کو دی بہت سی تسکین　　پھر کرکے پسندیدہ بدن پہلا سا

ارجن بولا

پھر دیکھ کے تیرا بدن انسانی　　جو کرشن پسندیدہ ہے اور لاثانی
جاں میں جاں آئی اور آیا مجھے ہوش　　اصلی حالت ہوئی گئی حیرانی

شری بھگوان بولے

جو روپ کہ تو نے آج میرا دیکھا　　مشکل ہے بہت دیکھنا ارجن اس کا
خواہش رہتی ہے دیوتاؤں کو سدا　　ہم کو بھی نظر آئے کبھی یہ جلوہ

ویدوں سے ریاضتوں سے خیراتوں سے　　اور پوجا سے مجال کیا جو دیکھے
کوئی مرے اس روپ کو اے ارجن یاں　　آنکھوں سے نظر آیا ہے جو آج تجھے

ہاں جب بھگتی ہو آدمی میں ایسی　　جائے نہ کہیں میرے سوا دھیان کبھی
دیکھ بھی اور دھیان بھی سکتا ہے مجھے　　جیسا ہوں میں اور مجھ میں سما سکتا بھی

میرا ہو بھروسا اور کرم میرے لیے　　میرا ہو بھگت بے تعلق سب سے
دنیا میں کسی سے بھی نہ ہو جس کو عناد　　ایسا ہو کوئی تو وہ پہنچتا ہے مجھے

یہ بھگتی کا اونچا آیدڑبل ہے۔ بھگت تمام کارن شوکشم اور ستھول جگت کو ایشور کا روپ دیکھتا ہے۔ یہاں آکر گیانی اور بھگت دونوں ایک ہو جاتے ہیں ؏

باب چہارم۔ گیتا کا راج یوگ

پہلی فصل۔ اشٹانگ یوگ

اب تک ہم نے طبع انسانی کے دو پہلو لئے ہیں۔ ایک تعقّل یعنی گیان جس میں شروعات استدلال عقلی سے کر کے بتدریج وسیع نظری پیدا کی جاتی ہے۔ اور آدمی کُنہ حقیقت کو پہنچتا ہے۔ دوسرا اموشن یا جذبات نفس۔ جن کا نام عشق و محبّت یا بھگتی ہے۔ یہاں تعقّل سے شروعات نہیں کی جاتی۔ بلکہ طبع انسانی کے دوسرے پہلو یعنی پریم اور بھگتی سے شروع کر کے آدمی وسیع نظری پیدا کرتا ہے۔ اور ہمہ اوست کے درجے پر پہنچتا ہے۔ بھگوان کی تعلیم میں یہ اعلےٰ درجے کی خوبی ہے۔ کہ جس کا جس طرف میلان طبعی ہے۔ وہیں سے شروع کرے۔ آخر پہنچ جائے گا اسی بام بلند پر۔ اب طبع انسانی کے تیسرے پہلو یعنی کام کرنے کے میلان کو لیجئے۔ اور دیکھئے کام کرنے والے کہاں پہنچتے ہیں کام کرنیکا میلان دو بڑی قسموں میں منقسم ہے۔ ایک میں فرائض

مذہبی کا ادا کرنا۔ اور پروپکار وغیرہ شامل ہیں۔ اور دوسرا یوگ یعنی ضبط
نفس کے واسطے خاص ریاضتوں کا کرنا ہے۔ کرم میں بھگوان یوگ کو افضل
واعلےٰ بتاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

کر دیتا ہے ترک عقل والا ہے جو — اعمال بد و نیک کے سب ثمروں کو
اعمال میں یوگ کا ہے رتبہ اعلےٰ — تو بھی مصروف روز و شب یوگ میں ہو

ا۔ ۲۔ ش ۵۰

گیتا کے راج یوگ پر بحث کرنے سے پیشتر ہم بھگوان پتنجلی کے یوگ سوتروں سے اشٹانگ یوگ کا مختصر بیان کر دیتے ہیں۔ جو یوگ کے بارے میں بھگوان کی تعلیم سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ناظرین اصطلاحیں خیال میں رکھتے جائیں۔ ہر ایک شاستر کی اصطلاحیں خاص ہوا کرتی ہیں۔ جن میں روانی حاصل کئے بغیر وہ شاستر نہیں چلتا۔ ان میں بعض اصطلاحیں ایسی ہیں۔ جو گیتا میں استعمال ہوئی ہیں۔ بغیر ان کے سمجھے گیتا کے شلوکوں کے معنے مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں۔

من یا مائنڈ کو نظر تعمق و غور سے دیکھئے۔ تو دمبدم اس کی کیفیات بدلتی نظر آتی ہیں۔ ان بدلنے والی کیفیات کی تقسیم پانچ بڑی بڑی جماعتوں میں کی جا سکتی ہے۔ من کو یوگ شاستر میں چت کہتے ہیں۔ اور اس کی بدلنے والی حالتوں یا کیفیتوں کو برتیاں۔ پس اصطلاح میں یوں بولیں گے۔ کہ چت کی برتیاں پانچ قسم کی ہوتی ہیں۔ ان کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ کشپت۔ موڑھ۔ وکشپت۔ ایکاگر۔ نرودھ۔ "کشپت" برتی میں وہ تمام خیالات شامل ہیں۔ جن سے من چنچل اور پریشان رہا کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ دنیاوی خیالات ہیں۔ مثلاً بھوک پیاس۔ غصہ۔ رنج۔ فکر و تردد۔

عزّت و دولت ۔ اور علم و عمل وغیرہ کی ہوس ۔ "سوڑھ" برتیاں نیند آلکس
بے ہوشی وغیرہ ہیں ۔ "وکشپت" برتیاں وہ ہیں جو کہ دھیان کی حالت سے
ہٹا کر باہر کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں ۔ مثلاً بیٹھے ہیں پاٹ پوجا میں اور
من ہے کہ گھوڑے خریدنے کابل پہنچا ۔ "ایکاگر" برتی یکسوئی کو کہتے
ہیں ۔ جس میں سب طرف سے توجہ ہٹا کر ایک طرف لگائی جاتی ہے ۔
"نرودھ" برتی وہ ہے جس میں چت تمام برتیوں کے رُک جانے سے
اپنی ذاتی حالت میں قائم ہو جاتا ہے ۔ یہی درشٹا یعنی چتن جیو کا اپنے
سروپ میں قیام کہلاتا ہے ٭

یوگی کی معراج یہ ہے ۔ کہ چت کو تمام برتیوں سے ہٹا کر "نرودھ
برتی" میں ڈالے ۔ چنانچہ بھگوان پتنجلی یوگ کی تعریف بھی یہی کرتے ہیں ۔
کہ یوگ چت برتیوں کے نرودھ یعنی کیفیات نفس کے روکنے کا نام ہے ۔
پہلے تین قسم کی برتیاں یوگ میں کام نہیں آتیں ۔ صرف ایکاگر اور نرودھ برتیوں
سے بحث ہوتی ہے ۔ کیونکہ نرودھ کی حالت بہم پہنچانا یوگ کی اصلی غرض
اور مقصد ہے ۔ اس یوگ کو اشٹانگ یعنی آٹھ حصے والا کہتے ہیں ۔ وہ آٹھوں
انگ یہ ہیں ۔ یم ۔ نیم ۔ آسن ۔ پرانایام ۔ پرتیاہار ۔ دھارنا ۔ دھیان ۔
سمادھی ۔ ان کا مختصر بیان ذیل میں درج ہے ٭

"یم" کے معنے روک کے ہیں ۔ یوگی یا اہل ریاضت کو سب سے مقدم
کچھ روکیں اپنے واسطے مقرر کرنی چاہئیں اور سعی کر کے ان پر عملدرآمد
کرنا چاہئے ۔ بھگوان پتنجلی یہ پانچ یم بتاتے ہیں ۔ اہنسا ۔ ستیہ ۔ استیہ
برہمچریہ ۔ اپرگرہ ۔ "اہنسا" کے معنے ہیں کسی ذیحیات کو آزار نہ پہنچانا ۔
تم نے دیکھا ہوگا ۔ بعض شخص جب قصاب کی دکان کے پاس سے گزرتے ہیں ۔

تو ہرے رام ہرے رام کہنے لگتے ہیں۔ لیکن یہی لالہ جی سود اور سول
کے وصول میں اپنے ہم جنسوں کا خون پی جانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔
بعض بعض اصحاب گوشت خواروں کو تو بُرا کہتے ہیں۔ لیکن اپنی دُرشت
کلامی اور دریدہ دہنی سے دوستوں تک کا جی دُکھانے سے باز نہیں
آتے۔ یہ آہنسا نہیں کہلاتی۔ آہنسا کسی ذی حیات کو خیال قول یا
فعل تینوں سے آزار نہ پہنچانے کا نام ہے۔ اسی طرح "ستیہ" کے معنے
ہیں سچّی بات کہنی۔ سچّا خیال دل میں رکھنا۔ سچّا عمل اس پر کرنا۔ نہ کہ
خیال کچھ ہے۔ قول کچھ ہے۔ عمل کچھ ہے۔ "استیہ" کے معنے ہیں
چوری نہ کرنا۔ یعنی جو شے اپنی ملکیت ہے اسی پر اپنا استحقاق سمجھنا۔
اور دوسرے کی چیز من کرم بانی سے جاننا کہ ہماری نہیں ہے۔ "برہمچریہ"
کے معنے ہیں قول فعل اور خیال سے شہوانی جذبات سے پرہیز کرنا اور
غیر کی عورت کو ماں بہن کی برابر سمجھنا۔ "اپریگرہ" کے معنے ہیں۔ روپے
پیسے یا مال و اسباب کا لالچ نہ کرنا۔ جتنا اپنے پاس ہے اسی پر صابر و
شاکر رہنا۔ یہ پانچ یم ہیں +

"نیم" کے معنے عہد کے ہیں۔ یعنی یہ عہد کہ خاص خاص باتیں ہم ضرور
بالضرور کیا کریں گے۔ بھگوان پتنجلی یموں کی طرح ہم بھی پانچ ہی مقرر کرتے
ہیں۔ جن کے نام بالترتیب شَوچ۔ سنتوش۔ تپ۔ سوادھیائے اور ایشور
پرندھان ہیں۔ "شَوچ" کے معنے ہیں پاکیزگی۔ بہت سے آدمی اپنے ذہن میں
یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ نہانا دھونا۔ صاف اور اُجلے کپڑے پہننا۔ اور چَوکے
میں بیٹھکر بھوجن کرنا ہی شَوچ ہے۔ یہ غلطی ہے۔ دل میں خیالات پاک
رکھنا۔ زبان سے الفاظ پاک بولنا۔ اور ہاتھوں سے کام پاک کرنا اصلی شَوچ ہے

"سنتوش" قناعت کو کہتے ہیں۔ جو کچھ ملتا ہے اس پر صبر کرنا اور حرص و حسد سے دل پاک رکھنا سنتوش کہلاتا ہے۔ "تپ" بھوک پیاس۔ سردی گرمی وغیرہ کے سہ لینے کا نام ہے۔ اپنی طبیعت پر جبر کرنا۔ اور اوروں کو فائدہ پہنچانا سب سے اعلےٰ تپ ہے۔ "سوادھیائے" کے اصلی معنے وید کے پڑھنے کے ہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانے میں لوگوں کی سنسکرت میں اتنی لیاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے روزمرہ کسی گیان دھیان کی کتاب کا پڑھتے رہنا ہی سوادھیائے ہے۔ "ایشور پرندھان" خدا پر توکل رکھنے کا نام ہے۔ یہ مسئلہ تسلیم و رضا کہلاتا ہے۔ جس میں اپنی رضا کو خدا کی رضا کا تابع بنایا جاتا ہے۔ یہ پانچ نیم ہیں +

"آسن" طرز نشست کو کہتے ہیں۔ ریاضت یا دھیان کرنے کی غرض سے آدمی کو بیٹھنا پڑتا ہے جس طرز نشست پر وہ بیٹھے اس کو آسن کہتے ہیں۔ آسن طرح طرح کے ہیں۔ وجہ یہ کہ کوئی کسی طرح بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ کوئی کسی طرح۔ جس طرح بیٹھنے میں کسی کو آرام معلوم ہو اور تکان پیدا نہ ہو۔ وہی اس کے واسطے سب سے بہتر و آسان ہے +

"پرانایام" کے معنے پرانوں کا روکنا ہے۔ پران وہ قوّت ہے جس سے ہمارا جسم قائم رہتا ہے۔ یوگی اس قوّت کی دھاروں کو خاص خاص مقاموں یا ناڑیوں میں روکتا ہے۔ یہ تو انتہائی درجہ ہے۔ ابتدا سانس کے روکنے سے کی جاتی ہے۔ اور یہی پاس انفاس یا پرانایام کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے۔ آسن کی طرح پرانایام بھی طرح طرح کی ہے۔ اور مختلف گھرانوں میں اس کی مختلف مشقیں مروّج ہیں۔ سب سے عام وہ طریقہ ہے جو ہم ہندو لوگ سندھیا کرتے ہوئے عمل میں لاتے ہیں +

"پرتیاہار" کے معنے تبدیلی کے ہیں۔ یعنی اندریوں کو تبدیل ہیئت کر کے من کی صورت بنا دینا۔ اندریوں کا قاعدہ ہے۔ کہ بشیوں کی طرف دوڑا کرتی ہیں۔ لیکن اگر توجہ کسی اور طرف ہو تو سامنے آدمی کھڑا ہو یا پاس بندوق چھوٹ جاتی ہے ہمیں خبر نہیں ہوا کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہوا کرتی ہے کہ من اندریوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتا۔ اگر مزاولت کی جائے اور باہر کی چیزوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے ہم اندر کی طرف متوجہ رہنے کی مشق بہم پہنچائیں۔ تو یہ حالت ہونے لگے گی۔ کہ آنکھیں کھلی ہیں اور ہم چیزوں کو نہیں دیکھتے۔ کان کھلے ہیں مگر ہم آواز کو نہیں سنتے۔ گویا ہماری اندریاں تبدیل ہیئت کر کے من بن گئیں۔ اسی حالت کو پرتیاہار کہتے ہیں۔ اور یہ سب سے اعلےٰ درجے کا ضبط حواس ہے +

"دھارنا" چت کو ایک مقام پر قائم کرنے کا نام ہے۔ مثلاً چت کو سب طرف سے ہٹا کر ہم صرف ناک کے سرے پر لگائیں اور بغور تمام بس ناک کا سرا ہی دیکھے جائیں +

"دھیان" دھارنا کو متواتر و متوالی اس طرح جاری رکھنے کا نام ہے جس طرح تیل کی دھار ہمیشہ ایک رس جاری رہا کرتی ہے۔ گویا دھارنا ایک نقطہ ہے اور دھیان خط ہے +

"سمادھی" نفس کی اس حالت کا نام ہے۔ جس میں علم و عالم دونوں کا خیال محو ہو کر صرف معلوم باقی رہجاتا ہے۔ یوں سمجھو۔ کہ دھارنا میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک معلوم جس پر چت قائم کیا جاتا ہے۔ دوسرے معلوم کرنیکا عمل جسے علم کہتے ہیں۔ تیسرے معلوم کرنے والا جو خود چت ہے۔ دھیان میں معلوم کرنے والا نہیں رہتا۔ صرف شئے معلومہ اور علم رہجاتا ہے۔ سمادھی میں

علم بھی ملک ہو جاتا ہے۔ اور صرف شے معلومہ ہی باقی رہجاتی ہے۔ گویا سمادھی
میں چیت خود شے معلومہ بن گیا اور کچھ باقی نہیں رہا ۔

"دھارنا ۔ دھیان ۔ سمادھی تینوں کا ملا کر سم یم نام ہے۔ اور ان کا عامل
سم یمی یعنی نفس کش کہلاتا ہے ۔ یہ مضمون میں نے کچھ اختصار کے ساتھ اپنی
کتاب چہل درویش سے یہاں نقل کر دیا ہے۔ اس میں ذرا زیادہ توضیح
کے ساتھ دیا ہوا ہے۔ لیکن جو اصحاب یوگ کے شایق ہیں ۔ وہ میری
کتاب "یوگ درشن" دیکھیں ۔ جو ماہ جون ۱۹۱۲ء کے رسالہ سادھو
کی صورت میں شایع ہوئی ہے۔ اس میں بھگوان پتنجلی کے یوگ سوتر تمام
وکمال دیئے گئے ہیں اور ان پر عام فہم زبان میں مشرح ٹیکا لکھا گیا ہے۔
جو یوگ کے تمام مضامین پر حاوی ہے +

دوسری فصل پتنجلی اور گیتا کے یوگ کا مقابلہ

یاد رہے کہ بھگوان پتنجلی کا یوگ درشن بجائے خود ایک نظام فلسفہ
ہے جو عقلی پہلوے نظر سے فلسفہ سانکھیہ کے مسائل پر مبنی ہے اور اخلاق و روحانیت
کے پہلوے نظر سے خود ایک مذہب فلسفہ ہے۔ کہ اپنے مسائل ونکات کے لحاظ سے
کامل ومکمل ہے۔ گیتا میں جو یوگ بیان کیا گیا ہے۔ وہ ہو بہو نہ یوگ سوتروں کی
نقل ہے نہ ان سوتروں کی تشریح ہے۔ یوگ سوتروں میں بہت سے مسائل و
نکات ایسے ہیں کہ گیتا میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جن میں
دونوں کا اتحاد پایا جاتا ہے۔ اور کچھ ایسی ہیں کہ گیتا میں ہیں اور یوگ سوتروں

میں نہیں ہیں۔ بھگوان پتنجلی نے اپنا نیا نظام فلسفہ تالیف وتصنیف کیا ہے۔ اس واسطے ضروری امر تھا کہ جو مسائل ونکات اُنہوں نے اُٹھائے ہیں۔ اپنے پہلوے نظر سے وہ اُنہیں مکمّل صورت میں دکھائیں۔ بھگوان نے گیتا میں جو یوگ دیا ہے۔ اُس میں کام کی اور عملی باتیں بتائی ہیں۔ اور وہ بھی خاص غرض اور مقصد کو نظر میں رکھکر۔ پتنجلی کا یوگ چونکہ سانکھیہ پر مبنی ہے۔ اس لئے دویت میں ہے۔ بھگوان کا یوگ ادویت یعنی وحدانیت پر پہنچانے والا ہے۔

پتنجلی نے کیفیاتِ نفس کی جو انوکھی تقسیم کی ہے۔ آج کل کے ماہران علم النفس اسے پڑھکر مسکرائیں گے۔ مگر یاد رہے۔ کہ یہ تقسیم ایک خاص اصول پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یوگی کو بعض کیفیات کی طرف سے بالکل دھیان ہٹانا ہے اور بعض پر سعی کرکے لگانا ہے۔ ان کیفیات پنجگانہ کا گیتا میں ذکر نہیں ہے۔ ہاں نرودھ۔ سمادھی اور ایکاگرتا کا ذکر آتا ہے۔ چونکہ سمادھی کی حالت کا بہم پہنچانا دونوں فلاسفروں نے یکساں ضروری تسلیم کیا ہے۔ اور سمادھی کے واسطے ایکاگرتا اور نرودھ ضروری ہے۔ اسی واسطے ان میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ ایکاگرتا یکسوئی کو کہتے ہیں۔ اور نرودھ روکنے کو بھگوان کہتے ہیں۔

قلب صافی کو اپنے یکسو وہ کرے ۔۔۔ روکے سارے حواس اور من روکے

ا۔ ۶۔ ش۔ ۱۲

اس یوگ کی مشق سے رُکا خوب جہاں ۔۔۔ اور نفس مسکّن ہوا اے شیر جواں

ا۔ ۶۔ ش۔ ۲۰

ویدوں کے مطالعے سے گھبرائی ہوئی ۔۔۔ ہوجائیگی جب بے حرکت عقل تری

اور ہوکے سمادھی میں اچل، ٹھیرے گی ۔۔۔ جائیگا بس اسوقت ہی تو یوگ کو بھی

ا۔ ۲۔ ش۔ ۵۳

جو پانچ یم اور پانچ نیم پتنجلی نے مقرّر کئے ہیں۔ وہ اُنہیں کی ایجاد ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ آہنسا، ستیہ وغیرہ اور شَوچ، سنتوش وغیرہ پتنجلی سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ یا اور مذہبی و فلسفیانہ کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔ بے شک سب جگہ ملتے ہیں۔ کیونکہ نہایت اعلےٰ درجے کے اخلاقی اصول ہیں۔ مگر سوائے یوگ درشن کے کہیں اس طرح نہیں دیئے گئے۔ کہ ان پانچ باتوں سے تو نفس کا روکنا ضروری ہے۔ اور ان پانچ باتوں کا عہد کر کے ہمیشہ کرنا ضروری ہے۔ چونکہ باتیں اچھّی ہیں ان میں سے بعض کا گیتا میں بھی ذکر آتا ہے۔ مگر یم اور نیموں کے طور پر نہیں۔ بلکہ تیرھویں ادّھیائے میں جہاں گیان کا ذکر ہے۔ یا سولھویں ادّھیائے میں جہاں دیوی سمپت یعنی صفات ملکوتی کا ذکر ہے۔ وہاں اس قسم کے اعلےٰ اخلاقی اُصول مذکور ہوئے ہیں۔ یہاں ان سب شلوکوں کا نقل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اخلاق کے باب ہم انہیں دیں گے۔ اور شرح و بسط کے ساتھ سب کے معنے کی تشریح و توضیح کریں گے ؛

آسن ایک ضروری شے ہے۔ کیونکہ یوگی کو ریاضت کے واسطے بیٹھنا پڑتا ہے۔ پتنجلی نے بھی آسن بتائے ہیں۔ اور ان کا بیان مختصراً دیا ہے۔ گیتا میں بھی تفصیل نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ بیٹھا جائے۔ جس چیز پر بیٹھا جائے۔ اور جس طرح بیٹھا جائے۔ یعنی جسم و گردن کو جس طرح رکھا جائے۔ ان باتوں کے اشارے کر دیئے ہیں اور تفصیل چھوڑ دی ہے۔ ان کے متعلّق جو شلوک ہیں۔ وہ ہم اگلی فصل میں دیں گے ؛

پتنجلی نے پرانایام پر بہت زور دیا ہے۔ اور پورک یعنی سانس اندر کھینچنے ریچک یعنی سانس باہر نکالنے اور کمبھک یعنی سانس کو اندر روکنے کو تفصیل سے

ساتھ بیان کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوگ درشن بنانے والا اس کو سب سے بہتر ابھیاس یار یاضت تصور کرتا ہے۔ بھگوان معلوم ہوتا ہے۔ کرا و ابھیاسوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو ہم اگلی فصل میں بیان کریں گے۔ پرانایام کا بھی ذکر گیتا میں کئی جگہ آتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس کی عظمت تسلیم کی گئی ہے یگیوں کے بیان میں بھگوان کہتے ہیں۔

کچھ لوگ اپان میں جلاتے ہیں پران
یہ روکتے ہیں نفس کے آمد شد کو
کچھ لوگ پران میں جلاتے ہیں اپان
ہے بسکہ پرانایام میں ان کا دھیان

۴ - ۲۹ - ش - ۴

یوگ ابھیاس کی مدد سے وصال یا نجات پانے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

لذات خارجی کو کر کے باہر
کر کے یکساں پران اپنا اور اپان
اور دونوں بھووں کے بیچ میں کر کے نظر
بینی کے جو چلتے ہیں برابر اندر

کر کے قابو حواس اور من بدھی
خواہش خوف و غضب کو بھی کر کے دور
اور دھیان دھ۔ کو ہو موکش کی جس میں لگی
جو بیٹھتا ہے۔ ہمیشہ واصل ہے وہی

۵ - ۲۷ - ۲۸ - ش - ۵

پرتیاہار یعنی اندریوں کو قلب ہیئت کر کے من کی صورت میں لا ڈالنا پتنجلی کی خاص اصطلاح ہے۔ جو یوگ درشن کے علاوہ اور جگہ نہیں ملتی تاہم اس میں جو اصول مضمر ہے یعنی یہ کہ حواس ضبط ہو گئے تو اشیا سامنے موجود ہونے پر بھی احاطۂ احساس میں نہیں آتے۔ گویا اندریاں بدل کر من روپ ہو گئیں ایک بدیہی بات ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اندریوں کے دمن

یعنی روکنے کی تعلیم ہر ایک مذہبی کتاب دیتی ہے۔ اور گیتا میں بھی اس کا بار بار ذکر آیا ہے۔ چونکہ اس اندریہ ومن کی بابت ہم پہلے باب کی نویں فصل میں گیتا کے شلوک نقل کر آئے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کرنا ضروری نہیں ہے۔ پانچویں ادھیاے کا ستائیسواں شلوک جو اس پیرگراف سے پہلے نقل ہوا ہے۔ اسی میں ضبط حواس کا ذکر موجود ہے ٭

دھارنا۔ دھیان اور سمادھی یوگ کے سب سے وقیع اور نہایت ہی ضروری انگ ہیں۔ جہاں تسکین قلب و یکسوئی طبع کا مضمون آتا ہے۔ تینوں کی اہمیت برابر مانی جاتی ہے۔ ان میں سے دھیان اور سمادھی پر گیتا میں بار بار تاکید کی گئی ہے اور بہت سے شلوکوں میں ان کی عظمت اور فائدے بتائے گئے ہیں۔ تینوں کو ملا کر سم یم کہتے ہیں۔ اور ان کے ماہر کو سم یمی۔ سم یم۔ اور سم یمی یوگی کا ذکر گیتا میں کئی جگہ ہے۔ سم یم کے معنے ہیں۔ نفس کشی اور سم یمی کے نفس کش۔ یگیوں کا ذکر کرتے ہوئے بھگوان کہتے ہیں ٭

دیتے ہیں حواسوں کی یہاں بعض ہوی | اس آگ میں کہتے ہیں جسے نفس کشی

ا۔ ۴۔ شی ۲۵

بعضے لیتے ہیں سب حواسوں کے کام | اور وہ کہ پرانوں سے جو پائیں انجام
یوگ اگنی میں ضبط نفس کی ان کو وہ | بہر عرفاں پھونک دیتے ہیں تمام

ا۔ ۴۔ شی ۲۷

دوسرے ادھیاے میں جہاں یہ ذکر ہے۔ کہ نفس کش عارف کامل کا جو عالم ہوتا ہے۔ وہ دنیا کے گنوں کا نہیں ہوتا۔ اور سگھارے دنیاجن وساوس اور اوہام میں پھنسے رہتے ہیں۔ ان سے سم یمی یا نفس کشی کو کچھ تعلق نہیں ہوتا بھگوان کہتے ہیں ٭

اہل دنیا کی جو ہے شب اے ہشیار | اس میں رہتا ہے نفس کش ہی بیدار
اور جس میں جاگتی ہے ساری دنیا | وہ عارف نفس کش کی ہے بس شب تار

ا۔۲۔شلو۔۶۹

آٹھوں انگوں اور اُن انگوں کے اُپانگوں میں سے ہر ایک مزاولت بہم پہنچانے سے یوگی یا مرتاض میں خاص سِدّھیاں یا شکتیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پتنجلی ہر ایک کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ گیتا چونکہ موکش شاستر ہے۔ اس میں سِدّھیوں اور شکتیوں کی طرف ادھکاری کی توجہ منعطف کرنے کا خیال تک بھی نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یوگ کی سِدّھیوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

نفس کشی یا سم یم کی مزاولت بہم پہنچانے پر یوگ درشن کا خاتمہ ہے۔ یوگ کی تعریف ہی بھگوان پتنجلی اپنے درشن کے دوسرے سوتر میں یہ کرتے ہیں۔ کہ یوگ کیفیات نفس کے روکنے کا نام ہے۔ بھگوان کی تعلیم اس سے بہت اعلیٰ اور نہایت عملی اور بکار آمد ہے۔ یہاں خاص مادّی تتووں کے دھیان سے جس پر یوگ سوتر کار اتنا زور دیتے ہیں۔ ضبط نفس کی کیفیت بہم پہنچا لینی معراج یا آدرش نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک زینہ ہے۔ جس پر قدم جما کر اور منازل بلند پر چڑھا جاتا ہے۔ سمادھی کے بے نظیر و بے مثال آنند کو دونوں شاستروں یعنی یوگ اور گیتا میں یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ لیکن یوگ درشن کی سمادھی کٹھڑی میں بیٹھ کر اور آنکھیں بند کر کے خاص سکھ حاصل کرنے کی ہوس سے لگائی جاتی ہے۔ گیتا میں کھلی سمادھی کا اُپدیش ہے۔ کہ چلتے پھرتے۔ کھاتے پیتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے یکساں لگی رہے۔ اور اس میں فرق نہ آنے پائے ۔

گیتا میں یوگ. درشن کی طرح یوگ کی یہ تعریف نہیں کی گئی ہے۔ کہ یوگ فقط ضبط نفس کا نام ہے۔ بلکہ بھگوان کے ہاں یوگ کے معنے ہیں سمتا یا یکسانیت لمحہ دو لمحہ یا آدھ گھڑی گھڑی بھر ضبط نفس سے سمادھی کا آنند اُسی طرح لینے سے کام نہیں چلتا۔ جس طرح افیونی افیون کا اثنا چڑھا کر اور تھوڑی دیر کے واسطے نشے میں مخمور ہو کر دنیا اور سرنج دنیا سے غافل ہو جایا کرتا ہے۔ بلکہ ضبط نفس کر کے جس معراج پر پہنچنا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آدمی یکساں نظری بہم پہنچائے۔ سُکھ دُکھ۔ رنج و راحت۔ گرمی سردی۔ کامیابی و ناکامی۔ سب میں یکساں رہے۔ اُسے خوشی و رنج دونوں ایک معلوم ہوں۔ دشمن و دوست ایک نظر میں آئیں۔ نہ رغبت کے دام میں آسکے نہ نفرت کے۔ کام کرے مگر اُس کے اچھے یا بُرے نتائج پر دھیان نہ دے ؛

اس یکسانیت اور یکساں نظری کا نام بھگوان یوگ بتاتے ہیں۔ اور اس سے بھی اعلےٰ تر معراج یا آدرش یہ قائم کرتے ہیں۔ کہ سم درشی ہونے کے ساتھ یوگی سرو آتم درشی ہونا چاہیئے۔ یعنی سب کو اسی نظر سے دیکھے جس سے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ سب اسے اپنی ذات کا حصّہ نظر آئیں۔ سب کو وہ بھگوان روپ کر کے دیکھے۔ غرض محدودیت کے دائرۂ تنگ سے نکل کر غیر محدود بن جائے۔ ما و منی کے تنگ خیال کو چھوڑ کر ہمہ اوست یا "اناکُل" کے درجۂ بلند پر پہنچے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ پرانایام وغیرہ ابھیاسوں کو غیر معمولی اہمیت دینے کی بجائے جس ابھیاس کو بھگوان زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ یوگی میرا دھیان کرے۔ مجھے سب میں اور سب کو مجھ میں دیکھے۔ غرض سرو آتم بھاؤ سے مجھ میں محو ہو جائے ؛

پتنجلی اور بھگوان کے یوگ میں اس پہلوئے نظر کا فرق ہے۔ پتنجلی کا درشن

ضبطِ نفس کی راہ بتا کر اور سمادھی کے آنند کا جلوہ دکھا کر ٹھیر جاتا ہے۔ بھگوان اور آگے بڑھتے ہیں۔ پتنجلی کی سمادھی تھوڑے وقت کے لئے آنند دایک ہے۔ بھگوان دوامی اور مدامی آنند کا رستہ بتاتے ہیں۔ پتنجلی کے طریق سے آدمی خودی میں محدود رہتا ہے۔ بھگوان کے مسلک پر گامزن ہونے سے وہ سروآتم بھاؤ کے درجے کو پہنچتا ہے۔ یوگ درشن اسے دویت یا دوئی میں رکھتا ہے۔ گیتا اسے ادویت یعنی یکتائی پر پہنچا دیتی ہے ٭

یہاں میں نے گیتا کے شلوک نقل نہیں کئے۔ اگلی فصلوں میں گیتا کے یوگ کا طریقہ۔ یوگ کا بے مثال آنند۔ یوگ اور گیان مارگ کی یکتائی وغیرہ وغیرہ سب دیجائیگی اور وہیں گیتا کے شلوک بھی نقل کئے جائیں گے ٭

تیسری فصل۔ یوگ ابھیاس کے اصول

ابھیاس کے معنے ہیں کسی خاص مشق کا بہم پہنچانا۔ مشقیں جسمانی ہوتی ہیں۔ عقلی ہوتی ہیں۔ اخلاقی ہوتی ہیں۔ روحانی ترقی کی غرض سے جو مشق کی جاتی ہے۔ اس کا نام یوگ ابھیاس ہے۔ اسی کو ریاضت۔ ذکر یا شغل کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہ خاص قسم کی مشق ہوتی ہے اور کچھ نہیں ٭

اگر پوچھو کہ یوگ ابھیاس کی علت غائی کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ من چنچل ہے۔ اس کی برتیاں ہر وقت پریشان اور منتشر رہتی ہیں۔ اس انتشار سے دُکھ محسوس ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ پھیلاؤ ہو جاتا ہے۔ اُسیقدر

زیادہ پریشانی اور افکار طبیعت پر حاوی رہتے ہیں۔ غریبوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ امیروں کے پاس چونکہ دولت ہے اور آسانی سے ہر طرح کی حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ اس واسطے وہ خوش خوش بسر کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس چونکہ حاجتوں کے پورا کرنے کا سامان یعنی زر نہیں ہے۔ اس واسطے ہم ان کی طرح خوش نہیں۔ مگر یہ سخت غلطی ہے۔ غریب کی جان کے ساتھ ایک روٹی کا فکر ہے۔ امیر کی جان کے ساتھ ہزار فکر لگے ہوئے ہیں۔ مکانوں کی مرمت ہے۔ کرایہ داروں سے نالشا نولشی ہوتی رہتی ہے۔ گھوڑے ہاتھی بیمار اور کمزور ہوتے رہتے ہیں۔ نوکروں کا جم غفیر دیانت دار اور وفادار ثابت نہیں ہوتا۔ ادھر برادری کے لوگ عزت لینے کو تیار رہتے ہیں۔ اُدھر حاکموں اور عہدہ داروں کی خوشامد درآمد روز کرنی پڑتی ہے۔ اور اس پر بھی ان کے تیور سیدھے نظر نہیں آتے۔ غرض کس کس بات کو لیا جائے۔ ایک سلسلہ لامتناہی ہے۔ اسے تعلقات کا پھیلاو کہتے ہیں۔ اور چونکہ تمام تعلقات من سے وابستہ ہیں۔ یہی برتیوں کا پھیلاو کہلاتا ہے +

اس پھیلاو میں سُکھ کہاں۔ جتنی برتیاں پھیلتی جائیں گی۔ اُتنی ہی پریشانی بڑھتی جائے گی۔ اور اپنے اندر جو سُکھ ہے اس کا ظہور گھٹتا چلا جائے گا۔ اس مسئلے کی توضیح و تشریح ہم اس کتاب کے باب اوّل میں کر آئے ہیں۔ اور وہیں ہم نے اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ برتیوں کے پھیلاو کے سمیٹنے اور آتمانند کے پرکاش کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک بیراگ ہے۔ اور دوسرا ابھیاس۔ بیراگ گیان کا رستہ ہے۔ جس میں اپنے آپ کو محض شاہد و ناظر کر کے دیکھتے ہیں اور دنیا کو محض خواب کا نقشہ۔

چونکہ محض بود و نمود ہی میں دلبستگی نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے دیکھنے والا آسانی کے ساتھ تمام اوہام اور افکار سے رہا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسے آدمی ہزاروں میں کوئی بڑے ہی ملتے ہیں جن کی نظر اتنی اونچی جا سکے۔ جم غفیر اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہم دیکھنے والے تو پتے ہیں۔ اور دنیا کا تماشہ جھوٹا ہے۔ اس سے کیا ڈرنا اور کیا فکر میں پڑنا ۞

ان کے واسطے دوسرا طریقہ ہے۔ جسے ابھیاس کہتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا تجربہ ہے۔ کہ جب طبیعت پر فکر حاوی ہو تو اس کا علاج یہ کیا جاتا ہے۔ کہ دھیان کو اس فکر کی بات سے ہٹایا اور کسی اور طرف جما دیا۔ شراب یا اور نشوں کی عادت بالعموم اسی طرح پڑا کرتی ہے۔ اول آدمی غم غلط کرنے کے واسطے استعمال کرتا ہے اور بعد میں اس کا خوگر بن جاتا ہے۔ یہ ایک انتہائی بات ہے۔ ایسے قبیح شوقوں کو نہ لیجئے۔ بلکہ یوں فرض کر لیجئے۔ کہ فکر دُور کرنے کے واسطے باغ یا دریا کی سیر کو چلے گئے۔ یا کتاب لے بیٹھے۔ یا کسی سُریلے باجے سے دل خوش کرنے لگے۔ اصول وہی ہے کہ ایک طرف سے توجہ ہٹائی اور دوسری طرف لگائی ۞

اسی طرح جنہیں دنیا کے افکار ستاتے ہیں۔ وہ اُن سے بچنے کے واسطے ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر اور طرف لگانے کی مشق بہم پہنچاتے اور اس طرح ان سے نجات پاتے ہیں۔ برتیوں کا جو چاروں طرف پھیلاؤ ہو رہا ہے۔ اُسے ایک نقطے یا مرکز پر توجہ جما کر سمیٹتے ہیں۔ اس طرح کرتے کرتے عادت ہو جاتی ہے۔ اور برتیوں کے سمٹ جانے سے آتمانند کا پرکاش ہونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یوگی کو سُکھ پراپت ہوتا ہے ۞

ابھیاسوں کی قسمیں مختلف گھرانوں میں مختلف ہیں۔ اور ایسی بے شمار ہیں۔ کہ

احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ ہم یہاں ان کی تقسیم و تحلیل کا موٹا اصول بتائے دیتے ہیں۔ آدمی میں پران ہیں۔ پانچ گیان اندریاں ہیں۔ اور من ہے۔ ان کے لحاظ سے ابھیاس سات قسموں کے ہوئے۔ پرانوں کے متعلق پانچ گیان اندریوں میں سے ہر ایک کے اور من کے متعلق۔ پرانوں کے متعلق جو ابھیاس ہے اسے پرانایام کہتے ہیں۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اسی طرح من کے متعلق جو ابھیاس ہیں۔ ان کا نام اُپاسنا ہے۔ اُپاسنائیں بے شمار قسموں کی ہیں۔ اور اُن سے اُپنشد بھرے پڑے ہیں۔ ہر ایک اندریہ کا جُدا ابھیاس ہے۔ بعض لوگ جلد کے خاص حصّوں میں۔ خاص حسّوں کے احساس کا تصوّر کرتے ہیں۔ بعض ناک سے خاص قسم کی بو کے احساس کا تصوّر کرتے ہیں۔ یا اس میں سانس کے آنے جانے پر جسے سر دسے کہتے ہیں توجہ جماتے ہیں۔ بعض زبان کی نوک پر خاص ذائقوں کے حظ لینے کا دھیان کرتے ہیں۔ یا تالو میں رس ٹپکنے کا مزا لیتے ہیں۔ بعض کانوں سے شبد سننے کا تصوّر باندھتے ہیں۔ اور اسے سُرت شبد یوگ کا نام دیتے ہیں۔ آنکھوں کے متعلق سب سے زیادہ ابھیاس ہیں۔ بعض بند آنکھوں سے اپنی صورت۔ کسی اِشٹ دیو کی صورت۔ یا خاص نظاروں کے نقشے دیکھتے ہیں۔ بعض کھُلی آنکھوں سے خاص صورتوں یا مرکزوں پر نظر جماتے ہیں ٭

ظاہر ہے کہ یوگی کو چونکہ توجّہ یکسو کرنی ہے۔ اس واسطے کچھ احتیاطیں درکار ہیں۔ مثلاً بہت کھائے گا تو نیند ستانے لگے گی بھوکا ہو گا تو اذیت گرسنگی سے دھیان نہیں جما سکے گا۔ غرض ہر شے کا اعتدال ایک مقدم امر ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ٭

یوگ اسکے لئے نہیں بہت جو کھائے　　یا بھوک سے جان جس کی لب پر آئے
جس کی عادت ہو یا بہت سونے کی　　یا جو جاگے نہ نیند اس کو آئے

اشغال مناسب ہو مناسب کھانا　　حرکات کا کاموں میں مناسب لانا
بیداری و خواب ہوں مناسب دونوں　　دکھ کرتا ہے دور یوگ یہ۔ اے دانا

(بھ - گ - ش - ۶ - ۱۷)

اس طرح جہاں بیٹھکر یوگ کیا جائے وہ جگہ ایسے سامان و اسباب سے خالی ہونی چاہئے۔ جو توجّہ کو ہر طرف کرنے والے ہیں۔ جس آسن پر بیٹھے وہ آرام دِہ ہو۔ اور طرز نشست ایسی ہو کہ تکان پیدا نہ کرے یا کسی حصّہ جسم کو خراب نہ کر دے۔ یہ احتیاط اس واسطے درکار ہے۔ کہ ابھیاسوں میں بیٹھنا بہت پڑتا ہے۔ فرض کرو کوئی جُھک کر بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بزاولت سے پیٹھ کُبڑی ہو جائیگی۔ ریڑھ کی ہڈّی جُھک جائے گی۔ اور طرح طرح کے امراض ستانے لگیں گے۔ اسی واسطے بھگوان کہتے ہیں ؂

یوگی کو یہ لازم ہے کرے دھیان سدا　　کنج تنہائی میں اکیلا بیٹھا
نفس سرکش ہر طرح سے روکے　　سامان بھی نہ ہو اور نہ خواہش اعلیٰ

ہو صاف جگہ لگائے آسن وہ جہاں　　ہلنے جُلنے کا جس میں مطلق نہ گمان
نیچا ہو بہت اور نہ وہ اونچا ہو بہت　　ہو گھاس پہ کھال۔ کھال پر کپڑا اوال

قلب صافی کو اپنے یکسو وہ کرے　　روکے سارے حواس اور من روکے
اور اپنی آتما کی شُدّھی کے لئے　　آسن پر بیٹھکر یہاں یوگ کرے

یکساں رکھے جسم و سر و گردن کو تنا | ایسا کہ ہلیں جلیں نہیں وہ اصلا
اگلے حصے کو ناک کے اب دیکھے | جائے نظر اس کی اور جانب نہ ذرا

من شانت ہو دل میں خوف ہو اور نہ ڈر | اور نیت ہو برہم چاریوں کا یکسر

ا-۶-شلوک ۱۰-۱۴

یہاں غور کے قابل یہ بات ہے - کہ اسباب بیرونی کی احتیاط کے ساتھ بھگوان کچھ احتیاطیں من کے بارے میں بھی بتاتے ہیں - من کا قاعدہ ہے - کہ اگر کسی چیز پر توجہ جائے - تو ذرا ادھر متوجہ ہوا - اور پھر بندر کی طرح اچھلکر یہ گیا وہ گیا - اس واسطے من کے ادھر اُدھر جانے سے روکنے کیواسطے ہدایت کی گئی ہے - اور شانت رکھنے کا ایما کیا گیا ہے - خوف یا ڈر توجہ کے برطرف کرنے والے ہیں - اس واسطے انہیں دل میں راہ نہیں دینی چاہئے - برہم چاری کا برت ہے - گورو میں عقیدہ راسخ رکھنا - یعنی یوگ گورو زبر و زبر صدق عقیدت سے کرنا - نہ بد اعتقادی کی طرف جانا - نہ بے پروائی سے ناغہ کرنا - انہیں باتوں پر بھگوان پتنجلی نے بھی بہت زور دیا ہے - ان میں اصول صرف یہ مضمر ہے - کہ جو کام بد اعتقادی یا بے پروائی سے کیا جاتا ہے - وہ کبھی اچھی طرح نہیں ہوتا - بیرونی احتیاطیں آسان کام ہیں - ان کا انتظام کرنے میں چنداں دقت روبکار نہیں ہوتی - لیکن من میں جو خیالات اور وساوس و اوہام پیدا ہوتے ہیں - اُن کا روکنا مردوں کا کام ہے - یہی وجہ ہے - کہ گیتا میں بھگوان بار بار من کے روکنے کی طرف اور اس کے بس میں لانیکے واسطے ابھیاسی کو ہدایت کرتے ہیں - اسی چھٹے ادھیائے میں آگے چلکر

پھر من کے روکنے کا ذکر ہے ✣

پیدا ہوتی خیال سے ہیں جو جو | دل میں شہوات چھوڑ کر ان سب کو
اور من سے روک کر تمام اپنے حواس | اس طرح اِدھر اُدھر نہیں جانے دو

ہوتے ہوتے سے شانت بس ہو جائے | یوگی اپنی ہی مستقل بدھی سے
ٹھہرائے آتما میں اپنے من کو | اور دل میں وسوسہ نہ کوئی لائے

من جب پُر اضطرار اور چنچل ہو | اور جائے جہاں جہاں وہیں سے اس کو
لے آئے پکڑ کے اور اپنے بس میں | رکھے جانے نہ دے کہیں لے خونخو

گ - ۶ - شلو - ۲۴ - ۲۶

اسی طرح اور اپدیشوں میں بھی من کے روکنے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اس کے روکنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ جسے ہم آگے بیان کریں گے ✣

چوتھی فصل - یوگ ابھیاس کے طریقے

اوپر کی فصل میں ہم نے یوگ ابھیاس کے اصول اور وہ احتیاطیں بیان کی ہیں جن کا یوگی کو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ بھگوان ابھیاس کا طریق کیا بتاتے ہیں۔ اس کا سب سے معروف و مروّج طریق تو وہی ہے۔ جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ یعنی پرانا یام یا پاس انفاس اس کے متعلق گیتا کے شلوک بھی ہم نقل کر چکے ہیں۔ پرانا یام مشّاق گورو

کی مدد کے بغیر کرنی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ سانس کے روکنے سے طرح طرح کے امراض اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو لوگ کتابوں ہی سے پڑھ پڑھ کر پرانایام کرنے لگتے ہیں۔ انہیں اکثر نتائج قبیحہ کا منہ دیکھنا پڑا کرتا ہے۔ اس واسطے جب تک خوب مشاق رہنما نہ ملے اس طریق پر چلنا خطرناک ہے ⁂

بھگوان ایک اور آسان طریق بتلاتے ہیں۔ جن میں حواسوں کو بھی مشغلہ ملتا ہے۔ اور من بھی لگا رہتا ہے۔ یعنی حواس اور من دونوں کے ضبط کا سامان موجود ہے۔ وہ طریق یہ ہے ⁂

یکساں رکھے جسم و سر و گردن کو تنا ایسا کہ ہلیں جلیں نہیں وہ اصلا
اگلے حصے کو ناک کے اب دیکھے جلے نظر اس کی اور جانب نہ ذرا

ا۔ ۶۔ شش ۱۳

یعنی یوگی ان احتیاطوں کے ساتھ جو مکان۔ اسباب۔ آسن وغیرہ کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ من کو شانت کرکے اور خوف وغیرہ طبیعت سے نکال کر بیٹھے اور دونوں آنکھوں سے ناک کا سرا دیکھنا شروع کرے حواسوں میں آنکھ کا درجہ سب سے بڑا ہے۔ جتنا علم اشیائے بیرونی کا ہمیں حاصل ہوتا ہے اس میں نصف سے زیادہ آنکھوں ہی سے تحصیل کیا جاتا ہے۔ یہ نظر ہی ہے کہ ہر طرف دوڑتی رہتی ہے۔ اور بڑی چنچل ہے۔ اس کو کام میں لگا دینے سے ایک بڑا مرحلہ طے ہوا۔ دوسری بڑی چنچل چیز من ہے۔ اس کے روکنے کا طریقہ یہ ہے ⁂

من شانت ہو دل میں خوف ہوا ور نہ ڈر اور برت ہو برہم چاریوں کا یکسر
من کو روکے لگا کے دل مجھ میں ہی اور دھیان میں بیٹھے تو مجھ میں ہو کر

اس طرح سے من روک کے اپنا یوگی — جس کی ہے آتما سدا اُس میں لگی
پاتا ہے وہ شانتی کہ نام اس کا ہے موکش — جو میری ہی ذات ہے جو مجھ میں رہتی

ا- ۶- ش ۱۴-۱۵

حواس کے روکنے کا تو وہ سامان ہوا - کہ دونوں آنکھوں سے ناک کا سرا دیکھا - لیکن من نہ رُکا تو دوڑ دوڑ کر اِدھر اُدھر جائے گا۔ کبھی کابل میں گھوڑے خریدے گا۔ کبھی لٹیوں کی رس تصور میں لیگا۔ اس کے روکنے کا طریق یہ ہے۔ کہ من سے بھگوان میں دھیان لگائے۔ سگن مورتی کی صورت یا چتر کا سمرن کرے۔ یا برہم کے نرگن سروپ کا دھیان کرے۔ اور ہمہ اوست یا انا الحق کے دھیان میں محو اور مستغرق ہو۔ جس وقت من اپنی چنچلتا دکھائے۔ اسی وقت اس کی گردن پکڑ کر جدھر جائے اُسی طرف سے پکڑ کر پھیر لائے۔ اور سگن یا نرگن سروپ میں اسی طرح لگائے جس طرح سرکش گھوڑے کو لگام سے کھینچکر اپنے بس میں لاتے ہیں۔ بھگوان کہتے ہیں:

دانا ضبط حواس میں گو ساعی — رہتا ہے لیک انمیں طاقت ہے بڑی
لیجاتے ہیں کھینچکر زبردستی سے — من کو جس جس جگہ ہو ان کی مرضی

ان سب کو ضبط کرکے انسان بیٹھے — اور دھیان مرا خلوص باطن سے کرے
جس شخص کے ہیں حواس بس میں ارجن — قائم ہے اسی کی عقل گر تو سمجھے

ا-۲-ش ۶۰-۶۱

یاد رہے۔ کہ حواسوں میں من بھی شامل ہے۔ من چھٹی اندریہ کہلاتا ہے۔ اور اس کی بابت ایک شلوک تو ہم اوپر دے آئے ہیں۔ ایک یہ ہے:

یہ جیو میری ذات کے حصّے ہیں قدیم — دنیا میں جو آتے جاتے ہیں اور ہیں مقیم
پرکرتی میں سے چھ حواسوں کو لئے — جن میں سے من چھٹا ہے سب کو تسلیم

ا - ۱۵ - ش ۷

یہ پتنجلی اور یوگ کے طریقے میں فرق ہے۔ پتنجلی کا یوگ تتوں کے دھیان سے حالت نرودھ بہم پہنچا کر ضبط حواس اور من پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور گیتا کے یوگ میں من اور حواس کے انضباط کے ساتھ بھگوان کے سگن یا نرگن سروپ کا دھیان کیا جاتا ہے۔ اور اس سے سروآتم بھاو کے درجے کو پہنچا جاتا ہے۔ اس میں طبیعت کی یکسوئی اور دھیان کا کام ہے۔ اسے راج یوگ کہتے ہیں۔ ہٹ یوگ جس میں ہٹ اور ضد سے تمام جسم کو یا جسم کے خاص حصّوں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ وہ محض پاکھنڈ ہے۔ بھگوان اس کی نندا کرتے ہیں۔

کرتے ہیں سخت تپ یہاں جو ایسی — ذکر اس کا شاستر میں دیکھا نہ کبھی
پھنس کر دام خودی و مکّاری میں — اور حرص و ہوا کے بس میں آکر اپنی

بے حس سب عنصروں کو بھی اور مجھے — دائم جو رنا کرتے ہیں اندر ان کے
پہنچاتے رہتے ہیں سخت یہ تکلیفیں — شیطانی ہیں عقائد ان کے سارے

ا - ۱۷ - ش - ۵ - ۶

آجکل غضب یہ ہو رہا ہے کہ ہٹ یوگ کی بے معنی ریاضتوں کو لوگ یوگ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے کرنے والوں کو یوگی۔ بھگوان کی تعلیم سے لوگوں کو سبق لینا چاہئے۔ اور توہمات باطل کو دل سے نکال کر یوگ کے اصلی معنی اور غرض سمجھنی چاہئے۔ یوگ آدمی کو اونچا اُٹھانے والی چیز ہے۔ اور ہٹ یوگ جہالت میں پھنسانے والی ہے۔

پانچویں فصل۔ یوگ کا آئیڈیل

یوگ کی ابتدا اس غرض سے کی جایا کرتی ہے۔ کہ طبیعت کا ٹھیراو حاصل ہو۔ اس حالت میں یوگ محض ایک مشغلہ یا کرم ہے۔ اور اس کے کرنیوالے کو یوگ آرُرکشو یعنی یوگ کے بام بلند پر چڑھنے کی خواہش والا کہتے ہیں۔ یہی شخص جب کثرت مزاولت سے من کے ضبط کر لینے کی طاقت بہم پہنچا لیتا ہے۔ تو اس کو یوگ آرُوڑھ یعنی یوگ کے بام بلند پر چڑھا ہوا کہا جاتا ہے۔ اس حالت میں اَبھیاسی یوگ کو مشغلے یا کرم کی حیثیت میں نہیں کرتا۔ بلکہ سمادھی کے آنند اور شانتی کے سُکھ لینے کے واسطے کرتا ہے۔

بھگوان کہتے ہیں ؏

ہے یوگ پہ جس شخص کو چڑھنا منظور — سمجھو ہے مشغلہ سبب اس کا ضرور
ہاں چڑھ گیا جب یوگ کے درجے پر وہ — ہوتا ہے شانتی سبب ہے دستور

۱۔ ۶۔ ش۔ ۳۔

یوگ کی مزاولت سے چت رُک جاتا ہے۔ تو کیفیات نفس کا پھیلاو جو تمام اشانتی اور دُکھوں کا سبب تھا سمٹ کر جاتا رہتا ہے۔ گویا آتما نند پر اگیان کا جو غلاف چڑھا ہوا تھا وہ ہٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں آتمانند کا پرکاش ہوگا۔ یہ وہ آنند ہے۔ کہ نہ اس کی نظیر ہے۔ نہ مثال ہے۔ گیتا میں جن شلوکوں میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ نہایت ہی پُر زور اور دل کے کھینچنے والے ہیں۔ ہم یہاں سب نقل کرتے ہیں ؏

روکا ہوا نفس یوگ کی مشق سے جب — قائم ہو آتما میں بے رنج و تعب
اور سب شہوات دل سے ہو جائیں ترک — وصل کہتے ہیں ایسے یوگی کو سب

جب کرتا ہے وصل آتما میں یوگی — روکے ہوئے نفس کی ہی تمثیل یہی
جیسے ہو بے ہوا جگہ اور واں شمع — روشن ہو۔ ہلے جُلے نہیں لَو اس کی

اس یوگ کی مشق سے رُکا خوب جہاں — اور نفس سکن ہوا اے شیر جواں
جب اپنے آپ ذات کو اپنی ہی — دیکھے اور آتما میں خوش ہو انساں

جب بے حد سُکھ کہ لے مزا بس بُدّھی — اور واں تک دسترس نہ ہو حِسّوں کی
محسوس ہو۔ اور ایسا ہو ٹھیراو حصول — من کو۔ کہ حقیقت سے نہ لغزش ہو کبھی

اس طرح کا سُکھ۔ کہ اس کو یوگی پا کر — مانے نہیں اور سُکھ کو ہرگز برتر
جس میں کرکے حصول اپنا ٹھیراو — تکلیف عظیم سے نہ ہو پھر مضطر

کہلاتا ہے بس نام اسی کا تو یوگ — اور اس میں ہی ہوتا ہے ہر اک دکھ کا بیوگ
کرنے لایق یہی ہے کر کر کے یقیں — اس طرح کہ یاس کا نہ ہو دل میں روگ

ا۔ ۶۔ شی ۱۸ ۔ ۲۳

من ہو گیا جب شانت تو بس یہ یوگی — ہو جاتی ہیں شانت خواہشیں سب جس کی
ہو جاتا ہے جو برہم گناہوں سے پاک — پاتا ہے وہ سُکھ نظیر جس کی نہ ملی

اس طرح سے یوگ آتما کا کرتے یوگی بے پاپ ہو کے آسانی سے
بے حد سُکھ کو حصول کرتا ہے سدا جو برہم کی ذات ہے۔کلام اسمیں کسے

ڈ-۶-ش-۲۷-۲۸

پچھلے دو شلوکوں میں یوگی کے سُکھ کو برہم آنند کہا ہے۔ گویا یوگی اپنے آپکو برہم روپ سے انوبھو یا محسوس کرتا ہے۔ یہ بالکل سچی اور بدیہی بات ہے۔ میرے دوستو۔ یہ جگت کیا ہے۔ صرف چیتن کی پھُرنا یا واہمہ۔ اس کے سوائے اور کچھ نہیں۔ یہ پھُرنا۔ یہ متصوّر و نقشۂ خواب یا محض نمودی طلسم۔ یہ مسلسل سلسلۂ خیالات جہاں بند ہوا۔ چیتن کا اپنے شُدّھ سروپ سے بھان یا پرکاش ہوگا۔ وہاں ہر شخص اپنی ذات میں اپنے سچّد انند سروپ کو انوبھو یا محسوس کرے گا۔ اور اُسے وہ پرم آنند آئے گا۔
جس کی مثال ہے نہ نظیر ہے ٭

گیانی بھی اسی بامِ بلند پر چڑھتا ہے۔ اور اسی رس کا سواد لیتا ہے۔ لیکن وہ اور رستے سے یہاں پہنچا ہے۔ اس نے شروع میں خاص ابھیاسوں کا سہارا نہیں ڈھونڈھا۔ بلکہ استدلال عقلی سے یہ مرحلہ طے کیا کہ جگت یعنی معلوم مجھ علم کے سمندر میں اسی طرح پرکاش ہو رہا ہے جس طرح نظر خواب بیں کے سامنے خواب کے تماشے ہوا کرتے ہیں۔ نظّارہائے خواب محض بود و نمودی ہیں۔ کہ اپنی واقعی ہستی نہیں رکھتے بلکہ محض میری ہستی کے تابع ہیں۔ مجھے ان سے نہ کچھ لینا ہے۔ نہ ان میں رغبت و نفرت بجا ہے میں ست روپ برہم ہوں۔ میں چیتّ روپ برہم ہوں۔ میں آنند روپ برہم ہوں۔ یہاں شروع میں عقل سے کام لیا گیا ہے۔ سوچ اور بچار سے وسیع نظری یعنی سمروآتم بھاو پیدا کیا گیا ہے۔ اور آخر میں سروپ آنند

میں ستھتی ہو گئی ہے +

اسی طرح یوگ اور گیان جسے بھگوان سانکھیہ کا نام دیتے ہیں - دونوں ایک درجے پر پہنچانے والے رستے ہیں - اس میں شک نہیں - کہ شروع میں فرق ہے - لیکن دونوں پہنچاتے ہیں ایک منزل پر - دونوں کا انجام ایک ہی ہے - گیانی اور یوگی کو آپس میں بحث و مباحثہ کرنے اور لڑنے جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہے - اپنی اپنی راہ چلیں - انجام میں ایک منزل پر مل جائیں گے - رستے بے شک الگ الگ ہیں - لیکن آخر میں پہنچ جاتے ہیں دونوں ایک ہی جگہ - گیان کا رستہ سیدھا اور کم لمبا ہے - مگر دشوار گزار ہے - اس پر برلے ہی چلتے ہیں - یوگ کا راستہ لمبا ہے - مگر گیان سے زیادہ آسان اور دلچسپ ہے - جسے جون سے رستے پر چلنے کی قابلیت ہے اسی کو اختیار کرے وہی اس کے واسطے بہتر رستہ ہے - سانکھیہ اور یوگ کی ایکتا کے بارے میں بھگوان کہتے ہیں +

ہے عقل مصدّق و سلیم اس جا ایک — اے ارجن بات تجھ سے کہتا ہوں نیک
بیجا اور ہیچ پیچ ہوتی ہیں و لیک — تصدیق نہ کی جنہوں نے ان کی رائیں

۱ - ۲ - ش - ۱۸

"اس جا" کے معنے ہیں سلک عقل و عرفان یا گیان پر چلنے میں - اور سلک ریاضت یعنی یوگ پر چلنے میں - ذیل کے شلوک بالکل صاف ہیں +

جو سانکھیہ کو اور یوگ کو سمجھے ہیں جدا — ناداں بچے ہیں وہ نہیں ہیں دانا
اچھی طرح گر ایک بھی انسان کرے — دونوں ہی کا پھل اُسے ہے بس مل جاتا

درجہ جو اہل سانکھیہ پا جاتے ہیں — اُس پر ہی اہل یوگ بھی آ جاتے ہیں

جاتا ہے جنہوں نے سانکھیہ اور یوگ کو ایک   وہ ہی اہل نظر بھی کہلاتے ہیں

ا - ۵ - ش - ۴ - ۵

گیان کو گیتا میں سنیاس کے نام سے بھی تعبیر کیا ہے - اور اسکی وجہ یہ ہے - کہ گیان میں کچھ کرنا دھرنا نہیں ہے - اور گیانی ہر قسم کے کرم سے نشانت ہو جاتا ہے - یوگ کو بھگوان چت برتی نرودھ نہیں کہتے بلکہ سمتا یا یکسانیت کا نام دیتے ہیں - اور ابتدا ہی سے یہ بہتر حنفی بتاتے ہیں - کہ یوگی ضبط نفس کر کے اس درجے پر آپہنچے کہ کام کرے اور نتیجے پر دھیان نہ دے - فرض کو محض فرض سمجھ کر ادا کرے - بے تعلق رہے - سُکھ دُکھ - کامیابی - ناکامی وغیرہ کو ایک نظر بے تعلقی سے دیکھے - یہ بات اس بات سے آسان ہے - کہ آدمی ہر ایک کام کا سنیاس یعنی ترک اس نظر سے کر دے - کہ اعمال تمام و کمال ہیچ ہیں - زیادہ آسان راستہ ترک کا یہ ہے - کہ اوّل اعمال نہ چھوڑے جائیں - بلکہ ثمرۂ فعل میں جو لالچ یا رغبت ہے اسے ترک کیا جائے - اس طرح یوگ گیان کے واسطے زینے کا کام دے گا - یہ مضمون گیتا میں بار بار آتا ہے - بھگوان کہتے ہیں :-

لیکن ہے سنیاس امر مشکل   گر یوگ کی امداد نہیں ہے شامل
ہاں یوگ میں جو لگے رہا کرتے ہیں   وہ برہم میں ہو جاتے ہیں جلدی واصل

دل جس کا ہے صاف یوگ کے کرنے سے   من جیت لیا حواس جس نے جیتے
اس کی ہے ذات جزو اور کل کی ذات   کرتے ہوئے کرم کچھ نہیں لوٹ اسے

ا - ۵ - ش ۷ - ۸

جو ثمرۂ فعل کا تعلق چھوڑے   ہاں کار کردنی کرے بھی سارے

وہ سنیاسی ہے اور یوگی نہ کہ وہ　　جو چھوڑے اگنی ہوتر یا کچھ نہ کرے

سنیاس ہے جس چیز کا اے ارجن نام　　یوگ اس کو ہی تو جان کیسے اسمیں کلام
جس نے چھوڑی نہ کرم پھل کی خواہش　　یوگی کب ہو سکا وہ اے نیک انجام

ا - ۶ - ش - ا - ۲

اسی طرح دوسرے ادھیاے کے اخیر میں سمجھت پرگیہ یعنی بیدین ہوکش کے درجہ پر پہنچنے کے واسطے یہ کہا گیا ہے - کہ یوگ کی امداد سے آدمی جلد تر قائم العقل ہو جاتا ہے +

جس شخص کے لذّات پہ جائیں تو حواس　　پر آنسے نہ پاے رغبت و نفرت پاس
ہے نفس کش اور حواس پر قادر وہ　　پاتا ہے صفاے قلب بیخوف و ہراس

پاتے ہی صفاے قلب یہ ہے دستور　　سب دکھ اور درد ہوتا ہے دل سے دور
دل جس کا ہو گیا مصفّا وہ شخص　　ہو جاتا ہے جلد قائم العقل ضرور

یکسو نہیں دل جس کا اُسے عقل نہیں　　یکسو نہیں دل تو دھیان کا کب ہو یقیں
جب دھیان نہیں تو شانتی کیونکر ہو　　اور جو نہیں شانت اسکو سکھ بھی ہے کہیں

ا - ۲ - ش - ۶۶ - ۶۶

یہی وجہ ہے کہ بھگوان یوگ کی جگہ جگہ تعریف کرکے ادھکاری کو ہدایت کرتے ہیں - کہ وہ یوگ کرے اور ضرور بالضرور کرے - چنانچہ فرماتے ہیں +

ارجن ہے تپسوی سے یوگی بڑھکر　　گیانی سے بھی مرتبہ ہے اس کا برتر
جو کرتے ہیں کرم اُن سے بھی اعلےٰ ہے　　یوگی تو بھی ہو آکے اے پاک گہر

جس شخص کا جان و دل سے مجھ میں ہے قیام   جو صدق عقیدت سے بھجے مجھکو مدام
سب یوگیوں میں وہ افضل و اعلےٰ ہے   یہ میری رائے ہے سُن اسے نیک انجام

ا-۶-ش-۴۶-۴۷

پہلے شلوک میں گیانی سے مراد صرف کتابیں پڑھنے والے واچک گیانی سے ہے۔ دوسرا شلوک غور کے قابل ہے۔ یوگ میں بھگوان کی تعلیم کا جزو اعلےٰ یہی ہے۔ کہ صرف ضبط نفس یوگ نہیں ہے۔ بلکہ یوگی جان و دل سے مجھ میں محو ہو جائے۔ مجھے سب میں دیکھے اور سب کو مجھ میں دیکھے۔ یا اپنے آپ کو سب میں دیکھے اور سب کو اپنے آپ میں دیکھے۔ اس یوگ میں اور گیان میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے۔ یہ صاف ادویت کی تعلیم ہے۔ جو جیو کو برہم بتاتی ہے۔ اور بتاتی کیا بنا دیتی ہے۔ گیتا میں اس کا ایک جگہ نہیں کئی جگہ ذکر آتا ہے ٭

یوں یوگ میں محو آتما ہو وے جب   رہتی ہے ایک ہی نظر روز و شب
سب میں نظر آتی ہے اُسے اپنی ذات   اور اپنی ذات میں نظر آتے ہیں سب

جو مجھ کو دیکھتا ہے سب میں یکساں   اور سب کو دیکھتا ہے مجھ میں ہی عیاں
وہ مجھ سے جدا ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا   میں اس سے جُدا ہوں۔ یہ نہیں ہے امکاں

ارجن جو سب میں بس مجھی کو دیکھے   اور وحدت کی نظر سے مجھ کو پوجے
ایسا یوگی جہاں کہیں رہتا ہے   رہتا ہُوا مجھ میں ہی سمجھ لیں تو اُسے

ہر ایک کو ہر ایک جگہ سر تا پا   جس نے اپنی طرح برابر دیکھا

کچھ اس سے غرض نہیں کہ سُکھ ہو یا دکھ   رتبہ ہے اُسی کا یوگیوں میں اعلےٰ!

ا۔ ش۔ ۶-۲۶-۳۲

بھگوان کا یوگ یکساں نظری کی تعلیم سے شروع ہوتا ہے۔ اور یکساں نظری ہی کی معراج بلند پر ختم ہوتا ہے۔ ابتدا یہ ہے۔ کہ فرض کو فرض سمجھ کر ادا کرو۔ نتیجے کا لالچ بیچ میں داخل نہ ہو۔ کامیابی یا ناکامی کا خیال طبیعت میں نہ آنے پائے۔ اُس نظر سے جو شخص کام کرے گا۔ وہ ظاہر ہے نہ کسی کی خوشامد کرے گا نہ کسی سے ڈرے گا۔ اپنے نفس پر بھی قادر ہوگا۔ اور اوروں کو بھی ایک نظر دیکھنا شروع کرے گا۔ رفتہ رفتہ اس کا درجہ یہ ہو جائیگا کہ اس کی نظر میں ”یکساں ہے ایک اور یکساں ہیں سبھی“۔ اس مضمون کے متعلق جو شلوک ہیں۔ وہ بھی بڑے پُر زور ہیں۔ میں سب ذیل میں نقل کرتا ہوں:-

اعمال میں جب پھنسے نہ انسان کا دل   اور وہ نہ ہو لذات کی جانب مائل
اُٹھ جائے خیال ثمرۂ فعل تمام   یہ یوگ آرُوڑھ کی ہے آخر منزل

انسان کرے آتما سے تحصیل کمال   اور یہ نہیں آتما کو ہو وے زوال
دشمن بھی آتما کا خود آتما ہے   اور دوست بھی خود ہی ہے یہ اسکا خیال

جو آتما سے آتما کو جیت سکا   اُس آتما کا آتما ہے یار سدا
جو جیت سکا نہ آتما کو ہرگز   ہوتا ہے آتما ہی دشمن اُس کا

جس نے جیتا ہے آتما۔ شانت ہے جو   یکسو پرماتما کا خود روپ ہے وہ
گرمی سردی ہو یا کہ ہو سُکھ یا دُکھ   عزت ملجائے یا کہ ذلت اس کو

علم و اشراق سے ہے جس کو تسکیں — ہے نفس کش۔ اور جس کو ہل چل ہی نہیں
یکساں ہے خاک سنگ اور زر جس کو — یوگی کہتے اسی کو ہیں اہل یقیں

وہ اس سے بھی برتر ہے نظر میں جس کی — یکساں ہے ایک اور یکساں ہیں سبھی
نیک و بد خیر خواہ و یار و اعدا — بے مطلب و ثالث و حسود اور بھائی

ا - ۱ - ش - ۸ - ۹

یہاں پہلے شلوک میں یوگ آرُوڑھ کی معراج اعلےٰ بیان ہوئی ہے۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے شلوکوں میں آتما کا لفظ خاص معنوں میں استعمال ہوا ہے جو سنسکرت شاعری کے لحاظ سے اپنی گمک دیتا ہوا بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اُپنشدوں کے پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ آتما کا اطلاق جسم۔ من۔ بدھی روح سب پر ہوا کرتا ہے۔ دوسرے شلوک کے یہ معنے ہیں۔ کہ آدمی آتما یعنی وویکی من سے اپنا اُدّھار کرے۔ یہ نہیں کہ روسے زوال دیکھے۔ وویکی من ہی اپنا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ جس نے اپنے آپ اپنا آتما یعنی کاریہ کارن سنگھات جس میں ستھول اور سوکشم شریر دونوں شامل ہیں جیت لیا اس کا وویکی من دوست ہے۔ اور جو نہیں جیت سکا اُس کا وویکی من دشمن ہے۔ دوست اس نظر سے کہ وہ شخص برابر ترقی کرتا چلا جائے گا۔ اور دشمن اس نظر سے کہ وہ من نفس امّارہ بن کر اس کو گراتا چلا جائے گا۔ اب چوتھے شلوک کے معنی صاف ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں ‪:‬‬

یوگ کا آیڈیل یہ ہے جو بھگوان بتاتے ہیں۔ آدمی نفس ضبط کرے لیکن ہٹھ یوگ سے نہیں بلکہ بھگوان کے دھیان میں محو ہو کر بے تعلق ہو کر کرم کرنے سے یکساں نظری پیدا کرے۔ بھگوان کے دھیان سے سب کو بھگوان

میں یا بھگوان کو سب میں دیکھے۔ اسی طرح اپنے آپ کو سب میں اور سب کو اپنے آپ میں دیکھے۔ اسی طرح من کی سب چنچلتا جب دور ہو جاتی ہے تو اُسے برہمانند کا بھان ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی ذات کو برہم روپ کر کے دیکھتا ہے۔ کوٹھڑی میں بند ہو کر افیونیوں کے نشے کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ کھلی سمادھی کی تعلیم ہے۔ کہ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے۔ غرضیکہ کسی حالت میں ہو۔ اس کی برہم درشٹی رہتی ہے۔ سروآتم درشٹی رہتی ہے۔ یہ وہی بھاو ہے جو گیانی کا ہوتا ہے۔ یہ ہے سانکھیہ اور یوگ کی ایکتا۔

چھٹی فصل۔ یوگی کی گتی

یوگ کے بارے میں گیتا کی جو تعلیم ہے۔ اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا۔ دو دلچسپ سوال اور باقی رہتے ہیں۔ جن کی مختصر بحث دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ایک ان میں یوگ دھارنا سے پرانوں کا چھوڑنا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ جو یوگی ابھی کچا ہے۔ اور اس کے یوگ کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا گتی ہوتی ہے۔

یوگ سے پرانوں کے تیاگ کا ذکر پورانوں میں اکثر جگہ آتا ہے۔ کہ فلاں شخص نے یوگ دھارنا سے پران چھوڑ دیئے اور پرم پد کو پہنچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دھرم بھومی یعنی ہندوستان میں یوگ کا یہ عمل رائج تھا اور مرنے سے پہلے یوگ کے عامل اس پر عمل کر کے اونچے لوک حاصل کرتے تھے۔ یا موکش پد کو پہنچتے تھے۔ اس کلجگ کے زمانے میں یوگ کے کرنے والے اوّل تو بہت

کھوڑے نظر آتے ہیں۔ اور جو ہیں وہ لوگ اِکاّ دُکاّ کہیں چھپے چھپائے بیٹھے ہیں۔ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے ÷

پورانوں کی کتھاؤں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یوگی لوگ یوگ دھارنا سے پران تیاگ کا عمل جنگل کی آشرموں یا پہاڑوں کی گپھاؤں میں ہی نہیں کرتے تھے۔ ایسا کرتے تو کسی کو معلوم ہی نہ ہوتا۔ بلکہ بڑی بڑی سبھاؤں اور یگیوں کے موقعوں پر بھی کرتے تھے۔ جہاں ہزاروں آدمی موجود ہوتے تھے۔ ممکن ہے کہ اب بھی اس عمل کے جاننے والے ہوں۔ کیونکہ کوئی علم دنیا سے کبھی بالکل حکت نہیں ہوا کرتا۔ میرے ایک محترم دوست جو خود بڑی کمائی والے یوگی تھے۔ اپنے گورو کا ذکر سناتے تھے۔ کہ انہوں نے بچشم خود سادھوؤں کے مجمع میں ایک شخص کو اسی عمل سے پران چھوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار کچھ سادھو سنت اکٹھے تھے۔ اور روز ست سنگ میں کتھا یارتا ہوا کرتی تھی۔ ان میں ایک عمر رسیدہ سادھو بھی تھے۔ ایک روز انہوں نے ہم سب سے کہا۔ کہ ہماری عمر ختم ہونے آئی۔ اور شریر چھوٹا چاہتا ہے ہمیں ایک پرانا عمل آتا ہے۔ اس سے پران چھوڑیں گے۔ تم سب بھی بغور دیکھنا ایک روز وہ آسن پر بیٹھے۔ دھیان جمایا۔ پران اوپر کھینچے۔ اور نسچل ہو گئے تھوڑی دیر میں اُن کے سر میں سے تڑاتے کی آواز ہوئی اور وہ مر گئے۔ دیکھا تو کھوپری میں شگاف تھا۔ اسی راہ سے اُنہوں نے پران چھوڑے تھے۔ چونکہ ایک رائج عمل تھا۔ بھگوان بھی گیتا میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔ شلوک یہ ہیں ÷

مرتے دم مجھ کو یاد کرتا ہے جو اور چھوڑتا ہے کالبد خاکی کو

مجھ کو ہی پہنچتا ہے وہ اے ارجن سُن یہ جادہ نہیں کہ دخل یاں شک کا ہو

یا ہوتے وقت قید تن سے آزاد
جو حالت یاد کرتا ہے آدم زاد

وہ جا کے پہنچتا ہے اُسی حالت کو
از بسکہ بھری دل میں اُسی کی ہے یاد

اس واسطے ہر وقت تو رکھو دھیان مرا
اور اُٹھ لڑنے کے واسطے ڈر کس کا

من مجھ میں لگا مجھ میں لگا بُدّھی کو
بے شک ارجن مجھے ہی تو پہنچیگا

ایسے دل سے کہ مشق اُسے یوگ کی ہو
پاس اور خیال کو بھٹکنے نہ دے جو

نوری پرماتما کو جو یاد کرے
وہ شخص پہنچ جاتا ہے پرماتما کو

یا اس کی کرے جو جزو کل کا ہے علیم
چھوٹے سے چھوٹا اور قادر و قدیم

بیروں از عقل و حافظ موجودات
تاباں جوں مہر۔ دور ظلمت سے مقیم

مرنے کے وقت مستقل دل کرکے
بھکتی سے اور یوگ کی طاقت سے

لا ڈالے بھووں کے بیچ میں جو کہ پران
نوری پرماتما کو بس وہ پائے

جس کو کہتے ہیں وید داں لا ثانی
ہو کر بے لوث جس میں وہ داخل ہیں یتی

جس کے لئے سب ہیں برہم چاری بنتے
پد مختصراً تجھے بتا دوں وہ ابھی

در ہائے حواس آدمی بند کرے
من روکے دل میں بند کرکے اپنے

پھر سوئے دماغ وہ پرانوں کو چڑھائے
اور یوگ کی دھارنا کو قائم کرکے

ایک اکشر برہم - اوم یعنی - وہ کہے　　اور میرا دھیان صدق نیت سے کرے
جو اس طرح سے جسم چھوڑتا ہے جو شخص　　پاتا ہے پرم گتی تجھے یاد رہے

جو سمجھتا ہے صدق دل سے مجھکو ہی سدا　　جاتا نہیں اور کی طرف من جس کا
جو مجھ میں لگا رہتا ہے اس یوگی کو　　ملنا مرا آسان ہے کرشنک نہ ذرا

جو پاس مرے مہاتما آتے ہیں　　پھر جنم دوبارہ وہ نہیں پاتے ہیں
ہیں جنم کے ہر کاب دکھ اور فنا　　وہ اوج کمال پر پہنچ جاتے ہیں

ا-۸-ش-۵-۱۵

اس طرح یوگ دھارنا سے پران چھوڑنا اعلےٰ درجے کے یوگیوں ہی کا حصّہ نہیں ہو سکتا - پرم کرپال اور دیال بھگوان ان یوگیوں کے بہانے سے سب کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ میرا دھیان ہر وقت کرتے رہو - اس سے مجھے ہی پہنچ جاؤگے - موت کی کیا خبر ہے کس وقت آن گھیرے ؎

نارائن ہری بھجن میں تو مت دیر لگائے
کیا جانے اس دیر میں سانس رہے کیا جائے

ہندوؤں میں دستور ہے - کہ جب بیمار کے بچنے کی آس نہیں رہتی اُسے گیان کتھا سناتے ہیں - اُس کے پاس بیٹھے سب بھگوان کے نام کا کیرتن کرتے ہیں - اس کی بڑی غرض یہی ہے - کہ وہ بھگوان کا دھیان کرتا ہوا پران چھوڑے ؎

دوسرا سوال یہ ہے - کہ ارجن بھگوان سے اس یوگی کی بابت سوال کرتا ہے - کہ جس کا یوگ ابھی کمال کو نہیں پہنچا اور وہ کچا ہی ہے - کہ قضا نے

آگھیر!۔ اس غریب کا کیا حال ہوتا ہے۔ ارجن کا سوال نہایت ہی شاعرانہ پیرائے میں پوچھا گیا ہے۔ چنانچہ میں وہ سوال بھی بجنسہ نقل کرتا ہوں اور بھگوان کا جواب بھی ؛

ارجن بولا

جس کا کہ عقیدہ تو بہت ہے اچھا ۔۔۔ پر یوگ سے من ہٹ گیا۔ کچا وہ رہا
اور یوگ کی تکمیل نہ ہونے پائی ۔۔۔ کیا ہوتا ہے حال کرشن اس یوگی کا

کیا ہو کر وہ منتشر وہ بادل جیسا ۔۔۔ رہتا ہے ادھر کا نہ اُدھر کا اصلا
ملتی ہی نہیں پناہ اور جائے قیام ۔۔۔ اور برہم کی راہ میں بھٹکتا پھرتا

اس شک کو مہاراج میرے کیجئے دور ۔۔۔ اس طرح کہ بوتک نہ رہے۔ ہو کافور
دور ایسے شک کو۔ راست میں کہتا ہوں ۔۔۔ کر سکتا ہے آپ کے سوا کون حضور

شری بھگوان بولے

سُن ارجن غور سے میں کرتا ہوں بیاں ۔۔۔ ایسے یوگی کی ہے فنا یاں نہ وہاں
جو شخص بھلے کام میں مصروف ہوا ۔۔۔ اس کی دُرگت کا ہو سکے کب امکاں

نیکوں کے لوک اسکو ملتے ہیں سدا ۔۔۔ برسوں لیتا وہاں ہے بھوگوں کا مزا

پھر یا کوں یا کہ اہل دولت کے گھر — ہے یوگ بھرشٹ آکے پیدا ہوتا

یا ہوتا ہے یوگیوں کے گھر میں پیدا — جو اہل خرد ہوں صاحب فہم و ذکا
لیکن دِقّت طلب ہے اور مشکل ہے — دنیا میں جنم آدمی کا ایسا

وہ پہلے جنم کی مشق اب یاں آکے — یاد آجاتی ہے جو کہ حاصل تھی اُسے
اور اب پھر ہے وہ سعی وکوشش کرتا — تکمیل کے درجے پہ پہنچنے کے لئے

لے اُڑتی ہے وہ مشق اسے اب پہلی — اور بے بس ہوکے کرتا ہے یوگ وہی
ویدوں کے عالم اور عامل سے بہت — بڑھکر ارجن ہے یوگ کا طالب بھی

سعئے پیہم میں ہو کے ساعی یوگی — سارے پاپوں کی اپنی کرکے شُدّھی
حاصل کرکے بہت سے جنموں میں کمال — پاتا ہے وہ مُکتی پرم ہے جو گتی

ا۔ ۶۔ ش ۳۷-۴۵

بھگوان کا جواب آواگون کے مسئلے پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ اور اس سے یہ سِرّ خفی بھی حل ہوتا ہے۔ کہ بعض آدمی طبعاً دھرماتما کیوں ہوتے ہیں۔ ناظرین میں سے ہر ایک کے تجربے میں آیا ہوگا۔ کہ بعض شخص بچپن یا جوانی کے آغاز سے ہی گیان۔ یوگ یا بھکتی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ معمولی دنیاداروں کی طرح رہتے سہتے ہیں۔ اور اُن میں اور اور آدمیوں میں کسی طرح کا فرق نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک معمولی واقعہ جس سے عوام الناس ذرا بھی متاثر نہیں ہوسکتے۔ ان کے

دل میں آگ لگا دیتا ہے۔ اور وہ جان و دل سے گیان۔ یوگ یا بھگتی وغیرہ کی طرف صرف مائل ہی نہیں ہو جاتے۔ بلکہ قلیل تر عرصے میں اس جانب کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ یوگ بھرشٹ ہیں۔ پہلی تحصیلات کا یہ نتیجہ ہے کہ اس جنم میں آ کر ایسی ترقی کر لیتے ہیں؎

سوامی رام کرشن پرم ہنس۔ سوامی وویکانند۔ سوامی رام تیرتھ ہماری یاد میں وہ شخصیتیں گزری ہیں۔ جو پہلے جنم میں یوگ بھرشٹ ہوں گے۔ اور اس جنم میں آ کر ترقی کے بام بلند پر چڑھے ہیں۔ ان سب کا دیہانت ہو چکا ہے راقم الحروف کی کئی پہلے جنم کے یوگ بھرشٹوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض گوشہ نشین سادھو تھے۔ اور بعض گوشہ نشین گرہستی۔ جو گمنامی میں بسر کرتے تھے۔ اور ان سے کوئی واقف نہ تھا؎

ساتویں فصل دیویان اور پتری یان

یوگ بھرشٹ کی جو گتی بیان ہوئی۔ اس میں اور معمولی آدمیوں کی گتی میں اتنا فرق ہے۔ کہ یوگ بھرشٹ مدت مدید تک اونچے لوکوں کے بھوگ بھوگتا ہے۔ اور اس دنیا میں آ کر اور اونچے گھرانوں میں جنم لے کر پہلے سنسکاروں کی وجہ سے ترقی کا راستہ پھر لیتا ہے۔ معمولی آدمی نہ اونچے لوکوں میں پہنچتے ہیں نہ دوبارہ جنم لیتے ہیں۔ نہ انہیں روحانی ترقی کے یہ اسباب میسر ہو سکتے ہیں۔ یہ آواگون کا رستہ ہے۔ اور اسے پتری یان کہتے ہیں۔ دوسرا رستہ دیویان کہلاتا ہے۔ جس میں آدمی مکت ہونے تک اونچے لوکوں

میں رہتا اور وہیں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔ یہ کرم موکش یعنی نجات تدریجی کہلاتی ہے۔ اور اس میں کلپ بھر آدمی کو اونچے لوکوں میں رہنا اور کام کرنا پڑتا ہے۔ پتری یان راہ بازگشتی ہے۔ دیویان سے بازگشت نہیں ہے۔ دونوں راستوں کا گیتا میں ذکر ہے۔ بھگوان کہتے ہیں :-

اس وقت کا بھی حال سناؤں میں تجھے   جب یوگی مر کے ہیں یہاں سے جاتے
بعضے آجاتے ہیں یہیں واپس پھر کر   اور ان میں سے واپس نہیں آتے بعضے

آتش نور اور روز روشن دلخواہ   اُجیالا پاکھ۔ اتراین چھ ماہ
یاں جاتے ہیں برہم کو ہی مرنے والے   اور برہم کو جو جائیں یہ اُنکی ہے راہ

دود اور شب اور پاکھ اندھیرا یہ سب   شش ماہی وہ کہ دکشناین ہو جب
یاں پاکر نور ماہتابی یوگی   دنیا میں پھر آجاتے ہیں بارنج و تعب

راہیں دونوں یہ نوری و ظلمانی   آنے جانے کی ہیں ازل سے مانی
انہیں سے ہے ایک واپس آنے کی راہ   اور ایک نہیں ہے۔ خوب ہیں پہچانی

یوں راہوں کو جانتے ہیں یوگی جو جو   دھوکا ہوتا نہیں ہے ہرگز اُن کو
اے ارجن تو اسی سبب سے ہر وقت   مصروف دل و جان سے بس یوگ میں ہو

کیا ویدمیں کیا یگیہ میں کیا تپ میں یاں   کیا دان میں۔ کرم پھل کا جتنا ہے بیاں

یوگی سب جان کر گزر جاتا ہے   اعلےٰ۔ ازلی مقام پاتا ہے جہاں

۱۔ ۸۔ منش۔ ۲۳۔ ۲۸

دیویان اور پتری یان کی تشریح چھاندوگیہ اُپنشد میں اس مقام پر آئی ہے۔ جہاں پنچ اگنی ودیا کا بیان ہے۔ میں نے یہ بیان "چہل درویش" میں مفصل دیا ہے۔ اُسی کتاب سے اُپنشد کا ترجمہ اور اس کی مختصر تشریح یہاں لکھتا ہوں +

"اُرن رشی کا پوتا شویت کیتو پانچالوں کی سبھا میں آیا۔ یہاں پرواہن جیوِلی نے اس سے پوچھا۔ لڑکے۔ کیا تو اپنے باپ سے اُپدیش پا چکا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں مہاراج۔ پھر پوچھا۔ کیا تو جانتا ہے۔ مر کر آدمی یہاں سے کہاں جاتا ہے؟ نہیں مہاراج۔ بھلا یہ جانتا ہے۔ کہ وہ کس طرح واپس پھرتا ہے؟ نہیں مہاراج۔ کیا یہ جانتا ہے؟ کہ دیویان اور پتری یان یعنی دیوتاؤں اور پتروں کے راستے کہاں الگ الگ ہوتے ہیں؟ نہیں مہاراج۔ کیا یہ جانتا ہے؟ کہ وہ لوک یعنی عالم عقبےٰ بھر کیوں نہیں جاتا۔ نہیں مہاراج۔ کیا یہ جانتا ہے؟ کہ پانچویں آہتی میں جل پرش کیونکر کہلانے لگتے ہیں؟ نہیں مہاراج۔ پھر تو نے کس طرح کہدیا۔ کہ اُپدیش پا چکا ہوں۔ جو شخص ان باتوں کو نہیں جانتا۔ وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں اُپدیش پا چکا ہوں: شویت کیتو دل میں غمزدہ ہو کر اپنے باپ گوتم کے پاس آیا۔ اور بولا۔ مہاراج پورا اُپدیش دینے کے بغیر آپ نے مجھ سے کیسے کہدیا؟ کہ تو اُپدیش پا چکا ہے۔ پانچ سوال مجھ سے کہلانے والے کشتری نے کئے۔ جن کا جواب میں نہیں دے سکا۔ گوتم نے کہا۔ جو سوال تو نے مجھے سنائے ان میں سے ایک کا بھی جواب مجھے خود نہیں آتا۔ اگر آتا ہوتا تو تجھے کیوں نہ بتاتا +

گوتم راجہ کے پاس گیا۔ اور اُسے آیا ہوا دیکھ کر راجہ نے تکریم کی۔ صبح گوتم راجہ کی سبھا میں حاضر ہوا۔ راجہ نے کہا۔ بھگوان گوتم انسانی دولت و ثروت کے متعلق کچھ بر مانگو۔ گوتم نے کہا۔ راجہ دولت آپ کو ہی مبارک رہے۔ مجھے تو وہی بات بتاؤ جو میرے لڑکے سے پوچھی تھی۔ یہ سُنکر راجہ گھبرایا۔ لیکن گوتم کو کچھ عرصے پاس ٹھیرنے کا حکم دیا۔ ایک روز کہا۔ گوتم جو بات تم نے مجھ سے پوچھی ہے۔ تم سے پہلی وہ بدیا برہمنوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے تمام عالم میں یہ کشتریوں کا حصّہ تھی۔ لو سنو۔ میں کہتا ہوں ÷

اے گوتم! وہ لوک یعنی عالم عقبےٰ اگنی ہے۔ سورج اس کا ایندھن ہے۔ کرنیں دُھواں ہیں۔ دن شعلہ ہے۔ چاند انگارا ہے۔ تارے چنگاریاں ہیں۔ اس اگنی میں دیوتا شردھا کی آہتی دیتے ہیں۔ اور اس آہتی سے سوم راجہ پیدا ہوتا ہے ÷

اے گوتم! بادل اگنی ہے۔ ہوا اس کا ایندھن ہے۔ بھاپ دُھواں ہے۔ بجلی شعلہ ہے۔ بجز انگارا ہے۔ کڑک چنگاریاں ہیں۔ اس اگنی میں دیوتا سوم راجہ کی آہتی دیتے ہیں۔ اس آہتی سے بارش ہوتی ہے ÷

اے گوتم! پرتھوی اگنی ہے۔ سال اس کا ایندھن ہے۔ آکاش دُھواں ہے۔ رات شعلہ ہے۔ دشائیں انگارے ہیں۔ دشاؤں کے کونے چنگاریاں ہیں۔ اس اگنی میں دیوتا بارش کی آہتی دیتے ہیں۔ اس آہتی سے اناج پیدا ہوتا ہے ÷

اے گوتم! مرد اگنی ہے۔ بانی اس کا ایندھن ہے۔ پران دُھواں

ہے - زبان شعلہ ہے - آنکھیں انگارے ہیں - کان چنگاریاں ہیں - اس اگنی میں دیوتا اناج کی آہتی دیتے ہیں - اس آہتی سے ویریہ پیدا ہوتا ہے ॥

اے گوتم ! استری اگنی ہے - اس اگنی میں دیوتا ویریہ کی آہتی دیتے ہیں - اس آہتی سے گربھ پیدا ہوتا ہے - اس طرح پانچویں آہتی میں جل پرش کہلانے لگتا ہے - بچّہ حمل میں جھلّی سے لپٹا ہوا بیش وکم نو یا دس ماہ پیٹ کے اندر رہکر پیدا ہوتا ہے - پیدا ہوکر جب تک زندگی ہے - جیتا رہتا ہے - جب مرجاتا ہے تو وید کے حکم کے مطابق اس اگنی میں جلانے کے واسطے لے جاتے ہیں - جہاں سے وہ آیا تھا اور پیدا ہوا تھا ॥

جو لوگ اس پنچ اگنی ودّیا کو جانتے ہیں اور جو بنوں میں شردّھا اور تپ کی اُپاسنا کرتے ہیں - وہ شعلے کی طرف جاتے ہیں - شعلے سے دن کو - دن سے اُجیلے پندرھواڑے کو - اُجیلے پندرھواڑے سے چھ اُترائن مہینوں کو مہینوں سے سال کو - سال سے سورج کو - سورج سے چاند کو - چاند سے بجلی کو - وہاں ایک پرش ملتا ہے - جو انسان نہیں ہے - اور وہ انہیں برہم کو پہنچا دیتا ہے یہ دیویان یعنی دیوتاؤں کا رستہ ہے ॥

جو لوگ آبادیوں میں یگیہ کرتے ہیں اور دان دیتے ہیں - وہ دھوئیں کی طرف جاتے ہیں - دھوئیں سے رات کو - رات سے اندھیرے پندرھواڑے کو - اندھیرے پندرھواڑے سے چھ دکشنائن مہینوں کو - سال کو نہیں پہنچتے - مہینوں سے پتری لوک کو - پتری لوک سے آکاش کو - آکاش سے چاند کو - یہ سوم راجا ہے - دیوتاؤں کا اناج ہے - دیوتا

اسے کھاتے ہیں۔ گرنے کے وقت تک یہاں رہتے ہیں۔ پھر اسی راہ سے واپس آتے ہیں۔ پہلے آکاش کو۔ آکاش سے وایو کو۔ وایو بنکر دھواں بنتے ہیں۔ دھواں بنکر بھاپ بنتے ہیں۔ بھاپ بنکر بادل بنتے ہیں۔ بادل ہو کر برستے ہیں۔ اور دھان۔ جو۔ اوشدھی۔ بنستی۔ تل۔ اڑد ہو کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں سے نکلنا مشکل ہے۔ جو جو اناج کھاتا ہے۔ اور ویریہ بناتا ہے وہ اسی شکل کا ہو جاتا ہے ٭

جن کا چال چلن یہاں اچھا رہا ہے۔ وہ جلد تر اچھا جنم پاتے ہیں۔ مثلاً برہمن۔ کشتری یا ویش کا جنم۔ لیکن جن کا چال چلن خراب رہا ہے۔ وہ نیچ جون میں پڑتے ہیں۔ مثلاً کُتے۔ سؤر یا چنڈال کی جون میں۔ جو ان دونوں راستوں میں سے کسی پر بھی نہیں چلتے وہ چھوٹی جونوں میں بار بار جنم لیتے اور مرتے ہیں۔ یہ تیسرا مقام ہے۔ اس وجہ سے وہ لوک یعنی عالم عقبےٰ بھرنے نہیں پاتا" ٭

یہ ایک واقعی امر ہے۔ جسے شاعرانہ خیال میں ادا کیا گیا ہے۔ اور وہ خیال پیدا اسی طرح ہوا ہے۔ مُردے کو آگ میں جلایا جاتا ہے۔ تو جسم کا کچھ حصّہ راکھ کا ڈھیر ہو جاتا ہے۔ کچھ دھوئیں کی صورت میں بدل جاتا ہے اور کچھ شعلے کی۔ گویا آدمی مرنے کے بعد کے تین رستے بتاتا ہے۔ جو بہت جڑھیں یعنی دنیا میں بہت پھنسے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے کچھ بھی روحانی ترقی نہیں کی ہے۔ وہ اونچے نہیں اُٹھتے یعنی اونچے لوکوں میں نہیں پہنچتے۔ بلکہ یہیں رہتے ہیں۔ اور انہیں فوراً دوسرا جنم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہیں شرتی بھگوتی کہتی ہے "پیدا ہو اور مر"۔ جو کچھ ترقی یافتہ ہیں وہ دھوئیں کی طرح اوپر اُٹھتے تو ہیں۔ لیکن پھر زمین ہی کی طرف رجوع

کرتے ہیں۔ یعنی کچھ عرصے اونچے لوکوں میں رہکر پھر زمین پر آکر جنم لیتے ہیں۔
جو زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ ان کا رُخ شعلے کی طرح ہمیشہ اوپر کی طرف ہے۔
وہ پستی کی طرف رجوع نہیں کرتے ؛

ان میں سے پہلی قسم کے لوگوں کی بابت کچھ لکھنا ضروری نہیں ہے۔
دوسری قسم کے لوگوں کا راستہ چونکہ دھوئیں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے
آگے کی منازل بھی تمام تاریک یا کم روشن بتائی گئی ہیں۔ مثلاً رات۔ اندھیرا
پکش۔ چھ دکشناین مہینے۔ یہ لوگ سمبتسر یا سال کو نہیں پہنچنے پاتے۔ بلکہ
پتری لوک سے آکاش اور آکاش سے چندر لوک میں پہنچتے ہیں۔ اور بھوگ
ختم ہونے پر چندر لوک سے زمین پر واپس چلے آتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ
سمبتسر کے معنے اُپنشدوں میں کلپ کے لئے جاتے ہیں۔ گویا کلپ بھر
یہ لوگ اونچے لوکوں میں نہیں رہتے۔ بلکہ اوقات معینہ تک جنہیں رات
اندھیرے۔ پکش۔ اور چھ دکشناین مہینوں کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔
اندھیرے میں یا عالم غفلت میں رہکر پتری لوک میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں
ان کا مرنا گویا آکاش میں جانا ہے۔ جس کے بعد یہ چندر لوک یعنی سورگ میں
جاتے ہیں۔ اور دیوتاؤں کے اناج بنتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ
سورگ لوک میں بھیڑ بکریوں کی طرح دیوتا انہیں چر جاتے ہیں۔ اگر ایسا
ہو تو سخت اندھیر ہے۔ کہ آدمی دنیا میں نیک کام کرے اور سورگ میں
ان کا پھل یہ ملے۔ کہ دیوتا اسے نوش فرما لیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ جس طرح
اناج کھانے والے کا جزو بدن بن جاتا ہے۔ اور اُس میں اور کھانے والے
میں کسی طرح کا فرق نہیں رہتا۔ اسی طرح جب یہ لوگ سورگ میں پہنچتے
ہیں۔ تو ان میں اور دیوتاؤں میں کسی طرح کا فرق نہیں رہتا۔ سب

دیوتا روپ ہو جاتے ہیں ✤

یہاں بھوگ ختم ہونے پر ان کا مرنا پھر آکاش میں آنا ہے۔ اور وہاں سے زمین کی طرف رجوع کرنا۔ ظاہر ہے۔ کہ جیسے جس کے پرار بدھ کرم ہوں گے ویسی ہی جگہ آگر وہ جنم لیگا ✤

دوسرے راستے کو شعلے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی منازل روشن ہیں۔ یعنی ان میں آدمی کو غفلت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ برابر بیدار رہتا ہے۔ یہ پتری لوک میں نہیں جاتے۔ بلکہ سمبتسر یعنی سال کو پراپت ہوتے ہیں۔ گو یا کلپ بھر اونچے لوکوں میں رہتے ہیں جن کو سورج لوک۔ چندر لوک بجلی لوک کا نام دیا گیا ہے۔ یہ چندر لوک سورگ نہیں ہے۔ جس کا اوپر بیان ہوا۔ بلکہ سورگ کے کا زن اوستھا ہے۔ بجلی لوک میں انہیں کوئی مہاتما گیان دیتا ہے۔ اور "اہم برہم" بھاو کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس راستے جو لوگ جاتے ہیں۔ انہیں دنیا میں اعمال کے ثمر سے بھوگنے کے واسطے واپس آنا نہیں پڑتا۔ بلکہ اونچے لوکوں میں ادھکار یعنی مدارج مل جاتے ہیں۔ اور یہ اعلے طبقوں میں کلپ بھر کام کرتے رہتے ہیں۔ ضرورت کے وقت یہ مہان آتما لوگ نوع انسان کی رہبری اور فائدہ رسانی کی غرض سے اپنی دیا اور کرپالتا سے اوتار دھارن کر کے ہماری دنیا میں آیا کرتے ہیں۔ رسدھ۔ سنت۔ اوتار اور مہاتما جن کا ظہور وقتاً فوقتاً دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ انہیں پوتر آتماؤں میں سے ہیں۔ بعض ان میں سے جیون مکت ہوتے ہیں۔ بعض کے کچھ مرحلے باقی ہوتے ہیں۔ ہاں اُن کی موکش کلپ سے پہلے نہیں ہو سکتی ✤

ناظرین یوگی کی گتی بخوبی ذہن نشین کر لیں۔ ہماری دھرم بھومی ہندوستان میں اننت پنتھ

بنتھائی پھیلے ہوئے ہیں۔ جو خاص ابھیاسوں یعنی یوگ کی ریاضتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ پھر نئے پنتھ ہیں جو ولایتی مال کی طرح فرنگستان یا امریکہ سے یہاں آئے ہیں۔ مثلاً تھیوصوفی۔ علم الخیال وغیرہ ان کے معتقد زیادہ تر انگریزی خواں ہیں۔ یہ بھی خاص قسم ہی کے ابھیاس سکھاتے ہیں۔ جنکے کرنے سے ابھیاسی میں خاص خاص سدّھیاں اور شکتیاں پیدا ہونی بتائی جاتی ہیں۔ یہ دعوے جھوٹے نہیں. سچے ہیں۔ کیونکہ عالم عالم خیال ہے۔ جس غرض کو مدنظر رکھ کر آدمی ابھیاس کریگا۔ صدق عقیدت اور شردّھا اپنا رنگ دکھائیگی۔ اور جو سدّھی وہ چاہتا ہے ظہور میں آئیگی۔

یہ جیتے جی کا حال ہے۔ اب مرنیکے بعد کی کیفیت پر غور فرمائیے۔ اگر یہ ابھیاسی معمولی آدمی ہے تو ظاہر ہے کہ ہر کو بتری یان ہی پر چلیگا اور مدّت معیّنہ کے بعد آواگون کے چکّر میں چکراتا ہوا پھر اسی دنیا میں آجائیگا۔ اسکے برعکس اگر اپنے ابھیاس کے ذریعے سے اسنے زیادہ ترقی کر لی ہے۔ اور انتر کش لوک یا من کے لوک پر کانشس یا عالم ہو گیا ہے۔ تو مرنیکے بعد اونچے لوکوں میں رہیگا۔ اور وہاں کام کرنا پڑیگا لیکن اسے رہنا اور کام کرنا پڑیگا کلپ کے اخیر تک جو کروڑوں برسوں کا عرصہ ہوا۔

غرض یوگ ابھیاس جہاں محض یوگ ابھیاس کے طور پر کیا جاتا ہے اور گیان اسکے ساتھ شامل نہیں ہے۔ موکش کا رستہ نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے شری کرشن بھگوان نے گیتا شاستر میں یوگی کو محض تتووں کے بچار اور سدّھی شکتیوں کی تعلیم نہیں دی ہے۔ بلکہ یہ جان کر کہ یوگ کے عامل بھی کثیر تعداد میں ملتے ہیں۔ انہیں اس راستے پر ڈالا ہے جس سے وہ ایکتا تی کا گیان لابھ کرکے موکش کے ادھکاری بنیں۔ اور اسکے مدارج بیان کئے ہیں۔ کہ ایکانت میں بیٹھ کر دھیان لگانے کی عادت بہم پہنچائیں۔ دھیان بھگوان کا کریں نہ کہ تتووں کا یا کسی اندری لشے کا۔ اس دھیان کی معراج یہ ہو کہ بھگوان سروآتم روپ ہیں۔ کام بھی کریں مگر خودی چھوڑ کر اور ناکامی اور کامیابی میں یکساں رہ کر۔ اس یوگ میں اور گیان میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی درجے پر پہنچانے والے ہیں ۔

یوگ کا بیان ختم ہوا۔ یہ ایک قسم کا کرم ہی ہے۔ اب ہم عام کرم کے بارے میں گیتا کی تعلیم سے بحث شروع کرتے ہیں

اعمال نیک کر کہ اں اعمال نیک سے
یاں بھی ترا بھلا ہو وہاں بھی ترا بھلا

باب پنجم کرم یوگ

پہلی فصل۔ کرم کی ماہیت

میں نے راج یوگ علیحدہ باب میں دیا ہے اور کرم یوگ علیحدہ باب میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ گیتا میں یہ تخصیص اور تمیز نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ پہلے چھ ادھیائے جو کرم کی بحث سے مخصوص ہیں انہیں میں کرم یوگ اور راج یوگ دونوں دیئے ہوئے ہیں۔ بھگوان کرم یوگی کو راج یوگی اور راج یوگی کو کرم یوگی کہتے ہیں اور راج یوگ کو کرم یوگ کی ہی ایک شاخ تصوّر کرتے ہیں۔ یوگ چونکہ ایک خاص قسم کا کرم ہے جس میں زیادہ زور ضبط نفس پر دیا جاتا ہے۔ اس غرض سے میں نے علیحدہ دیدیا ہے۔ تاکہ اس کے تعلق کے مضامین ایک جگہ آجائیں۔ یوگ کرم ہی ہے۔ اس سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یوگ میں کرم اندریوں اور گیان اندریوں دونوں کا کام پڑتا ہے اور یہ دونوں راجسی ہیں یعنی مایا کے اُس گُن سے متعلق ہیں جو کرم سے مخصوص ہے۔ ہاں اس میں کسی طرح کا شک نہیں کہ

چونکہ اس میں کرم کا اور زیادہ کھٹراگ نہیں ہے۔ اس واسطے یہ سب کرموں یا اعمال میں افضل و اعلےٰ ہے۔ بھگوان کہتے ہیں:

کر دیتا ہے ترک عقل والا ہے جو   اعمال بد و نیک کے سب ثمروں کو
اعمال میں یوگ کا ہے رتبہ اعلےٰ   تو بھی مصروف روز و شب یوگ میں ہو

ا-۲ شلوک ۵۰

یاد رہے کہ آدمی کا چت مایا کا رہ ہے۔ اور چونکہ مایا تین گُن والی ہے۔ اسواسطے اس میں بھی وہی تین گُن یعنی ستو رج اور تم موجود ہیں۔ ستو چونکہ پرکاش اور آنند روپ ہے اسواسطے گیانی جو سوچ بچار سے کام لیتا ہے ستو کے پرکاش روپ پہلو کو اپنے کام میں لاتا ہے۔ بھگت جو پریم کے مزے لوٹتا ہے ستو کے آنند روپ پہلو سے کام لیتا ہے۔ رجوگُن حرکت و عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اسواسطے جن طبایع میں ستو پر دھان نہیں ہے بلکہ رج کا زور ہے وہ لوگ ظاہر ہے کہ گیان اور بھگتی کو چھوڑ کر کرم کی طرف مائل ہوں گے۔ نوع انسانی کی تعداد کثیر انہیں رجوگنی آدمیوں کی ہے۔ تم موہ آتمک ہے یعنی اس میں نیند آلکس وغیرہ کا دخل ہے۔ روحانیت میں چونکہ ان کیفیات نفس کا کام نہیں پڑتا اسواسطے تم کے متعلق کوئی خاص طریق کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تم کا خاصہ کام کی چیز نہیں ہے۔ یہ ستو کا بھی مددگار ہے اور رج کا بھی۔ ناممکن ہے کہ آدمی تو اتر و توالی سوچ بچار میں محو رہے یا کام کرتا رہے۔ تم اسے سُکھ کی نیند سُلاتا ہے اور آرام دیکر از سر نو زور و شور کے ساتھ دوبارہ کام کرنے کے لایق بنا دیتا ہے۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ نوع انسان کی تعداد کثیر رجوگنی ہے۔ یعنی زیادہ تر آدمی ایسے ملتے ہیں جن کا میلان کام کرنے کی طرف ہے۔ یہاں سوال یہ اُٹھتا ہے

کہ کرم چیز کیا ہے اور اس کی ماہیّت کیا ہے۔ اس کا جواب بھگوان نے آٹھویں اڈّھیائے اس موقعے پر دیا ہے۔ جہاں ارجن نے یہ پوچھا ہے کہ برہم کیا ہے۔ ادھیاتم کیا ہے۔ اور کرم کیا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں:-

وہ برہم ہے لازم ہی نہیں جسکو فنا | اڈّھیاتم۔ جیو برہم کی ذات سدا
پاتی جس سے ظہور ہے موجودات | بتلاتے کرم نام ہیں اس خلقت کا

۸ - ۱ ش ۳

یہاں برہم کو غیر فانی یعنی غیر متبدّل قایم بالذّات چیز بتایا۔ جیو کو برہم روپ بتایا۔ اور کرم خلقت یعنی پیدایش عالم کے اس عمل کو بتایا جس سے تمام چیزیں ظہور میں آتی ہیں۔ جس لفظ کا ترجمہ میں نے خلقت کیا ہے۔ وہ سنسکرت میں بِسَرگ ہے۔ چونکہ اس کا مادّہ سِرج بمعنی پیدا کردن ہے اسواسطے میں نے لغوی معنی خلقت کے لئے ہیں۔ محاورے میں بسرگ کے معنی تیاگ کے ہیں اور چونکہ یگیوں میں بہت دان پُن کیا جاتا ہے یعنی روپے کا تیاگ کیا جاتا ہے۔ اسواسطے اکثر شارح بسرگ کے معنی یگیہ کے لیتے ہیں +

یگیہ کہو یا خلقت کہو بات ایک ہی ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہماری ہاں خلقت کا سبب یگیہ کو بتایا جاتا ہے یعنی جو چیزیں اس دنیا میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا مبدا یگیہ سے ہوتا ہے۔ خود خلقت عالم ایک بڑا بھاری یگیہ ہے۔ کیونکہ منڈلیک ایشوریا مہیشور سخت قربانی کرکے پیدایش عالم کا کٹھن کام اپنے ذمّے لیتے ہیں۔ برہدارنیک اپنشد میں جو خلقت عالم کے بیان سے شروع ہوتا ہے تمام عمل خلقت کو اشومیدھ یگیہ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ شروع کے فقرے یہ ہیں وہ تحقیقاً صبح صادق متبرک گھوڑے کا سر ہے۔

سورج آنکھ ہے - ہوا سانس ہے - کھلا ہوا منہہ آگ ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔
مایا سامیہ اوستھا ہے جس میں ستو رج تم تینوں گن ہموار حالت میں ہیں۔ تبدیل حالت کر کے ستو پردھان مہت تتو یا بدھی بنتی ہے۔ بدھی اہنکار کا روپ اختیار کرتی ہے۔ ساتوک اہنکار من بنتا ہے۔ راجسی اہنکار پانچ گیان اندریوں۔ پانچ کرم اندریوں اور پانچ پرانوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ تامسی اہنکار شبد تنوماترا۔ سپرش تنوماترا۔ روپ تنوماترا۔ رس تنوماترا اور گندھ تنوماترا میں تبدیل ہوتا ہے۔ یہ پانچوں ملکر پانچ مہا بھوت یعنی آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی بناتے ہیں۔ اور پانچوں مہا بھوت مل مل کر پرمانو اور پرمانو مل مل کر دنیا کی سب چیزیں بناتے ہیں۔ یہ سمشٹی کرم یعنی اعمال کلیہ ہیں جن سے نام وصور کے جلوے ظہور میں آتے ہیں۔
یہاں یہ کہنا ضروری نہیں کہ تمام کرم مانسک یعنی خیالیہ یا وہمیہ ہے۔
بھگوان کہتے ہیں:-

مشہور ہیں جو سات مہرشی پہلے	اور چار منو بھی تو ہے واقف جن سے
مجھ سے ہوئے۔ میرے من کی ہیں پیدائش	عالم بھی ہیں اور عالمیاں بھی جن کے

۱۰-۶ ش

اس مضمون کو ہم شرح و بسط کے ساتھ گیان یوگ کے باب میں بیان کر آئے ہیں۔ اسواسطے یہاں زیادہ تشریح کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں جس نتیجے پر ہم پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ مایا چونکہ چیتن کا وہم ہے اس لئے مایا کے تمام کاریہ یا معلولات محض خیالی یا سنکلپ روپ ہیں۔ یہ جگت ایشور کا سنکلپ ہے اور کچھ نہیں۔ سنکلپ اٹھتا ہے اور نام وصورت والی چیز مہیا ہو جاتی ہے۔ گیان کے سمندر آتما میں سنکلپ کی جو لہر اٹھتی ہے

وہی کرم کہلاتا ہے۔ اور اسی کرم کو یگیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سمشٹی کرم جو مبداے عالم ہیں وہ ہم نے اوپر بیان کئے۔ ان کے کاریہ اور سمشٹی کرم ہیں جن کا تعلق عالم اور عالمیاں سے ہے۔ مثلاً سورج روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے۔ چاند چمکتا ہے۔ تارے کھلتے ہیں۔ ہوا چلتی ہے۔ مینہ برستا ہے۔ دریا بہتے ہیں۔ آگ جلاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان میں دیکھنے کی بڑی بات یہ ہے۔ کہ ہر چیز اپنا اپنا کام کر رہی ہے۔ نہ کوئی کسی کے سر پر احسان دھرتا ہے۔ نہ کوئی خود غرضی سے اپنے نفع کی غرض سے اوروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ سب کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں من و مائی اور میرا تیرا پن نہیں ہے جس چیز کا جو کام ہے برابر دے رہی ہے۔ اور کائنات کی کل ہے کہ برابر چل رہی ہے۔ اس کل کے پُرزوں میں کیا ہی ہمدردی ہے۔ ہر پُرزہ کس طرح قاعدے کا پابند ہے۔ کیا ہی باقاعدگی سے چلتا ہے۔ کہ آپ بھی برابر کام کئے جاتا ہے اور اور پُرزوں کے کام میں بھی پورا پورا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ بھی ہماری تمھاری طرح خود غرضی سے کام لیکر اپنی اپنی راہ جُدا جُدا اختیار کریں تو دو دن بھی نظام عالم برقرار نہ رہے۔ سورج اپنی لا انتہا حدّت سے دنیا کو پھونک دے۔ آگ جلا دے۔ پانی بہا دے۔ ہوا اُڑا دے مگر دیکھو تو سہی۔ کیسی ہمدردی ہے اور ہمدردانہ کام سے دنیا کیا ہی خوشی اور خوبصورتی کا گھر بن رہی ہے۔ یہ تمام عملیات یا کام بھی محض خیالی یا سنکلپ روپ ہیں ٭

سمشٹی یعنی کلّیات کو چھوڑ کر اب ویشٹی یعنی جزئیات پر آیئے۔ اور دیکھئے کہ جو کام آدمی کرتا ہے ان کی کیا ماہیت ہے۔ سمشٹی اور ویشٹی یعنی کل و جزو۔ کائنات اور انسان۔ برہمانڈ اور انڈ۔ دونوں ایک ترکیب پر بنتے ہیں۔ جو

تو برہمانڈ کے بنانے میں کام آئے ہیں وہی انسان اور اُس کے کثیف و لطیف جسموں کے بنانے میں کام آئے ہیں۔ پس کرم کی جو ماہیت کائنات میں بیان ہوئی ہے وہی انسان میں بھی سمجھنی چاہئے۔ یعنی جس طرح سمشٹی میں تمام کرم سنکلپ روپ ہے اسی طرح انسان میں بھی تمام کرم سنکلپ روپ ہے۔ من میں سنکلپ کے اُٹھنے ہی کا نام کرم ہے۔ اس سے زیادہ کرم کی اور حیثیت نہیں ہے ؂

خواب میں ہم روز دیکھتے ہیں کہ من میں خیال اٹھا اور اس خیال کے اٹھتے کے ساتھ ہی اسکو نام و صورت دینے کے اسباب موجود ہوئے۔ آنکھیں دیکھنے کو۔ ہاتھ کام کرنے کو۔ طاقت اٹھانے دھرنے کو سب یک دم ظہور میں آتے ہیں۔ خواب میں سوائے ذات خواب بین اور کوئی چیز نہیں ہے۔ بعینہٖ یہی عالم بیداری کا ہے۔ من میں سنکلپ اٹھتا ہے اور اسکے ساتھ ہی نام و صور میں اسے جلوہ دینے کی غرض سے اسباب خود بخود مہیا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ فرض کرو تمہیں کسی علم کی تحصیل کا شوق ہے۔ ایک شخص آتا ہے وہ کسی کتاب کا نام بتا جاتا ہے۔ دوسرا آتا ہے وہ تمہاری ملاقات اُس علم کے کسی عالم سے کرا دیتا ہے۔ کیا تماشے کی بات ہے۔ کہ اِدھر انسان کے دل میں کوئی پُھرنا یا سنکلپ یا خیال پیدا ہوا اور تمام اسباب خود بخود ایسے مہیا ہونے لگتے ہیں کہ وہ خیال عمل کا جامہ پہنکر نمایاں ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اتفاقات ہیں۔ میں اسے قاعدہ کلیہ جانتا ہوں۔ جس طرح خواب میں کوئی امر اتفاقیہ نہیں ہے سب خواب بین کے خیال کا کھیل ہے۔ اسی طرح عالم بیداری میں بھی وہی ناظر کی نظر یا سوچنے والے کا خیال۔ چاہنے والے کی چاہت اپنا جلوہ دکھا رہی ہے ؂

غرض جس طرح کائنات کی رچنا میں ایشور کا خیال اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اسی طرح ہماری دنیا میں یعنی جن اشخاص و اشیا سے تعلق پیدا کر کے ہم نے اپنی دنیا بنا رکھی ہے۔ اس میں ہمارا خیال کام کر رہا ہے۔ یہاں تک ہماری دنیا اور ایشور کی دنیا میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے۔ اور اگر ہمارے سنکلپ روپ تمام کرم بھی ویسے ہی ہم آہنگ اور ہمدرد دیکد گر ہوں جیسے کائنات میں دیکھے جاتے ہیں تو ہماری دنیا بھی کائنات کی طرح خوشی اور خوبصورتی کا گھر ہو۔ کائنات میں نفا نفسی۔ من و مائی۔ میرا تیرا پن غرض خودی و خود غرضی کے خیالات کام نہیں کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ہر طرح کی ہم آہنگی ہے۔ ہماری دنیا میں خود غرضی نے ابتری پھیلا رکھی ہے۔ پس ہمارے سنکلپ روپ کرم ایسے ہونے چاہئیں کہ کائنات کے سنکلپ روپ کرموں کی طرح ہم آہنگ و ہمدرد دیکد گر ہوں۔ اس کا سرّ خفی گیتا بتاتی ہے اور وہ راستہ دکھاتی ہے جس سے آدمی کرم کرتا ہوا بھی موکش کا ادھکاری بنتا ہے۔ اگلی فصلوں میں ہم اسی مضمون سے بحث کریں گے ❖

دوسری فصل۔ یگیہ اور یگیہ کا اصول

اوپر ہم بیان کر آئے ہیں کہ تمام کرم سنکلپ روپ ہے۔ ایشور کے سنکلپ روپ کرم کا نتیجہ یہ سنکلپ مئے جگت ہے۔ جیو کے سنکلپ روپ کرموں کا نتیجہ اس کے گرد و پیش کا جگت ہے۔ جس میں وہ اپنے خیالات کے مطابق دکھی یا سکھی رہتا ہے۔ تمام کرم کا مبدا یا بیج آدمی کا خیال ہے۔ خیال

من میں اٹھتا ہے۔ اسی کے مطابق وہ زبان سے بات کرتا ہے اور ہاتھ سے عمل کرتا ہے۔ یہ گیان اندریاں اور کرم اندریاں عالم بیداری میں اسطرح کام کررہی ہیں۔ جس طرح عالم خواب کی گیان اندریاں اور کرم اندریاں کام کرتی ہیں اور جن کا سونے میں ہمیں ہر شب تجربہ ہوا کرتا ہے۔ پس کرم کے متعلق جو سب سے بڑی بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ وہ من کے سنکلپ یا خیالات ہیں۔ اگر یہ سنکلپ ہمدردانہ اور ہم آہنگ ہیں تمام کام خوشی اور سکھ کے دینے والے ثابت ہوں گے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تمام کرم رنج اور دکھ دیں گے ✣

جن کرموں سے ہم اوروں کی ہمدردی اپنی طرف کھینچتے ہیں ان کا نام یگیہ ہے۔ یہ لفظ لکھنے اور بولنے میں یگیہ آتا ہے۔ مگر اصل میں "یجنیہ" ہے جس کا مادہ یج ہے اور یج کے معنی پوجا کرنے کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کی پوجا کی جائے گی اس کی ہمدردی اپنی طرف کھینچے گی۔ پوجا کے معنی عبادت کے بھی ہیں اور عزت و تکریم کے بھی۔ مثلاً گور: پوجا یعنی تعظیم استاد۔ اتتھی پوجا یعنی تعظیم مہمان یا مہمان نوازی وغیرہ۔ پوجا ایشور کی ہوسکتی ہے۔ دیوتاؤں کی ہوسکتی ہے جو اونچے لوگوں کی ارواح یا شکیتاں ہیں۔ پتروں کی ہوسکتی ہے جو مرکر پتری یا کا ؟ لوک میں پہنچتے ہیں۔ بڑے چھوٹے آدمیوں کی ہوسکتی ہے۔ حیوانات و جمادات کی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ سب برہم روپ ہیں۔ اسی اصول پر یگیوں کی تقسیم ہے۔ گیان یگیہ ہیں۔ دیوتاؤں کے یگیہ ہیں۔ پتروں کے یگیہ ہیں۔ منشیوں کے یگیہ ہیں۔ اور ایسے یگیہ ہیں۔ جن سے جڑ چیتن کل جگت کی ہمدردی اپنی طرف کھنچی جاتی ہے ✣

یہ عالم جس میں ہم رہتے ہیں عالم خیال ہے۔ جس کی طرف نیک خیالات۔

تکریم و عزت کے خیالات۔ ہمدردانہ خیالات بھیجے جاتے ہیں۔ اسی کی ہمدردی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ بچّے کو پیار کیجے وہ تمہارا غلام ہے۔ بزرگ کا ادب کیجے وہ تمہیں نگاہِ الفت سے دیکھتا ہے۔ جانور سے اظہار محبت کیجے اسکے جواب میں وہ تم سے اظہار محبت کرتا ہے۔ درختوں اور پودوں سے اظہار ہمدردی کیجے اور وہ بے اختیار تمہاری طرف کھنچتے ہیں۔ محبت میں جادو بھرا ہوا ہے۔ کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو محبت اور ہمدردی کے اثر سے متاثر نہ ہوتی ہو۔ جس طرح ہمارے یا ہم سے نیچے طبقوں کی ادنےٰ مخلوقات ہمدردی ظاہر کرنے سے ہماری طرف کھنچتی ہے۔ اسی طرح اونچے لوکوں کی متبرک ارواح یا شکتیوں کا حال ہے۔ ہمدردی سب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اِسی ہمدردی کے سنکلپ کا نام یگیہ ہے۔ اور اس سنکلپ کے مطابق جو جو کرم کیا جاتا ہے وہ سب یگیہ میں داخل ہے۔ ہاں سب کا اصل اصول من کا سنکلپ ہے اور اسی کا نام شردّھا یا اعتقاد ہے۔ جس پر جتنا زور دیا جائے تھوڑا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ پرش شردّھامئے ہے۔ یہ جگت شردّھامئے ہے۔ یہاں شردّھا ہی شردّھا کام کر رہی ہے۔ بھگوان کہتے ہیں:۔

ہوتا ہے طبیعت کے مطابق سب کا ‏ ‏ رکھے یاد جدا جدا عقیدہ سب کا
پتلا ہے عقیدے کا جہاں میں انساں ‏ ‏ جیسا ہے عقیدہ جس کا وہ ہے ویسا

ا - ۱۷ شؔ ۳

شردّھا ہی کا دوسرا نام سنکلپ یا خیال ہے۔ یہ خیال جہاں کل کائنات کے ساتھ ہمدردانہ ہے اس شخص سے کل کائنات بھی ہمدردی کرتی ہے۔ جہاں خاص افراد کے ساتھ ہمدردانہ ہے وہاں خاص افراد ہمدردی ظاہر کرتی ہیں۔ انہیں دو اصولوں پر تمام یگیہ مبنی ہیں۔ بعض میں کل کائنات کے

ساتھ اظہار ہمدردی کیا جاتا ہے یا امداد مانگی جاتی ہے - بعض میں خاص خاص افراد سے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا سب سے رشتۂ ہمدردی قائم ہو جاتا ہے - تنگ خیالی کی بجائے وسعت خیال پیدا ہوتی ہے - اور اس کے خیالات دنیا کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں - جس سے دُکھ کی بجائے سُکھ اور رنج و غم کی بجائے شادمانی و سرور پیدا ہوتا ہے - اور زندگی خوش خوش بسر ہوتی ہے +

ہمارے ہاں پانچ مہایگیوں کا روزمرہ کرنا ہر ایک ہندو کا فرض ہے - انکا نام سندھیا - ترپن - اگنی ہوتر - بلی وشوویو - اور اتتھی پوجا ہے - اول ترپن پر غور فرمایئے - کہا یہ جاتا ہے کہ ترپن یگیہ محض پتروں سے مخصوص ہے - لیکن جو معنی سمجھکر ترپن کرتے ہیں وہ بتائیں گے کہ ترپن فقط پتروں کے ترپت کرنے یا سکون و تسکین دینے کے واسطے نہیں ہے - بلکہ آدمی ہاتھ میں پانی لیکر اپنے گرد و پیش پھینکتا ہے اور جو منتر پڑھا جاتا ہے اُن کے معنی یہ ہیں کہ ایشور کے تینوں سروپ یعنی پیدا کرنے کے پہلوے نگاہ سے برہما - پالن کرنے کے پہلوے نگاہ سے وشنو - فنا کرنے کے پہلوے نگاہ سے مہیش ترپت ہوں - دیوتا ترپت ہوں - رشی ترپت ہوں - سب اونچے لوک والے ترپت ہوں - منشیہ ترپت ہوں - اُن میں جو بھوکے ہیں - ادھرم یا پاپی ہیں وہ سب ترپت ہوں - درخت ترپت ہوں - وغیرہ وغیرہ - میں یہاں نہ تمام ترپن لکھنی چاہتا ہوں نہ اس کی بدھی کا مفصل بیان کرنا چاہتا ہوں - لیکن اوپر کے بیان سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ ترپن میں نہ کچھ خرچ ہے - نہ کچھ پیچیدہ کرموں کا کھڑاگ اور پھیلاو ہے - آدمی منتر پڑھ پڑھ کر صرف پانی اِدھر اُدھر پھینکتا ہے اور اپنی شردھا یا ہمدردانہ خیال سے کل کائنات کی ہمدردی اپنی طرف کھینچتا ہے +

جس طرح ترپن کو پتری یگیہ بتایا جاتا ہے - اسی طرح سندھیا کا نام دیو یگیہ ہے -

سندھیا میں آدمی اپنے سروپ کا سمرن کرتا ہے۔ تمام لوگوں کو اونکار روپ یا برہم سروپ دیکھتا ہے۔ اپنی بدھی کا پریرک پاپر کا شک چیتن کو کہتا ہے۔ جسکو سورج کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قوائے قدرت سے پاپوں کی شانتی کی اسندھا کرتا ہے۔ آپ سب پاپوں کا نوش فرما بنکر آچمن کے ذریعے سے تمام پاپ ڈکار جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں غور کرنے کے لایق یہ بات ہے کہ سندھیا کرنے والا اپنے آپ کو کائنات سے الگ کوئی پاپی جیو نہیں سمجھتا بلکہ اس نظر سے دیکھ رہا ہے کہ میرا تمام کائنات سے رشتہ ہے۔ تمام دیوتاؤں یا اُن قوائے قدرت سے رشتہ ہے جو کائنات میں کام کر رہی ہیں۔ اس ذات پاک سے رشتہ ہے۔ جس میں یہ کائنات کے نظارے اُٹھتے ہیں۔ اٹھکر قایم رہتے ہیں۔ اور قایم رہکر غائب ہو جاتے ہیں +

ادھیین میں تمام مطالعہ شامل ہے۔ آدمی طبیعت یکسو کرکے وید پڑھتا ہے اور اس کے مضامین و مطالب پر غور کرتا ہے تو منتر درشتا رشیوں کے خیالات سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اور اس خیالات کی ہم آہنگی سے ان کی ہمدردی اپنی کھینچتا ہے۔ اسی طرح شاستر کاروں کی کتابیں پڑھتا ہے تو اُن سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اس روزانہ مطالعے کا بڑا بھاری فائدہ یہ ہے کہ تنگ خیالی کی چھوٹے سے محدود دائرے سے نکل کر اس کے خیالات بڑا دائرہ بناتے ہیں۔ اور دل میں وسیع خیال بزرگوں اور متبرک ارواح کی پہنائی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس وسعت میں سب کے لئے جگہ ہے +

بلی دشو دیو یگیہ میں ہر ایک گرہستی کا فرض ہے کہ روز کھانا تیار کرنے سے پیشتر کھانے کا تھوڑا سا حصّہ نکالتا ہے۔ اور اپنے من کے سنکلپ سے ترپن کی طرح اُسے تمام اعلےٰ و ادنےٰ مخلوق کو دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھے

جو کچھ میسر ہے وہ تمام اعلیٰ وادنےٰ قواے قدرت واشیاے قدرت کا دیا ہوا ہے۔ میں اسے اکیلا آپ جوڑ کر نہیں کھایا چاہتا۔ بلکہ جس طرح سب نے اپنی مہربانی سے مجھے حصّہ بہم پہنچایا ہے۔ میں اُن سب کو حصّہ دیتا ہوں۔ اس عمل سے بھی ترپن کی طرح تمام کائنات کی ہمدردی اپنی طرف کھینچی جاتی ہے اور اس سے رشتہ قایم کیا جاتا ہے +

اتتھی یوجن پانچواں یگیہ ہے۔ گرہستی کا فرض ہے کہ گھر میں کھانا بنے تو کم از کم ایک مہمان کو پہلے کھلائے پھر آپ کھائے۔ پہلے دستور تھا کہ بدیارتھی گورو کے گھر رہا کرتے تھے۔ وقت پر گرہستیوں کے گھر جاتے اور وہاں کھا آتے یا کھانا مانگ لے آتے۔ زیادہ تر یہ یگیہ ان لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا تھا کہ کھانے پینے کے فکر سے نچنت ہو کر تعلیم میں مصروف رہیں۔ اور لایق آدمی بنکر گھروں کو جائیں۔ اسی یگیہ کے کھانے کے وہ لوگ بھی حقدار سمجھے جاتے تھے جو باہر سے آبادی میں آتے تھے اور اپنے کھانے پینے کا بندوبست نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے جو شخص کسی کے ہاں کھانا کھا کر ترپت ہوگا وہ جائے گا تو اپنے ہمدردانہ خیالات اور دعائیں گھر والوں کے واسطے چھوڑ جائیگا اور جب ہر ایک گھر میں ایسے پاکیزہ خیالات اپنا منڈل بنائیں گے تو وہ گھر خوشی اور خرمی کے گھر کیونکر نہ بنیں گے +

یہ پانچ مہایگیہ روزانہ فرض ہیں اور چاہے تو انہیں ہر شخص ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ نہ ان میں خرچ زر درکار ہے نہ خرچ وقت ضروری ہے۔ آسان کام ہیں تھوڑا سا وقت دینے سے پورے ہو سکتے ہیں۔ اور اس ذرا سی محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی نہایت ہی خوشی اور خرمی کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے۔ اتنا بھی نہیں ہو سکتا۔ تو ہر شخص یہ تو ضرور کر سکتا ہے کہ صبح اُٹھکر اور رات کو سونے سے پیشتر

صدق دل سے یہ دعا کرے کہ ہے ایشور سب کا بھلا ہو اور سب کے ساتھ میرا بھلا ہو۔ سب شانتی سے رہیں۔ اور سب کے ساتھ میں شانتی سے رہوں۔ یہ سب کے ساتھ من سے ہم آہنگی ہے۔ تن سے کسی کی خدمت بن آئے یا دھن سے کسی کو فیض پہنچایا جائے تو اس میں دریغ نہ کرنی چاہئے۔ کچھ وقت مطالعے اور اپنے سروپ کے دھیان کے واسطے رکھنا بھی اہمیات میں سے ہے۔ یہ گیان یگیہ ہے ؛

یاد رہے کہ ہم مایا کے جگت میں رہتے ہیں۔ جس میں پرکرتی کے گُن برابر اپنا کام کرتے رہتے ہیں گیانی ہو یا اگیانی ہو۔ دنیا کے پردے پر کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو تھوڑی دیر یا قلیل تر عرصے کے واسطے بھی بیکار و معطل محض رہ سکے۔ چار و ناچار پرکرتی کے گُن اس سے کام کراتے ہیں۔ وہ کام مانسک ہو یعنی سوچنا خیال کرنا فکر و افکار کرنا۔ واچک ہو یعنی گفتگو یا بات کرنا۔ یا کایک ہو مثلاً ہاتھ پاؤں سے کچھ کرنا۔ یہ سب کام ہی ہیں۔ اور سب انہیں ہر وقت کرتے رہتے ہیں اسی واسطے بھگوان کہتے ہیں ؛

خالی کب بیٹھتا ہے کوئی دم بھر   کرتا رہتا ہے کام ہر ایک بشر
پرکرتی کے گُن کراتے رہتے ہیں کام   اور سب کرتے ہیں ان کو بے بس ہو کر

جس نے ہاتھ اور پاؤں کو روکا   پر دھیان کا گھر میں بیٹھے یہ حال رہا
دل ہے کہ لذائذ کے مزے لیتا ہے   وہ شخص ریاکار ہے بالکل جھوٹا

ا۔ ۳۔ ش ۵۔ ۶

غرض دانا اور نادان دونوں کو کام کرنا پڑتا ہے۔ کام ناگزیر ہے۔ کوئی اس سے گریز نہیں کرسکتا۔ فرق اتنا ہے کہ نادان کرم میں پھنس جاتا ہے اور

دانا نہیں پھنستا۔ بھگوان کہتے ہیں:-

نادان جس طرح باتعلق ہوکر کرتے رہتے ہیں کار دنیا یکسر

دانا بھی کرے، مگر تعلق نہ رکھے بہبود خلائق ہو فقط مدِّ نظر

۱-۳ش ۲۵

کرم یا عمل کا بڑا بھاری اصول یہ ہے۔ جو اوپر کے شلوک میں بیان ہوا۔ لیکن یہ تشریح چاہتا ہے اور چونکہ یہ فصل طویل ہو گئی ہے۔ ہم اگلی فصل میں اس کی تشریح کریں گے:-

تیسری فصل۔ ویدوکت یگیہ

اوپر کی فصل میں بتایا گیا ہے کہ آدمی کرم کرے لیکن تعلق نہ رکھے۔ اس طرح کرم میں پھنسے گا نہیں اور کرم اس کے واسطے بندھن کا باعث نہیں بنیں گے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات ممکن کیونکر ہو سکتی ہے کہ کرم تو کیا جائے لیکن اس میں تعلق نہ رکھا جائے۔ جو کام کیا جاتا ہے کسی تعلق کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہی بڑی بھاری غلطی ہے۔ جس طرح ہر ایک کام کام میں پھنسکر کیا جا سکتا ہے اسی طرح وہی کام کیا بھی جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی اس میں پھنسے نہیں۔ پھنسنے میں کام بندھ کا باعث بنتا ہے۔ بے تعلقی کے ساتھ کرنے یا فرض کو فرض سمجھکر ادا کرنے میں آدمی کو موکش کا ادھکاری بناتا ہے۔

اسی بات کی ایک مثال کے ذریعے سے اچھی طرح توضیح ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کسی نیک کام کے واسطے چندے کی فہرست کھلی ہے۔ گر تم یہ سمجھکر کہ کام نیک ہے۔

اور اس سے بہبودِ خلائق منصور ہے معقول رقم چندے میں دیتے ہو اور نام آوری تعریف و تحسین کا خیال تک دل میں نہیں تو تم بے تعلق ہو کر کام کر رہے ہو اور یہ کام اور اس قسم کے اور کام تمہاری صفائے قلب کا باعث ثابت ہوں گے برعکس اس کے اگر تم وہی رقم اس غرض سے دیتے ہو کہ لوگ تمہاری تعریف کریں۔ اخباروں میں تمہارا نام چھپے۔ سرکار و دربار میں تمہاری عزت ہو۔ تو یہ کام میں پھنسکر کام کرنا کہلاتا ہے۔ اور اس سے صفائے قلب یا کسی قسم کی روحانی ترقی کی بجائے آدمی اُلٹا دنیا میں اور پھنستا ہے ✤

اس میں اصول یہ مضمر ہے کہ جہاں فرض کو فرض سمجھکر ادا کیا جاتا ہے۔ نہ رغبت و نفرت طبیعت پر حاوی ہے۔ نہ خوف یا طمع کا خیال دل میں ہے غرض جہاں کام کے نتیجے یا ثمرے کا سوال دل میں نہیں اٹھتا۔ وہاں آدمی کو کام کرنے سے پہلے اپنی طبیعت کو روکنا پڑتا ہے۔ نفس کو مارنا پڑتا ہے۔ من کو ضبط کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے نشکام کرم کو صفائے قلب کا باعث بتایا جاتا ہے۔ برعکس اس کے جہاں کرم کرنے سے بیشتر ثمرے پر نگاہ ہے۔ وہاں مایا کا جال تنا جا رہا ہے۔ آدمی ہوا و ہوس کے پھندے اپنے گلے میں ڈال رہا ہے۔ وہ کرم بے شک اُسے پھل دیں گے۔ جس کے صاف الفاظ میں یہ معنی ہیں۔ کہ وہ دنیا میں پھنسا رہیگا۔ کرم جال سے باہر نہیں آئے گا ✤

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر آدمی کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اس سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن یہ کام بندھن کا باعث ہیں۔ کام کے ساتھ ثمرہ وابستہ ہے۔ جو کام کیا جاتا ہے وہ اپنا ثمرہ دیتا ہے۔ اس طرح انسان کرم چکر میں اور اس کے ساتھ اواگون کے چکر میں پڑا چکر کھایا کرتا ہے۔

چونکہ یہ عالم عالم خیال ہے۔ اور تمام کام خود تمہارا اسی طرح خیالی ہے جسطرح خواب کے نقشوں میں روز دیکھا جاتا ہے۔ اسواسطے تمرے سے بچنے اور کرم چکر سے باہر آنے کے واسطے ضروری بات یہ ہے کہ تم ثمرۂ کار کا خیال طبیعت سے نکال دو۔ کام کرو مگر نتیجے پر دھیان نہ دو۔ نہ تمہیں کام سے رغبت ہو نہ نفرت ہو۔ تمہارے کام محض فرض کو فرض سمجھکر ادا کئے جائیں۔ خودی اور خود غرضی کا اُن میں مطلق دخل نہ ہو۔ بلکہ جس طرح قدرت میں کام ہو رہے ہیں۔ سورج چمکتا ہے۔ ہوا چلتی ہے۔ پانی بہتا ہے۔ اسی طرح تمہارے کام ہوں۔ ایسے کام یگیارتھ کہلاتے ہیں یعنی وہ کام جو یگیہ نمّت یا یگیہ کی غرض سے کئے جاتے ہیں۔ کائنات کیا ہے ایک بڑا بھاری یگیہ ہو رہا ہے۔ اس یگیہ میں تمہارے متعلق جو کام ہے اوروں کی طرح تم بھی انجام دو۔

کارخانۂ قدرت میں ہر ایک کام خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو رہا ہے یہ وہ لاانتہا زنجیر ہے جس میں بے شمار کڑیاں اپنی اپنی جگہ لگی ہوئی اپنا کام دے رہی ہیں۔ یہ وہ کل ہے جس میں بے شمار پُرزے اپنے اپنے موقعوں پر لگے ہوئے اپنا کام کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ تمام کل نہایت سہولت اور آسانی کے ساتھ چل رہی ہے۔ اور بنانے والے نے جس غرض سے بنائی ہے وہ غرض باحسن وجوہ پوری ہو رہی ہے۔ ہر ایک پرزہ اپنا بھی کام کر رہا ہے اور اور پرزوں کے تعلق کے ساتھ بھی کام دے رہا ہے۔ جہاں اس پرزے کے اپنے کام میں فرق آیا یا اوروں کے کام میں اس نے فرق ڈالنا شروع کیا وہیں انتظام میں بھی فرق واقع ہوتا ہے۔ اور قدرت کا ہتھوڑا اس پرزے کے سیدھے کرنے کے واسطے بجنا شروع ہوتا ہے۔ یہ زلزلے۔ یہ قحط۔ یہ وبا۔ یہ بیماریاں۔ یہ جنگ و جدال جن میں ہزاروں لاکھوں

جائیں اُن کی آن میں ضائع ہو جاتی ہیں کیا ہیں؟ قدرت کا ہتھوڑا پرزوں کے سیدھے کرنے کے واسطے بج رہا ہے۔ جہاں قاعدہ قدرت کے مطابق عمل نہیں ہے۔ کاموں میں خودی و خودغرضی داخل ہے۔ کام یگیارتھ نہیں ہیں وہاں یہی نتیجہ ہوگا۔ اور دوسرا نہیں ہو سکتا ؞

جو چیزیں ہمارے پاس ہیں یا ہمارے کام میں آرہی ہیں وہ ہم نے اپنے لئے خود ہی مہیا نہیں کی ہیں بلکہ اُن کے مہیا کرنے میں تمام قواے قدرت کام میں آئی ہیں۔ مثلاً روٹی کو لیجیے جو ہر شخص دونوں وقت روز کھاتا ہے۔ اناج کے بیج زمین نے دیئے ہیں اور پھر زمین ہی میں بوئے جاتے ہیں۔ بادل برس کر پانی پہنچاتا ہے۔ سورج گرمی پہنچا کر پکاتا ہے۔ ہوا نشوونما کے لئے ضروری ہے۔ آدمی اور جانور دونوں کی سخت محنت درکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ انہیں اور ایسی ہی قواے قدرت کو دیوتا کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا میں کثیف و لطیف جو چیز ہے اس کا ایک تو جسم ہے اور دوسرا اس جسم کا ابھمانی چیتن ہے۔ بعینہٖ جیسا حال انسان کا ہے۔ ویسا ہی تمام کائنات کا ہے اور کائنات میں جو قوتیں کام کر رہی ہیں انکا ہے۔ اہنکار کے طبقے سے فرویت شروع ہوتی ہے۔ اہنکار۔ من۔ اندریہ۔ پران کے طبقوں کی مخلوق دیوتا کہلاتی ہے۔ ہماری زمین پر جو جو صورتیں نظر آتی ہیں۔ ان کے متصور کرنے میں ہر ایک طبقے کے دیوتا کا ہاتھ ہے۔ کیونکہ ستھول شریروں سے قطع نظر کی جائے تو ہر ایک چیز کے سوکشم شریر انہیں طبقوں کے مادّے سے بنے ہوئے ہیں ؞

اگر جو چیزیں ہمیں بہت سی قواے قدرت نے باہم مل کر اور کام کر کے دی ہیں انہیں خودی و خودغرضی سے ہم خود ہی کھالیں اور انہیں نہ دیں تو ہم چور ٹھیرے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ پہلے شکریے کے ساتھ ہم دیوتاؤں کو دیں

اور باقی ماندہ شکر کرکے آپ کھائیں۔ دینے کا طریقہ کیا ہے؟ یہی کہ شردّھا یعنی صدق عقیدت کے ساتھ یگیہ کریں۔ یگیہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو ویدوکت ہیں۔ جن میں اگنی سہت یا اگنی رہت تمام ساگری کے ساتھ وید منتر پڑھ پڑھ کر دیوتاؤں کو ترپت کیا جاتا ہے۔ یہ بدھی پوربک یگیہ کہلاتے ہیں۔ اور دوسرے وہ یگیہ ہیں کہ اُن میں تمام نیکی اور بھلائی کے کام داخل ہیں مگر جن میں وید کی بدھی نہیں برتی جاتی۔ مثلاً تم وید منتر پڑھ پڑھ کر اور دیوتاؤں کا آواہن کر کرکے اگنی میں آہتی دیتے ہو تو یہ ویدوکت یگیہ ہے اگر رفاہ عام کے لئے مدرسہ یا شفاخانہ کھولتے ہو تو یگیہ تو یہ بھی ہے مگر اسکو ویدوکت نہیں کہیں گے ۞

اول ویدوکت یگیوں کو لیجے۔ ان میں آدمی وہ تمام چیزیں فراہم کرتا ہے جو اسے عزیز ہیں یا جنہیں اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے۔ وید کی بدھی کے مطابق جو لایق بزرگوں کی مقرر کی ہوئی ہے تمام رسوم ادا کرتا ہے اور وید کے منتر پڑھ پڑھ کر اگنی میں آہتی دیتا ہے۔ مستحقین کو زر نقد۔ کپڑے اور کھانا دیتا ہے۔ جانوروں کا حصہ علیحدہ نکالتا ہے۔ اور یہ تمام عمل صدق عقیدت کے ساتھ انجام کو پہنچاتا ہے ۞

یہاں غور کرنے کے لایق یہ بات ہے۔ کہ ساگری کے فراہم کرنے میں شردّھا یا اعتقاد کام کر رہا ہے تاکہ جو بھوگ۔ ہماری نظر میں اچھے ہیں وہی ہم دیوتاؤں کی نذر کریں۔ بدھی کے پورا کرنے۔ منتر پڑھنے۔ اور ہون کرنے میں شردّھا کام کر رہی ہے۔ کہ بدھی کے پورے ہونے سے ہی یگیہ پورا ہوگا۔ اگنی دیوتاؤں کو اُن کا بھاگ پہنچائے گی۔ منتروں میں شکتی ہے جس سے دیوتا کھنچتے ہیں۔ مستحق انسانوں یا بے زبان جانوروں کو جو کچھ دیا جا رہا ہے اس میں شردّھا

کام کر رہی ہے کہ یہ ترپت ہوں گے تو یگیہ پورن ہوگا۔ جگت چونکہ شردھا مے ہے۔ اس شردھا سے دیوتا طاقتور اور خوش ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ آدمی اور جانور۔ اور اُن سب کی ہمدردی سے آدمی کو خوشی اور خرمی نصیب ہوتی ہے۔ جب اسے اعلےٰ و ادنےٰ مخلوق کے ساتھ ہمدردی ہے تو اعلےٰ و ادنےٰ مخلوق اس کے ساتھ ہمدردی کرے گی۔ اس ہمدردی کا نتیجہ خیالات کی ہم آہنگی ہے۔ گویا آدمی قدرت کے قواعد کی پابندی کر رہا ہے۔ اس کی زندگی خوشی سے نہ گزرے گی تو اور کس کی گزرے گی +

یہ ویدوکت یگیوں کا فلسفہ ہے۔ آج کل ایک نئی روشنی کے مہاتما نے یگیوں کی نسبت اپنے اختراع پرواز دماغ سے ایک نیا مسئلہ گھڑ کر نکالا ہے کہ ہون کرنے سے ہوا صاف ہوتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں جہاں گھی اور لکڑیاں جلیں گی وہاں ہوا صاف ہوگی یا کاربانک ایسڈ گیس اُلٹا ہوا کو اور غیر صاف یعنی غلیظ کرے گی۔ دوسرے ہوا کی صفائی محض ایک طبیعی اور مادی عمل ہے۔ اس میں ویدوں کے منتر پڑھ پڑھ کر دیوتاؤں کے آواہن کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ غرض یگیہ سے محض ہوا کی صفائی ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ ماننے والا ویدک فلسفے سے واقف نہیں ہے +

یگیہ وہ عمل ہے جس میں ہم کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ تمام اعلےٰ و ادنےٰ مخلوق کی طرف خود توجہ کرتے ہیں اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں خودی اور خود غرضی کے تنگ دایرے سے نکلتے ہیں اور کلیات کے وسیع دایرے میں آتے ہیں۔ اسی واسطے بھگوان کی تعلیم ہے کہ تمام کام یگیارتھ کرنے چاہئیں۔ ورنہ بندھن کا باعث ہوں گے۔ مخلوق پیدا کرنے کے ساتھ خالق نے یگیہ بھی خلق کئے ہیں۔ ان سے تم دیوتاؤں کو خوش کرو اور دیوتا تمہیں خوش رکھیں گے۔

مخلوق اناج سے نشو ونما پاتی ہے - اناج بادلوں سے پیدا ہوتا ہے - یگیہ سے دیوتا خوش ہو کر مینھ برساتے ہیں - یگیہ کرم ہے - کرم ویدوں سے پیدا ہوتا ہے - وید ذات غیر فانی یعنی برہم سے پیدا ہوئے ہیں - اسواسطے برہم سدا یگیہ میں موجود ہے - اس طرح یہ کائنات کا چکر چل رہا ہے - یعنی ایک دوسرے کے اپکار سے دنیا کی کل جاری ہے جو اسے اسی قاعدے پر نہیں چلاتا وہ آدمی ناپاک ہوس کار ہے - اب یگیہ کے بارے میں گیتا کے شلوک آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں - چنانچہ ہم انہیں ذیل میں درج کرتے ہیں :-

ہاں کرم کا بندھن ہے فقط یہ دنیا — گر یگیہ کے ماسوا کوئی کام کیا
اور یگیہ کے مطلب سے بھی جو کام کرے — اس میں بھی تعلق نہ ہو دل کو اصلا

یگوں کے ساتھ جب بنائے انساں — کھولی پرجاپتی نے اس طرح زباں
پھولو پھلو ان یگوں کی برکت سے تم — پوری کریں خواہشیں یہ تم سب کی یہاں

رکھیں یگوں سے دیوتا تم کو نہال — اور یگوں سے انہیں رکھو تم خوشحال
کرتے ہوئے ایک دوسرے کو شاداں — ہو تم کو بھلائی کا نصیب اوج کمال

یگوں سے تمام دیوتا خوش ہو کر — دیں تم کو بھوگ خوب تر اور خوش تر
اُن کے دئے بھوگ جو نہ دیکر ان کو — ہے آپ ہی بھوگتا وہ ہے چور بشر

یگوں کا کریں نوش جو باقی ماندہ — وہ نیک ہیں مٹ جاتا ہے سب پاپ انکا
وہ پاپی پاپ ہی فقط کھاتے ہیں — جو اپنے ہی واسطے پکائیں کھانا

ہوتی مخلوق اناج سے ہے پیدا
بادل سے ہے اناج ہر طرح کا بنتا
ہے یگیہ سے ان بادلوں کی پیدائش
اور یگیہ ہے خود کرم سے مخلوق ہوا

پیدا ہوتا کرم ہے سب - ویدوں سے
اور وید ہیں ذات غیر فانی سے ہوئے
اسواسطے برہم جو ہے سب ہیں ساری
موجود سدا یگیہ میں پایا ہم نے

چلتے ہوئے پہیئے کا برابر چکر
جو شخص چلائے نہ اسی قاعدے پر
ناپاک ہے زندگی - ہوس کار ہے وہ
بے سود ہے اس شخص کا جینا یکسر

ا۔ ۳۔ شلوک ۹ - ۱۶

جو شلوک اوپر دیئے گئے ان میں سے پہلا غور کے لایق ہے - بھگوان کہتے ہیں کہ یگیہ کے ماسوا تمام کرم بندھن کے باعث ہیں اور یگیہ کے مطلب سے بھی جو کام کیا جائے - اس میں بھی دل کو پھنسانا نہیں چاہئے - یعنی فرض سمجھکر ادا کرنا چاہئے ثمرے کا سودا نہ ہو - یگیہ کے معنی ہی ہیں خدارا کام کرنا - اسی واسطے کہتے ہیں کہ یگیہ ہی وشنو ہے - آدمی کا قاعدہ ہے کہ جہاں اس کے ہاتھ میں کوئی کام آیا اور وہ بگڑا - چنانچہ یگیہ میں بھی اسنے اپنی خودی اور خودغرضی داخل کردی ہے - خاص دیوتاؤں کے یگیہ کرتا ہے - اور بہبود خلایق مدّنظر نہ رکھ کر ان سے اپنی خاص مرادیں پوری کیا چاہتا ہے - چونکہ یہاں بھی ثمرۂ عمل کام کر رہی ہے - وہ آرزوئیں بے شک پوری ہو جاتی ہیں - لیکن ایسے شخص ثمروں کے غلام محدود ثمرہ ہی پاتے ہیں - اور لوٹ لوٹ کر پھر اسی دنیا میں آتے ہیں - اس مضمون کے کچھ شلوک ہم بھگتی یوگ کی پانچویں فصل میں دے آئے ہیں - کچھ یہاں اور نقل کرتے ہیں ؛

نادانوں کی باتیں ہیں فقط کہنے کی — جن میں ہے لگی ہی اُن کو نہیں پھل کچھ بھی
یہ ویدوں کی بحثوں میں لگے رہتے ہیں — اور سمجھے ہیں ذہن میں کہ سب کچھ ہے یہی

تہ میں خواہش ہے ان کی اور باغ جناں — جنم اور کرم کے پھل کا سودا ہے یہاں
کرنے پڑتے طرح طرح کے ہیں عمل — جنکی ہے جزا حشمت و سازو ساماں

ان حشمت و لذّات میں دل جن کا پھنسا — یا ان باتوں کی سمت دل جن کا گیا
ان کو تصدیق ہو تو کس طرح سے ہو — ہونے نہیں پاتی عقل یکسو اصلا

ویدک ہیں کرم تین گنوں کے اندر — ان تین گنوں سے آ تو ارجن باہر
اضداد سے تحصیل و تحفّظ سے الگ — قائم بالذّات اور ضابط ہو کر

پانی سے بھرا ہوا جو تالاب ہو خوب — مل جاتا ہے اس میں جو ہو جس کو مطلوب
مطلب اتنا ہی سارے ویدوں میں بھی ہے — گیانی کے لئے گیان ہے جسکو مرغوب

تجھ کو ہے یہاں فقط عمل سے سروکار — ثمرے سے تعلق نہیں کچھ اے ہشیار
تو پھل کی چاہ بھول کر بھی مت کر — اور ترک نہ اعمال کا بھی کر زنہار

ہاں یوگ کے راستے سے کر سارے کام — جن میں نہ ہو بھول کر تعلّق کا نام
کہتے ہیں جسے یوگ ہے یکسانیت — یکساں رہ تو کامیاب ہو یا ناکام

یار سلک اعمال جو کہلاتا ہے
تو عقل ہی کی پناہ میں آ ارجن
وہ ...لک عقل سے بہت نیچا ہے
کرم جو محض پھل کا چاہنے والا ہے

۱-۲ شق ۴۲-۴۹

چوتھی فصل مختلف قسموں کے یگیہ

ویدک یگیہ جن اصول پر مبنی ہیں اور جس طرح سے متعلق ہو کر کرنے چاہئیں اُن کا ذکر ہم کر چکے۔ یہاں غور کرنے کے لایق یہ امر ہے کہ ویدک کرم کی بدھی کٹھن ہے۔ اس میں پھیلاو بہت ہے۔ اس کے جاننے والے اب تو اِکّا دُکّا ہی بڑی تلاش سے ملتے ہیں۔ لیکن پہلے بھی ان کرموں کا مشکل ہونا سب تسلیم کرتے تھے۔ بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ کسی ویدک کرم کا مِنّ وعِنّ بدھی کے مطابق پورا ہونا نہایت ہی مشکل امر ہے۔ بودھ اور جین مت کا فروغ بھی اسی باعث سے ہندوستان میں ہوا تھا کہ لوگ کرم کے پھیلاو کو نباہ نہیں سکتے تھے۔ اسی واسطے آچاریوں نے یگیوں کا اصول تو جوں کا توں رکھا مگر اُن کو آسان اور قابل عملدرآمد بنانے میں سعئی بلیغ کام میں لائے۔ اپنشدوں میں جہاں ویدک کرم اور اُن کے کرنے کی بدھی بتائی ہے۔ وہیں بلا ساگری اور بغیر کرم پھیلاو کے صرف دھیان سے یگیہ کرنے بتائے ہیں اور اُن کا پھل وہی دکھایا ہے جو ساگری اور پھیلاو کے ساتھ کرم کرنے کا ہے۔ مثلاً برہدارنیک اپنشد اشومیدھ یگ کرن سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ یگیہ تمام دھیان سے متعلق ہے۔ یہ کرم کا رخ بدل کر

گیان کی طرف لاتا ہے ؎

گیتا میں بھی اسی طرح کرم کا رُخ گیان کی طرف پھیرا ہے - کرم دنیا میں پھنسانے والی چیز ہے - بھگوان موکش شاستر کا اپدیش کر رہے ہیں - کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ بندھن میں ڈالنے والے معمولی کرم کی تعلیم دیں - اس لئے پہلے ہی یہ اصول قائم کیا ہے کہ آدمی کرم کرے مگر اس کے اچھے بُرے نتیجے پر دھیان نہ دے - سِدّھی یا اسِدّھی دونوں کو ایک نظر دیکھے - کامیابی ہوئی تو واہ وا ناکامی ہوئی تو واہ وا - کام کرنا فرض ہے نہ کہ نتیجے پر نگاہ رکھکے طامع اور تنگدل بننا - اس کا بدیہی فائدہ یہ ہے کہ وسیع نظری پیدا ہوتی ہے - اور آدمی خودی اور خود غرضی کے دایرے سے باہر آ کر اوروں کو بے سبب و بلاغرض فیض پہنچانے کی عادت بہم پہنچاتا ہے - اس نفس کشی سے اس کا آئینۂ دل صاف ہوتا ہے - اور وہ جلد تر گیان کا ادھکاری بن جاتا ہے ؎

دوسری بڑی بات گیتا کی تعلیم میں یہ ہے - کہ یہاں محض ویدک یا سمارت یگیہ ہی پر یگیہ کا اطلاق نہیں ہے - بلکہ جو کام ایشور نمت کئے جاتے ہیں - جن میں اوروں کی بھلائی متصوّر ہے - یا جن میں کرنے والے کی روحانی ترقی کا امکان ہے سب یگیہ ہیں اور کرنے کے لایق ہیں - ظاہر ہے کہ آدمی کام کا پتلا ہے - دم بھر خالی نہیں بیٹھ سکتا - کرم کرنا اس کی فطرت میں داخل ہے - لیکن ویدک یگیوں کے پھیلاؤ اور وقت و زر کے خرچ کا متحمل نہیں ہو سکتا - یا ہو سکتا ہے - تو ان میں اس کی رُچی یا خواہش نہیں ہے - ہر ایک کی خواہش کے مطابق بھگوان یگیہ بتاتے ہیں - جیسی جس کی خواہش ہے - جیسی جس کی طاقت ہے - اس کے مطابق یگیہ پسند کرلے اور کرے - ان میں بے شک بعض یگیہ اعلےٰ درجے کے ہیں اور بعض اتنے اعلےٰ درجے کے نہیں - لیکن بھگوان کے طریق پر عمل کیا جائے

تو ہر ایک آدمی کے اونچا اُٹھانے کے واسطے موزوں اور مناسب ہے۔ ترقی کے زینے پر جہاں ایک قدم جما پھر دوسرا اٹھانا اور جمانا کونسی بڑی بات ہے۔ بھگوان جو یگیہ بتاتے ہیں وہ گیانی کے لئے ہیں۔ یوگی کے لئے ہیں۔ بھگت کے لئے ہیں۔ معمولی گرہستی اور کاروباری آدمی کے لئے ہیں۔ غرض سب کے لئے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:۔

ناجی ہے جو۔ جسے تعلق نہ رہا ۔۔۔ اور گیان میں جس کا دل ہے جا کر ٹھہرا
جو یگیہ کے واسطے ہی کرتا ہے کام ۔۔۔ ہو جاتا فنا ہے ایک ایک کام اس کا

٥٧ ارپن ہے برہم اور ہے برہم ہوی ۔۔۔ برہم اگنی میں برہم ہی نے ہے آہتی دی
یہ آہتی ہاں برہم ہی کو پہنچے گی ۔۔۔ ہے کرم میں برہم کی سمادھی جو لگی

دنیا میں بہت ملیں گے یوگی ایسے ۔۔۔ کرتے ہیں جو یگیہ دیوتاؤں کے لئے
برہم اگنی میں اور لوگ یگیہ ہی کو ۔۔۔ کر دیتے ہون ہیں۔ ہے یہی یگیہ انکے

دیتے ہیں حواسوں کی یہاں بعض ہوی ۔۔۔ اس آگ میں کہتے ہیں جسے نفس کشی
اور بعض صدا وغیرہ کے محسوسات ۔۔۔ ہیں نار حواس میں جلا دیتے سبھی

٥٧ اگنی آگ کو کہتے ہیں۔ جو چیز اس میں پھونکی جاتی ہے ہوی کہلاتی ہے۔ ایکبار جو ہوی دیجاتی ہے آہتی ہے۔ نیت باندھکر آہتی دینا ارپن کرنا ہے۔ جس دیوتا کو آہتی دیجائے وہ یگیہ کا دیوتا ادھی یگیہ ہے۔ اس تمام کرم کا نام یگیہ ہے۔ کرنیوالے کو یجمان یا ججمان کہتے ہیں۔ اس منتر میں اصلی گیان یگیہ کا ذکر ہے۔ گیانی کی نظر میں چونکہ جو کچھ ہے سب برہم روپ ہے۔ اس واسطے ارپن ہوی وغیرہ سب برہم کہے گئے۔ اگلے منتروں میں یگیہ بیان کئے گئے ہیں ٭

بعضے کہتے ہیں سب حواسوں کے کام — اور وہ کہ پرانوں[1] سے جو پائیں انجام
یوگ اگنی میں ضبط النفس کی انکو وہ — بہرِ عرفاں پھونک دیتے ہیں تمام

دنیا میں یگیہ ہیں بہت قسموں کے — دولت کے تپ کے یوگ کے بہتیرے
پڑھنے کے بھی ہیں اور ہیں گیان کے بھی — جن کو کہ جتی ہیں برت دھاری کرتے

کچھ لوگ اپان میں چلاتے ہیں پران — کچھ لوگ پران میں چلاتے ہیں اپان
یہ روکتے ہیں نفس کی آمد شد کو — ہے بسکہ پرانایام میں انکا دھیان

بعضوں کا نپا تلا یہاں ہے کھانا — کرتے ہیں ہون پران میں پرانوں کا
یہ یگیہ کے ہیں جاننے والے سب لوگ — اور یگیہ سے اِن کا پاپ ہے دور ہوا

جو شخص ہے یگیہ کا بقیہ کھاتا — وہ ذات قدیم برہم کو ہے پاتا
جو یگ نہ کرے۔ نہیں ہے دنیا اسکی — عقبےٰ کے واسطے کہا کیا جاتا

اس طرح بہت یگیہ ہیں ویدوں میں لکھے — پیدا ہوا سب کو جان تو کرموں سے
یہ سرِ محقق ہوا جب معلوم — حاصل ہوگی نجات بے شبہ تجھے

---

[1] پران قوت کو کہتے ہیں۔ جسم انسانی میں اس پران کے پانچ طرح کے ظہورات ہیں پران اپان۔ ویان۔ اُدان۔ سمان۔ سانس جس قوت سے اندر لے جایا جاتا ہے وہ اپان اور جس سے باہر نکالا جاتا ہے وہ پران کہلاتی ہے۔ پران اپان کے روکنے میں مزاولت کا نام پرانایام ہے جسے پاس انفاس یا ضبط انفاس بھی کہتے ہیں ٭

دولت کے یگیہ سے بہت بڑھ چڑھ کر ۔ ہے گیان کا یگیہ سُن رکھ اے دانشور
ہے گیان وہ شے اسمیں سما جاتے ہیں ۔ جتنے دنیا میں کام ہیں سب یکسر
(ادھیا ۴ - ۳۳ شلوک)

یگیہ کے اس فلسفے کا جس طرف بیان ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ بھگوان کی تعلیم کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ سکام کرموں میں مت پھنسو۔ کام نشکام کرو۔ یگیہ بے شک کرو لیکن وہ یگیہ اپنے خاص کاموں کے سبب سے کرنے کی غرض سے نہ ہوں۔ سکام ویدک کرم ہی یگیہ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی اور آتم انتی کے تمام کام یگیہ میں داخل ہیں۔ جونسا تمہیں مرغوب ہے پسند کرو اور اُسے بھی بلا طمع و نفسانیت انجام دو۔ دولت کے یگیہ وہ ہیں جن میں روپے کا خرچ اور رسوم کا پھیلاؤ ہے۔ ان سے گیان یگیہ بہتر اور بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کرم یوگی محض کرم ہی کا ہو کر نہ رہے۔ بلکہ کرم کے ساتھ گیان کے رستے میں بھی قدم بڑھاتا جائے ۔

پانچویں فصل۔ کرم اور سنیاس

اوپر کی فصل اس مضمون پر ختم ہوئی ہے کہ تمام یگیوں سے گیان یگیہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ دوسرے ادھیائے میں بھی بھگوان کرم یوگ یعنی مسلک اعمال کو بُدھی یوگ یعنی گیان سے نیچے درجے کا بتاتے ہیں۔

ہاں مسلک اعمال جو کہلاتا ہے ۔ وہ مسلک عقل سے بہت نیچا ہے
تو عقل ہی کی پناہ میں آ ارجن ۔ کم حوصلہ پھل کا چاہنے والا ہے
(ادھیا ۲ - ۴۹ شلوک)

یہاں قدرتاً یہ سوال اُٹھتا ہے کہ جب گیان کرم سے اعلیٰ ہے تو گیان کے رستے ہی کیوں نہ چلیں اور سب کرم کیوں نہ چھوڑ بیٹھیں۔ چنانچہ ارجن پوچھتا ہے اور بھگوان جواب دیتے ہیں ؎

ارجن بولا

اے کرشن جی آپ کے عقیدے ہیں اگر — اعمال سے عقل کا ہے رتبہ برتر
لڑنے کا کام جو بھیانک ہے بہت — مجھ سے لینے کا ہے ارادہ کیونکر

باتیں کرتے ہو تم ملی اور جُلی — جن سے کہ مری عقل ہے دھوکے میں پڑی
بات ایک بتایئے مصدق کر کے — جس میں متصور ہو بھلائی میری

شری بھگوان بولے

اے نیک معاش کہہ چکا میں تجھ سے — دنیا میں ہیں لوگوں کے لئے دو رستے
مخصوص ہے گیان سانکھیہ والوں کے ساتھ — مخصوص ہے کرم یوگ یوگی کے لئے

کاموں کے نہ کرنے سے سن اے دانشور — پاتا ہے نشکرمیہ یاں کون بشر
اور کون ہے وہ کہ سب عمل کر کے ترک — پہنچا ہے بھلا کمال کے درجے پر

خالی کب بیٹھتا ہے کوئی دم بھر — کرتا رہتا ہے کام ہر ایک بشر

پرکرتی کے گُن کرانے رہتے ہیں کام — اور سب کرتے ہیں ان کو بے بس ہو کر

جس نے ہاتھ اور پانوں کو تو روکا — پر دھیان کا گھر میں بیٹھے یہ حال رہا
دل ہے کہ لذائذ کے مزے لیتا ہے — وہ شخص ریاکار ہے بالکل جھوٹا

جو اندریوں کو اپنے من سے روکے — کرمیندریوں سے جو کرم یوگ کرے
سب کام کرے پہ بے تعلق ہو کر — اس کا درجہ بلند ہے تارک سے

جو کام مقررہ ہیں ارجن تو کر — اعمال ہیں ترک سے نہایت بہتر
پوری کیونکر حوائج جسمانی — ہونگی تری۔ کام چھوڑ بیٹھا تو اگر

ہاں کرم کا بندھن ہے فقط یہ دنیا — گر یگیہ کے ماسوا کوئی کام کیا
اور یگیہ کے مطالب سے بھی جو کام کرے — اس میں بھی تعلق نہ ہو دل کو اصلا

ا۔۳ ش ۱-۹

ان شلوکوں کی زیادہ تشریح درکار نہیں ہے۔ اوپر کی فصلوں میں ہم یہی مضمون بیان کرتے چلے آتے ہیں۔ آدمی دو طرح کے ہیں۔ ایک گیان مارگ میں چلنے والے۔ دوسرے کرم مارگ میں۔ کرم مارگیوں کی تعداد کثیر ہے۔ اور ان کے واسطے کرم کا رستہ ہی بہتر ہے۔ کرم کے تیاگ سے آدمی نیشکرمیہ یعنی چت کی اس حالت کو نہیں پہنچتا جس میں کرم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی یعنی وہ آتمانند میں مست ہو کر جیون موکش پد کو نہیں پہنچ جاتا۔ اگر اس نے ضد اور ہٹ سے ہاتھ پانوں روک کر کرم کرنے چھوڑ دیئے تو مانسک کرم

نہیں چھوٹ سکتے - اس کے دھیان سے گھوڑے برابر دوڑتے رہیں گے - پس اس کا اپنے آپ کو سنتیاسی سمجھنا سراسر باطل ہے - وہ تو کام برابر کر رہا ہے - اسواسطے مقررہ اور معینہ کام کرتے رہنا چاہئیے - ہاں یہ ضرور ہے - کہ وہ کام صرف یگیارتھ ہوں - خودی اور خودغرضی سے بندھن کا باعث نہ بنیں ؛

روزمرہ کا تجربہ شاہد ہے کہ نوے فیصدی سے زیادہ آدمی اعمال سے زیادہ اونچے نہیں اٹھ سکتے - ان کے واسطے کرم ہی سب کچھ ہے - اگر ارباب حقیقت ان سے یہ کہیں کہ کرم کچھ چیز نہیں ہے - تم حقیقت کی تلاش شروع کرو اور کرو جال میں نہ پھنسو تو نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ نہ اِدھر کے رہیں گے نہ اُدھر کے - پس انہیں کرم سے ہٹانے کی بجائے اُلٹا کرم میں لگائے رکھنا چاہئیے - اور ارباب حقیقت یعنی گیانیوں کو بھی نمونہ دکھانے کے واسطے کرم کرنے چاہئیں - تاکہ اُن کے دیکھا دیکھی یہ بھی کرم کریں اور کرموں ہی کو پہلا قدم بنا کر اونچے درجوں پر چڑھنے کی کوشش کریں - وہ پہلا قدم اوپر کے پیرگراف میں بیان ہو چکا ہے - بھگوان کہتے ہیں ؛

کر تو بھی کرم سارے اسے نیک خصال
کرموں سے ہوا جنک وغیرہ کو کمال
شایاں ہے تجھکو کرم کرنا ہی یہاں
بہبود خلایق کا رہے دل میں خیال

دنیا میں بڑے آدمی جو کرتے ہیں
چھوٹے بھی دم مطابقت بھرتے ہیں
ہیں کام بڑوں کے سب نمونے کے کام
سب پانوں انہیں کے پانوں پر دھرتے ہیں

تینوں لوکوں میں مجھکو ارجن اصلا
کچھ کام نہیں - گرچہ نہیں کچھ کرنا
سب کچھ حاصل ہے غیر حاصل نہیں کچھ
کرتا رہتا ہوں پھر بھی میں کام سدا

میں چھوڑ کے کاہلی و سستی کو تمام / مصروف رہوں اگر نہ کاموں میں مدام
سب طرح سے سب لوگ جہاں کے ارجن / چلنے لگیں رستہ مرا کیا اس میں کلام

میں کام سے ہو جاؤں جو دم بھر عاری / غارت ہو جائیں کائناتیں ساری
عالم میں تمام برن سنکر ہو جاوے / مخلوق تمام ناس ہو بیچاری

ناداں جس طرح با تعلّق ہو کر / کرتے رہتے ہیں کار دنیا یکسر
دانا بھی کرے مگر تعلّق نہ رکھے / بہبود خلائق ہو فقط مدّ نظر

اعمال میں مصروف جو ناداں دیکھے / عقلوں میں فتور ان کے نہ دانا ڈالے
اُن کو کاموں ہی میں لگائے رکھے / اور اُنکی طرح آپ بھی سب کام کرے

ا-۳ شلو ۲۰-۲۶

بھگوان کرم سے لوگوں کو ہٹاتے نہیں ہیں بلکہ انہیں کرم میں لگاتے ہیں۔ معمولی آدمی کو اسواسطے کرم کرنے کی ہدایت ہے کہ وہ کرم کے درجے سے اوپر چڑھا نہیں ہے۔ اگر چڑھے گا تو کرم کے ذریعے سے ہی چڑھے گا۔ گیانی کو اسواسطے کرم کرنا بتلاتے ہیں کہ اُس کی تقلید سے اور لوگ بھی کرم میں لگے رہیں اور بتدریج صفائی قلب حاصل کر کے اعلےٰ مدارج پر پہنچ سکیں۔ سنیاس کے معنی جُہلا میں آج کل یہ سمجھے جا رہے ہیں۔ کہ آدمی پڑھا ہے نہ لکھا ہے۔ نہ گیانی۔ نہ بھگت۔ نہ یوگی ہے۔ بس اس نے گیروے کپڑے پہن لئے اور سب کام چھوڑ دیئے۔ نہ دینی کام کرتا ہے نہ دُنیاوی۔ سوسائٹی پر اس کی حوائج کا بار ہے اور خود وہ آوارہ رہتا ہے یا سادھوؤں کے کسی اکھاڑے میں شامل ہو گیا ہے۔ دن بھر بھٹکتا ہے۔

اور بھنگ چرس پینا بھلا ہے۔ کھانا۔ کپڑا۔ روپیہ پیسا مانگتا پھرتا ہے۔ اور طرح طرح کی بد معاشیاں کرتا پھرتا ہے۔ یہ لوگ آج کل سنّیاسیوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور اس دھرم بھومی بھارت کھنڈ کے واسطے باعث ننگ و عار ہو رہے ہیں ؂

اس قسم کے سنّیاس کی گیتا شاستر میں کیا کہیں بھی تعلیم نہیں ہے۔ بھگوان جس سنّیاس کی تعلیم دیتے ہیں اس کا تعلق من سے ہے نہ کہ دکھاوے اور مفت خوری سے۔ سنّیاس کے معنی کرم چھوڑ بیٹھنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ اصلی سنّیاس وہ ہے کہ آدمی کام سب کرے لیکن ثمرۂ فعل کا خیال دل سے نکالدے اس سنّیاس اور کرم یوگ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؂

جو ثمرۂ فعل کا تعلّق چھوڑے — ہاں کار کرونی کرے بھی سارے
وہ سنّیاسی ہے اور یوگی نہ کہ وہ — جو چھوڑے اگنی ہوتر یا کچھ نہ کرے

سنّیاس ہے جس چیز کا اے ارجن نام — یوگ اسکو ہی تو جان کسے اسمیں کلام
جس نے چھوڑی نہ کرم پھل کی خواہش — یوگی کب ہوسکا وہ لے نیک انجام

ا۔۶ شل ۱۔۲

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس طرح کرم کرتے رہنا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ کہ آدمی تمام دینی اور دنیاوی کام بھی کرے لیکن ثمرہ فعل کے تعلّق سے آزاد رہے۔ ہمارا جواب ہے کہ ممکن کیوں نہیں ہے۔ روزمرّہ کا تجربہ شاہد ہے کہ ہم کام بھی کرتے ہیں اور ثمرۂ فعل کی طرف ہمارا مطلق خیال بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً نہاتے دھوتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ دفتر یا دکان کا کام کرتے ہیں۔ دیکھئے کسی کام میں نہ طمع دل پر غالب ہوتی ہے۔ نہ امید و بیم کا

سوال اُٹھتا ہے۔ نہ نفرت ہے نہ رغبت ہے۔ سب کام سادھارن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر اخلاقی کام بھی سادھارن طور پر کئے جائیں اور فرائض مذہبی بھی انجام دیئے جائیں۔ تو آدمی کو نہ پُن لیپایمان ہوگا نہ پاپ۔ کیونکہ دونوں طرف اس کا خیال نہیں ہے۔ محض فرض کو فرض سمجھکر اسی طرح ادا کر رہا ہے جس طرح نہاتا دھوتا ہے۔ محض جسمانی کام جن میں خواہش و ارادے کا دخل نہیں ہے۔ یہاں قانون سرکاری کی زد سے باہر ہیں اور وہاں ایشوری قانون کی دار و گیر سے۔ بھگوان کہتے ہیں:۔

خواہش نہیں جسکو جسنے دل ہے روکا ۔۔۔ سب سامان جسنے جمع کرنا چھوڑا
جو یاں کرتا ہے محض جسمانی کام ۔۔۔ لوٹ عصیاں نہیں ہے اسکو اصلا

۱-۴ ش ۲۱

لوث عصیاں یعنی کرم بندھن کا سوال اسوقت اُٹھتا ہے۔ جب کام یعنی خواہش کا قدم بیچ میں ہو۔ جب ثمرۂ فعل پر نظر ہو۔ جب اسید و بیم ستاتی ہو۔ تمام قدرتی کام قدرتی طور پر انجام دیئے جائیں تو بندھن کا باعث نہیں ہوسکتے۔ حواس لذّات کی طرف جاتے ہیں۔ انہیں جانے دو کیونکہ ان کا دھرم یہی ہے۔ آنکھ دیکھنے کو بنی ہے۔ کان سننے کو۔ زبان چکھنے کو۔ ناک سونگھنے کو۔ جلد چھونے کو۔ لیکن جہاں رغبت و نفرت کا قدم درمیان میں آیا تو یہی حواس آدمی کے واسطے دنیا میں بندھنے اور پھنسنے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ بھگوان کہتے ہیں:۔

جاتے ہیں جب حواس سوائے لذّات ۔۔۔ دو ٹھگ پڑتے ہیں راستے میں بدذات
رغبت ہے ایک دوسرا ہے نفرت ۔۔۔ ان کے بس میں نہ آتو اے نیک صفات

۱-۳ ش ۳۴

اس سے آگے کے شلوک جس میں ارجن سوال کرتا ہے۔ کہ کس کی تحریک سے آدمی چار و ناچار پاپ کرتا ہے۔ اور بھگوان جواب دیتے ہیں کہ یہ کام اور کرودھ ہیں اور انہیں آتما کے گیان سے دبانا چاہئے۔ ہم گیان یوگ میں دے آئے ہیں۔ یہاں انہیں دوبارہ دینا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ نشکام کرم ممکن ہی نہیں ہیں بلکہ قدرتاً کام نشکام ہی ہوتے ہیں۔ تمام کارخانۂ قدرت میں تمام کام نشکام ہو رہے ہیں۔ صرف آدمی اگیان سے موہا جاکر کاموں کے ثمروں اور نتیجوں میں پھنس رہا ہے۔ اور ان کے باعث سے دُکھ سکھ کا غلام ہے۔ کام نشکام کرنا ہی سنیاس ہے نہ کہ اس کا چھوڑ بیٹھنا +

اس سنیاس کی کاموں کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں۔ ایک کامیہ کرم کا چھوڑنا دوسرے تمام اعمال کے نتائج کا خیال دل سے نکال دینا۔ کامیہ کرم وہ ہوتے ہیں جو کسی خواہش سے کئے جائیں مثلاً یگیہ کیا اور خواہش یہ ہے کہ ہمارا فلاں کام سدھ ہو جائے یا مر کر ہمیں اونچے لوک ملیں۔ یا خیرات کی اور خواہش یہ ہوئی کہ اس سے ہمارا نام ہو۔ ایسے کاموں کے نتائج کا چھوڑنا سنیاس کہلاتا ہے۔ اور تمام اعمال کے نتائج کا خیال خاطر سے کل کر دینا تیاگ یا ترک ہے۔ اٹھارہویں ادھیائے کے شروع میں ارجن نے بھگوان سے سنیاس اور تیاگ کا فرق پوچھا ہے۔ بھگوان نے یہ فرق بھی بتایا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ کون سے کام چھوڑنے کے لایق نہیں ہیں +

شری بھگوان بولے

ترک ان کاموں کا جنہیں خواہش سے ذلیل   بتلاتے ہیں "سنیاس" سب مرد عقیل

اور چھوڑنا اعمال کا ثمرہ سارا	ہے "تیاگ" کی داناؤں کے نزدیک دلیل
باعث بندھن کا چونکہ ہیں سارے کام	سب چھوڑنے لایق ہیں۔ ہے بعضونکا کلام
یگیہ اور تپ اور دان چھوڑو نہ کبھی	بعضوں کا ہے یہ قول ہے سن لے نیک انجام
اس تیاگ کے بارے میں سن لے مرد خدا	بتلاتا ہوں تجھ کو رائے میری ہے کیا
کہتے ہیں جسے تیاگ زمانے کے لوگ	وہ تین طرح کا ہے نہ شک کر اصلا
یگیہ اور تپ اور دان چھوڑو نہ کبھی	کرنے ہی کے لایق ہیں یہ۔ کیا بات انکی
یہ دان تپ اور یگیہ ہیں ایسے سب کام	ہوتا ہے جن سے قلب انساں صافی
ہاں ان کاموں کو بھی جو انسان کرے	پھل چھوڑے اور کچھ تعلّق نہ رکھے
یہ رائے ہے میری اور عقیدہ میرا	سب سے بہتر۔ اگر تو اس کو سمجھے
واجب نہیں ترک ہرگز ان کاموں کا	جن کا کرنا ہے شاستر میں لکھا
جہل و پندار سے انہیں گر چھوڑا	تو ایسا ترک تامسی ہی ہوگا
گر کام فقط اسی غرض سے چھوڑے	دکھ دیتے ہیں تکلیف ہے تن کو ان سے
یہ ترک ہے راجسی۔ سمجھ اے ارجن	پھل ترک کا ملتا نہیں یوں ترک کئے
کرنے لایق ہیں اور مقرر جو کام	کرتے رہیں انکو جان کر فرض مدام

پر چھوڑ کے ثمرہ و تعلق کا خیال | تو ترک ہے ساتوک یہ اے نیک انجام

جو تارک نیک دل ہیں اور ہیں دانا | شک کا نہیں دخل جن کے دل میں اصلا
رغبت انہیں دلپسند کاموں میں نہیں | نفرت نہیں ناپسند کاموں سے ذرا

جب تک ہے جسم ساتھ کیونکر انساں | کر سکتا ہے ترک کام سارے ہی یہاں
جس نے چھوڑی ہے کرم پھل کی خواہش | کہلاتا ہے تیاگی وہی بے وہم و گماں
ا ۔ ۱۸ اش ۲ ۔ ۱۱

یہاں بھگوان صاف کہتے ہیں کہ یگیہ دان تپ ایسے کرم ہیں کہ انہیں نہیں چھوڑنا چاہئے۔ یگیہ میں وہ تمام کرم داخل ہیں جن سے ہم کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ دان یا خیرات وہ کرم ہے جس میں ہم اپنے ہم جنسوں کی حاجت براری کر کے انہیں تربیت کرتے ہیں اور تپ میں وہ تمام کرم شامل ہیں جن سے آتم انتی ہوتی ہے ۞

رہا یہ سوال کہ کوئی شخص ایسا بھی ہے جو کچھ کرم نہ کرے محض بیکار و معطل رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس شخص نے نشکرمیہ کی حالت بہم پہنچائی ہے۔ اس کے واسطے کوئی کرم نہیں ہے۔ وہ آتمانند ہی میں مست ہے۔ اسے نہ کرنے سے غرض ہے نہ نکرنے سے غرض ہے۔ بھگوان کہتے ہیں۔

ہاں جو ہے مست آتما میں اپنی | جس کو ہوتی ہے آتما ہی سے خوشی
جو صابر و شاکر آتما ہی میں ہے | اس کے لئے یاں کام نہیں کوئی بھی

مطلب نہیں کام کرنے سے کچھ اس کا | مطلب نہیں کچھ کام نہ کرنے سے ذرا

دنیا میں نظر آتی ہیں جتنی چیزیں   مطلب نہیں ایک شے بھی اسکو اصلا

ا-۳ ش ۱۷-۱۸

یہ شلوک اس مقام کے ہیں جہاں بھگوان دیوتاؤں کے واسطے یگیہ کرنے کی ہدایت کر کے کہتے ہیں کہ دنیا کے چلتے ہوئے پہئے کا چکر جو اسی قاعدے پر نہیں چلاتا وہ ناپاک ہے اور اس کا جینا بے سود ہے۔ وہاں اس خیال بلند کرنے والے نظارے کا دکھانا کہ آدمی کو آتمانند میں مست ہو کر کچھ کرنا باقی نہیں رہتا اس بات کا اشارہ ہے کہ بھگوان کرم یوگی کو کہاں پہنچایا چاہتے ہیں +

چھٹی فصل۔ کرم اور گیان کا تعلق

پچھلی دو فصلوں میں ہم نے بتایا ہے۔ کہ بھگوان کرم کا رخ پھیر کر کس طرح گیان کی طرف لاتے ہیں اور کرم یوگی کو چڑھنے کے واسطے کونسا بام بلند دکھاتے ہیں تیسرے ادھیائے میں ادھر تو یہ تعلیم ہے کہ یگیہ کرنے چاہیں اور ادھر یہ کہ جو آتمانند میں سرمست ہے اسے کچھ کرنا نہیں ہے۔ اسی ادھیائے میں ارجن کو اپدیش ہے کہ تو کرم کر۔ بڑے آدمی جیسا کرتے ہیں۔ چھوٹے انہیں کے پانوں پر پانوں دھرتے ہیں۔ میں بھگوان ہو کر کام میں مصروف ہوں گو مجھے سب کچھ حاصل ہے اور کچھ بھی غیر حاصل نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ اشارہ بھی ہے +

پرکرتی کے گن کرتے ہیں گو سارے کام   پر کیا ہی ہے افسوس و تعجب کا مقام

پندار میں محو آتما ہو ہو کر   یہ مانتا ہے کہ میں ہی فاعل ہوں مدام

ہاں اہل حقیقت نے ہے آنکھوں دیکھا کرموں میں اور گنوں میں تفریق ہے کیا
اے ارجن گن گنوں میں کرتے ہیں کام یہ جان کے رکھ تو نہ تعلق اصلا

(۱-۳ شلوک ۲۷-۲۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا کرم ہے سب پرکرتی کے گنوں میں ہے۔ آتما گیان سروپ ہونے کی وجہ سے اکرتا ہے۔ لیکن اگیان سے اپنے آپ کو اسی طرح افعال کا فاعل مانکر دُکھ سُکھ بھوگ رہا ہے۔ جس طرح خواب میں عالم خواب کے خیالی افعال میں محو ہوکر اور اپنے آپ کو ان کا فاعل مان کر دُکھ سُکھ بھوگتا ہے۔ چونکہ کرموں کا آتما سے واقع میں کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔ اسواسطے یہ رمز جان کر کہ گن گنوں میں کام کر رہے ہیں تو بے کھٹکے سب کام کر مگر ان میں یہ تعلق نہ رکھ کہ میں ان کا فاعل ہوں اور ان کے نتیجے میرے واسطے اچھے ہوں گے یا بُرے÷

اسی مضمون کو اٹھارہویں ادھیائے میں اور بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور موقع وہ ہے جہاں سنیاس اور تیاگ کا فرق بتا کر یہ کہتے ہیں کہ یگیہ دان اور تپ ایسے کرم ہیں کہ ان کا ترک نا روا ہے۔ شاستر یعنی وید میں جن کرموں کے کرنے کی ہدایت ہے ان کو اپنے جہل و پندار سے چھوڑ بیٹھنا جاہلانہ ترک ہے عاقلانہ اور اچھا ترک یہ ہے کہ جو معینہ و مقررہ کام ہیں۔ ان کو آدمی فرض سمجھکر کرے لیکن ثمرہ فعل و تعلق کا غلط خیال طبیعت سے نکال دے۔ آگے چلکر کہتے ہیں ÷

باعث اعمال کے بتاتا ہوں تجھے تعداد میں پانچ ہیں یہ سن رکھ مجھ سے
جو خاتم فعل سانکھیہ کے درشن میں تکمیل عمل کے واسطے ہیں لکھے

ظرف و فاعل - طرح طرح کے آلات — اور نیز طرح طرح کی ساری حرکات
امداد پھر ان میں دیوتاؤں کی بھی — باعث ہیں یہی پانچ سن لے نیک صفات

جو جو اعمال آدمی ہے کرتا — تن سے من سے زبان سے یا اس جا
اور کار مناسب ہیں کہ برعکس اسکے — باعث یہی اسکے ہیں تو رکھ یاد سدا

جب بات ہے یوں تو اپنی کم فہمی سے — جو دیکھتا اس طرح ہے نادانی سے
فاعل بس آتما ہے میرا نہیں اور — وہ دیکھتا کچھ نہیں ہے بے عقلی سے

ہے مادمتی کا جسکے دل میں نہ خیال — اور بوٹ کی عقل پر نہیں گرد ملال
کل عالم کو بھی مار کر ایسا شخص — ہے مارتا اور نہ بند ھتا اے نیک خصال

ا - ۱۸ اش ۱۳ - ۱۸

یہ شلوک تشریح طلب ہیں - جو جو اعمال کئے جاتے ہیں اُن کے باعث پانچ ہوا کرتے ہیں - جن کے بغیر وہ اعمال ہرگز ہرگز اتمام کو نہیں پہنچ سکتے - اسی وجہ سے یہ پانچوں کے پانچوں ان کے علل یا باعث گردانے گئے ہیں +

اِن میں سے اول ظرف[۱] یا محل وقوع فعل ہے - تمام حرکات مادی و نفسانی مثلاً ہاتھ پانوں ہلانا یا خواہش و نفرت - سُکھ دُکھ وغیرہ کا محل جسم انسانی ہے - پس سب سے مقدم باعث فعل یہ جسم ہے +

دوسرا[۲] فاعل ہے - یہ پندار انانیت یا اہنکار ہے جس کا مشاہدہ ہمیں روز عالم خواب کے خیالی کاروبار میں ہوا کرتا ہے کہ آدمی واقع میں کچھ ہے - اور وہم اُسے کچھ کا کچھ بنا کر اور کچھ کا کچھ دکھا کر کچھ کا کچھ کراتا ہے - آدمی سمجھتا ہے کہ

کرو ہوں" رہا ہوں لیکن یہ اسکی غلطی ہے۔ کرنے کرانے والا وہ اگیان روپ اہنکار
یا خواب کا وہم خودی ہے ✣

تیسرے آلات مختلفہ ہیں۔ ان آلات میں پانچ گیان اندریاں پانچ کرم
اندریاں اور ایک من شامل ہے۔ ان میں سے ایک یا زیادہ اندریاں ہر ایک
کام میں باعث ٹھہرتی ہیں۔ بغیر ان کے کسی کام کا امکان نہیں ہو سکتا ✣

چوتھے حرکات مختلفہ ہیں۔ جن سے پانچوں پرانوں کی طرف اشارہ ہے۔
اندریوں کی طرح پانچوں پرانوں میں سے بھی ایک یا زیادہ ہر ایک کام کا باعث
ہیں۔ کام کے معنی ہی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی یہ اسیوقت
ہو سکتی ہے جب حرکت دینے والی قوت یعنی پران اپنا عمل کر کے باعث بنے ✣

پانچویں باعث دیوتا ہیں۔ اوپر جو چار باعث بیان ہوئے وہ اپنے عملوں
میں اپنے اپنے دیوتاؤں کے محتاج ہیں۔ مثلاً آنکھ کا دیوتا سورج ہے۔ روشنی ہی
میں آنکھ کام کر سکتی ہے۔ بغیر روشنی کام نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اندریاں۔ پران
اہنکار جسم اپنے اپنے دیوتاؤں کے محتاج ہیں۔ انہیں دیوتاؤں کے ہوتے یہ
زندہ ہیں۔ اور کام کرتے ہیں جب کوئی عضو یا حواس معطل ہو جاتا ہے تو
مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ اس کے دیوتا اٹھ گئے ہیں۔ ہر ایک دیوتا کا نام وغیرہ
اور اندریوں پران وغیرہ کا مفصل بیان میں نے "چہل درویش" میں دیا ہے یہاں
زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں ہے ✣

جب صورت حال یہ ہے کہ جو مناسب یا نا مناسب کام تن من بانی سے کیا جاتا
ہے۔ سب میں یہی پانچوں باعث ٹھہرتے ہیں تو جو آدمی اپنی نادانی یا کم فہمی سے
محض آتما کو فاعل گردانتا ہے وہ ظاہر ہے کہ ٹھیک نہیں دیکھتا یعنی اگیان میں پھنسکر
اپنے آپ کو فاعل مانتا ہے حقیقت میں وہ محض گیان سروپ آتما ہونیکی وجہ سے

فاعل نہیں ہے۔ نظارے کا نظارہ ہیں۔ خواب کا خواب ہیں۔ تماشے کا تماشائی فاعل کس طرح ہوسکتا ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو فاعل مانے تو اُسے دھوکا ہو رہا ہے وہ اگیان میں پھنسکر اپنے آپ کو فاعل مان رہا ہے۔ اُسے فعل سے مطلق سروکار نہیں ہے۔ وہ محض بے تعلق ہے۔ یہ کرم کرنے اور اس سے بے تعلق رہنے کا فلسفہ ہے۔ جس کی تعلیم شروع سے بھگوان کرم یوگی کو دیتے ہیں۔ گویا شروع ہی سے اس گیان کی طرف راجع کرتے ہیں۔ تاکہ کرم میں جو اس کی رُچی ہے اس کے مطابق وہ اعمال میں بھی مصروف رہے اور ساتھ ہی گیان کی طرف بڑھتا چلا جائے۔

ساتویں فصل۔ کرم کا آئیڈیل

کرم کا فلسفہ شرح و بسط کے ساتھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کی مدد سے یہ سمجھ لینا آسان ہے کہ گیتا میں کرم کا آئیڈیل کیا ہے۔ دوسرے ہی ادھیائے سے بھگوان ارجن کی توجہ اُس آئیڈیل کی طرف راجع کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

یہ فتح و شکست اور یہ سود و زیاں — اور سکھ دکھ یہ سمجھ کے سب کو یکساں
تو جنگ میں جان و دل سے ہو جا مصروف — اس طرح نہیں ہے لوث عصیاں کا گماں
۲۰۱ ش ۳۸

تجھ کو ہے یہاں فقط عمل سے سروکار — ثمرے سے تعلق نہیں کچھ اے ہشیار
تو پھل کی چاہ بھول کر بھی مت کر — اور ترک نہ اعمال کا بھی کر زنہار

ہاں یوگ کے رہنے سے تو کر سارے کام — جن میں نہ ہو بھول کر تعلق کا نام
کہتے ہیں جسے یوگ ہے یکسانیت — یکساں رہ تو کامیاب ہو یا ناکام

ا - ۲ شش ۴۷-۴۸

ان میں سے ترک اعمال نہ کرنا۔ پھل کی چاہ اور تعلق کا چھوڑنا۔ اور ناکامی و کامیابی میں یکساں رہنا سب ایسے مضامین ہیں جن پر بحث ہو چکی ہے۔ بھگوان اس طریق پر عمل کرنے کا نتیجہ شانتی یعنی تسکین قلب بتاتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

یوگی کو ہے شانتی دوامی ملتی — از بسکہ نہیں چاہ کرم کے پھل کی
باندھا جاتا ہے پھل میں پھنسکر وہ شخص — ہے جو کہ ہوس کار نہیں ہے یوگی

ا - ۵ شش ۱۲

رتبے میں ہے بڑھ چڑھ کے ریاضت سے گیان — اور گیان سے بڑھ چڑھ کے بہت کرنا دھیان
ہے دھیان سے بھی بڑھ کے کرم پھل کا ترک — اس ترک کا شانتی نتیجہ تو جان

ا - ۱۲ شش ۱۲

کرم کرنے اور کرم پھل کی خواہش پر نظر نہ رکھنے کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو کرم بندھن کا باعث نہیں ہوتے اور اسے لوث عصیان نہیں لگتی۔ اس کا ذکر بھی بار بار ہو چکا ہے۔ ہم ذیل میں ایک جگہ سے اور شلوک دیتے ہیں :-

ہے جس کا ہر ایک کام خواہش سے بری — ہوتا ہی نہیں جسکا ارادہ بھی کبھی
گیان اگنی میں سب کام جلائے جو شخص — گیانی کہلاتا ہے زمانے میں وہی

کرموں کے پھل کی بلکہ اسکو نہیں چاہ — اور صابر و آزاد بھی ہے خاطر خواہ
کرموں میں لگا ہوا بھی وہ اے ارجن — کرتا نہیں کچھ بھی اسکی ہے اور ہی راہ

خواہش نہیں جسکو۔ جسنے دل ہے روکا
سب سامان جس نے جمع کرنا چھوڑا
جو یاں کرتا ہے محض جسمانی کام
لوٹ عصیاں نہیں ہے اسکو اصلا

جو مل جائے اسی پہ صابر جو رہے
ہو بے حسد اضداد کو چھوڑے جو پرے
ناکامی و کامیابی جس کو ہو ایک
کرتے ہوئے کام بھی نہ بندھن ہے اسے

۱-۴ سنی ۱۹-۲۲

یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ کرم کرتے ہوئے بھی آدمی کو اسی درجے پر پہنچانے والی ہیں جسپر گیانی پہنچتا ہے۔ ان کے علاوہ بھگوان ایک اور راستہ بھی بتاتے ہیں جس سے کرم یوگی گیانی۔ بھگت۔ اور راج یوگی کی طرح کثرت سے وحدت کیطرف آتا ہے۔ جس طرح گیانی کو یہ ہدایت ہے کہ وہ وحدت کی نظر سے ہر چیز کو دیکھے جسطرح بھگت کو ہدایت ہے کہ وہ تمام دھرموں کو چھوڑ کر ایک بھگوان کا ہو رہے اور جس طرح راج یوگی کو ہدایت ہے کہ صرف بھگوان ہی کا دھیان کرے۔ اسیطرح کرم کرنے والے کو ہدایت ہے۔ کہ وہ اپنے تمام کرم بھگوان کو ارپن کر دے۔ یہاں بھی وہی یکتائی پر پہنچانے والی تعلیم ہے۔ اور اس کے ذریعے سے کثرت کا گمان باطل طبیعت سے نکال کر آدمی وحدت کے کوچے میں داخل ہو گا۔ ظاہر ہے کہ کرم بھگوان کے ارپن کئے جائیں گے۔ تو من ومائی کو پہلے چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ کرم بھگوان کے ارپن کس منہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جس میں من ومائی۔ خودی اور خود غرضی کا دخل ہے۔ یہ مضمون گیتا میں جگہ جگہ آتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں:

اے ارجن دھیان اپنا یا طن میں لگا
کر دل سے مرے سپرد ہر کام اپنا
بے خواہش ہو تو لے من ومائی ہو
اور لڑ بے خوف ہو کے خطرہ کیسا

جو شخص کہ میرے اس عقیدے پہ عمل — کرتے ہیں بلا تخالف و مکر و دغل
اور جن کو کہ سچی ہے عقیدت اس سے — باہر آتے ہیں کرم بندھن سے نکل

لیکن جو کرتے ہیں تخالف اس سے — اور جو لاتے ہیں نہیں عمل میں اپنے
ان کو نہیں گیان سے ذرا بھی بہرہ — جاتی رہی عقل۔ کوئی کیا ان کو کہے

ا۔۳ شش ۳۰۔۳۲

سب سونپ کے اپنے کام حق کو جو بشر — کرتا ہے چھوڑ کر تعلق یکسر
عصیاں سے وہ ہوتا نہیں یوں تر دامن — جوں تر نہ ہو رہ کے آب میں نیلوفر

ا۔۵ شش ۹

ارجن جو کچھ کرے تو یا جو کھائے — یا گیہ کرے۔ کسی کو یا جو کچھ دے
یا جو کچھ تپ کرے۔ تجھے لازم ہے — میرے ارپن وہ صدق نیت سے کرے

یوں نیک و بد اعمال کے تو ثمرے سے — چھٹ جائیگا ہوگا کرم بندھن نہ تجھے
اور ہو گیا سنیاس کے جب یوگ سے مکت — تو مجھ کو پہنچ جائے گا آسانی سے

ا۔۹ شش ۲۷۔۲۸

ہاں اپنے تمام کام مجھ کو جو بشر — کرتے ہیں سپرد محض میرے ہو کر
اس یوگ سے جو یوگ بلا غیرے ہو — اور دھیان جماتے رہتے ہیں بس مجھ پر

ایسوں کو رہا کرتے ہیں جو مجھ میں لگے — اے ارجن جلد تر ہی رحمت کر کے
میں آپ ہی پار کر دیا کرتا ہوں — بحر زخار مرگ اور دنیا سے

ا۔۱۲ شش ۶۔۷

ایک اور نتیجہ خیز مضمون کی طرف بھگوان کرم یوگی کی توجہ منعطف کرتے ہیں اور وہ نہایت ہی غور طلب ہے۔ کہتے ہیں:-

کر سکتے ملوث مجھے اعمال نہیں — اور پھل ہیں نہ خواہش مری دیکھو گے کہیں
اس طرح سے جانتے ہیں مجھکو جو لوگ — چھوٹ جاتے ہیں وہ بھی کرم بندھن یہیں

کرتے رہے کرم جان کر بات یہی — پہلے سب طالب نجات ابدی
کر تو بھی کرم بار اسی باعث سے — پہلوں سے بھی پہلوں نے کہا ہے یوں ہی

ا-۴ ش ۱۴- ۱۵

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو آدمی خود کرم کرے اور جانے یہ کہ بھگوان کو کرم کی کچھ لوث نہیں ہوا کرتی وہ کرم بندھن سے کیونکر چھوٹ سکتا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ بھگوان چیتن روپ ہیں۔ اور چیتن میں کوئی کرم حقیقت میں نہیں ہو سکتا اسواسطے اس کو کرم کی لوث کا امکان تک نہیں ہے۔ جس طرح بھگوان چیتن ہیں اسی طرح کرم کرنے والا جیو چیتن ہے۔ اسے بھی کرم کی مطلق لوث نہیں ہے۔ اگیان سے اپنے آپ کو کرتا سمجھ کر سکھ دکھ بھوگتا ہے۔ اس رمز کو جہاں پہنچا کہ چیتن کو کرم کی لوث نہیں ہے اسیوقت کرم بندھن سے چھوٹ جاتا ہے۔ اسی مضمون کو زیادہ صاف الفاظ میں وہاں بیان کیا ہے جہاں کرم اور اکرم آتما کا فرق سمجھایا ہے۔ کہتے ہیں:-

کیا شے ہے اکرم کرم بھی شے ہے کیا — حیران ہیں دنیا کے یہاں سب دانا
اے ارجن تجھکو میں بتاتا ہوں وہ کرم — تو جس کو سمجھ کے ہو برائی سے رہا

لازم ہے یہ کہ کرم کو تو جانے — لازم ہے بکرم کو بھی تو پہچانے
لازم ہے اکرم کا بھی تجھ کو ہو علم — ہے سِرّ خفی کرم جو بیرے مانے

جو کرم میں ہے اکرم کو یاں پاتا — یا جس نے اکرم میں کرم ہے دیکھا
وہ ہی دنیا میں صاحب عقل بھی ہے — سب کچھ کرتا ہے وہ ہے کرنے والا

ہے جس کا ہر ایک کام خواہش سے بری — ہوتا ہی نہیں جس کا ارادہ بھی کبھی
گیان اگنی میں سب کام جلائے جو شخص — گیانی کہلاتا ہے زمانے میں وہی

۱۹-۱۶-۱۴-۱

بکرم افعال ممنوع ہیں جن سے پرہیز واجب ہے۔ کرم افعال محسنہ ہیں جن کا کرنا جائز یا ضروری ہے۔ اکرم اس حالت کا نام ہے جس میں کسی طرح کا کام کرنا باقی نہیں رہتا۔ چونکہ آتما میں کرنا کرانا کچھ نہیں ہے اسواسطے آتما کا نام بھی اکرم ہے۔ بھگوان کہتے ہیں کہ کرم کا راز بہت خفی ہے۔ کیونکہ جتنا کرم ہے وہ اکرم آتما میں ہے۔ اور ہر ایک کرم کے پس پشت وہی اکرم آتما ہے جسے کرم کی ذرا بھی لوث نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آتما گیان سروپ اور قایم بالذات ہے اور کرم خواب کے نقشے کی طرح اس میں محض بود نمود ی رکھتا ہے کوئی واقعی اور قایم بالذات چیز نہیں ہے۔ جب تک آتما خواہش کے اگیان میں پھنسا ہوا ہے۔ کرم کرتا اور پھل بھوگنے کا دکھ سکھ اُٹھاتا ہے۔ خواہش اور تعلق ووابستگی کا جہاں وہم زائل ہوا اور گیان کی آتش روشن میں سب کرم جلکر خاک سیاہ ہوئے۔ پس کرم یوگی جو کرم کرے اس میں خواہش و ارادہ۔ تعلق ووابستگی۔ ثمرے یا پھل کی چاہ نہ ہونی چاہیے۔ جس طرح محض جسمانی کام ہوتے ہیں۔ اُسی طرح تمام

اخلاقی و دینی کام کرنے چاہئیں - اسطرح کرتا ہوا بھی آدمی کچھ نہیں کرتا - اور اپنے سروپ میں ثابت و قایم رہتا ہے - کرم اس کے واسطے بندھن کا باعث نہیں ہوتے - یہ کرم یوگ کا آئیڈیل ہے +

یہاں ناظرین کو خیال رکھنا چاہیئے کہ کرم سے موکش حاصل نہیں ہوتی ہے یعنی جس طرح بہتیرے بھولے بھالے آدمی سمجھ رہے ہیں کہ کرم ہمیں تار دیں گے - یہ بات نہیں ہے - موکش اگر کرم کا نتیجہ ہو تو اور نتائج اعمال کی طرح ناشوان یا برائے چندے ہی ہوگی - ایسی ناشوان چیز پر موکش کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا - بلکہ کرم کرتے ہوئے بھی آدمی نے یہ پہچانے کہ مجھ گیان سروپ آتما سے کرموں کا کچھ تعلق نہیں ہے - میں سدا شُدھ - بدھ اور مکت ہوں تو اس گیان سے وہ موکش پد کو پہنچے گا - موکش کا باعث گیان ہے نہ کرم - گیان اور کرم دونوں ملکر بھی موکش کا باعث نہیں گردانے جا سکتے - کیونکہ گیان سروپ آتما میں کرم کا ذرا سا بھی لگاؤ نہیں ہے - کرم جتنا ہے اگیان کا ربہ ہے اور اس اگیان کو خاطر سے نکال لینے ہی کی غرض سے خواہش کا چھوڑنا - کرم پھل کا چھوڑنا - کرم بھگوان کے ارپن کرنا - اپنا سروپ پہچان کر کرم کرنا اور اور ذرائع بتائے گئے ہیں +

باب ششم - گیتا میں دھرم اپدیش

پہلی فصل - دھرم کی ماہیت

دھرم کیا چیز ہے - اس کا جواب ہمیں دھرم کے سمندر بھگوان جیمنی کے دھرم

سوتروں یعنی پورب میمانسا شاستر میں تلاش کرنا چاہئے۔ جو ویدک دھرم اور کرم کی نہایت ہی مفصل اور مدلّل کتاب ہے اور جس کا شمار ہمارے چھ درشنوں میں ہے۔ پورب میمانسا کے دوسرے سوتر میں بھگوان جیمنی دھرم کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ دھرم تحریک کے خاصے والی چیز ہے۔ چونکہ سوتروں کا خاصہ ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا کرتے ہیں۔ اسواسطے ان کا سمجھنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ اسی غرض سے ہر ایک سوتروں کی کتاب پر مفصل شرحوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ یہ سوتر بھی تشریح طلب ہے۔ چنانچہ ہم اس کے معنی کھولتے ہیں ۔

گیان کے باب میں آواگون کا ذکر ہوا ہے۔ مرنے کے بعد یہ ستھول شریر یعنی جسم کثیف چھوٹ جاتا ہے۔ پتری لوک میں ارواح اس مادّے کا چولا پہنے رہتی ہیں جو انترکش لوک کے مادّے کا بنا ہوا ہے اور جسکا اظہار کثیف خواہشوں مثلاً بھوک۔ پیاس۔ شہوت و غضب وغیرہ کے جذبات میں ہوتا ہے۔ اور جس کا تجربہ ہمیں خواب کی دنیا میں روز ہوتا ہے۔ مدّت معیّنہ کے بعد جسکی کمی یا بیشی کا انحصار آدمی کے کرموں پر ہے۔ یہ چولا بھی چھوٹ جاتا ہے۔ اور آدمی سوَرگ لوک میں چڑھتا ہے۔ یہاں وہ منوئے شریر میں رہتا ہے۔ یہی دیوتاؤں کا شریر ہے۔ گویا سوَرگ میں وہ دیوتا بھاؤ کو پراپت ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ زمین پر رہکر آدمی کے من نے جسقدر ترقی غور و فکر اور لطیف چیزوں کے رس لینے میں کی ہے یا جتنا وہ روحانیت کے میدان میں بڑھا ہے۔ یہاں انہیں قوائے نفسانی کے رسوں میں مگن رہتا ہے۔ گویا اسکی یہ قوتیں مضبوط ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً جو شخص فلسفی ہے اُسکے غور کرنے کی طاقت، جو شاعر ہے اُسکے نظم لکھنے کی طاقت۔ جو ماہر موسیقی ہے اُسکے

رسیلے کان - جو کرمی - یوگی یا بھگت یا گیانی ہے اس کا کرم - یوگ - بھگتی اور گیان وغیرہ مشق سے مضبوطی پکڑ گئے ہیں +

ایسی ارواح جب سورگ چھوڑ کر پھر جنم لینے کے واسطے زمین کی طرف رجوع کریں گی تو ظاہر ہے کہ پہلے جنم میں جو شوق ان کی طبایع پر حاوی تھے اور ان شوقوں میں جتنی جتنی ترقی انھوں نے اس دنیا میں کر لی تھی اور جو سورگ یعنی عقبےٰ میں مضبوطی کو پہنچے تھے - وہ دوسرے جنم میں اور مضبوطی اور زور کے ساتھ ان کی طبایع میں موجود ہوں گی - یہی وجہ ہے کہ خاص آدمی خاص خاص مذاق اور خاص خاص قابلیتیں لے کر دنیا میں آتے ہیں اور مناسب اسباب کے ملنے سے ان کے میلانہائے طبایع بہت جلد ترقی کر جاتے ہیں - مثلاً بعض بچوں کے کان قدرتاً رسیلے ہوتے ہیں اور وہ گانا بجانا بڑی آسانی سے سیکھ کر رس بھی لینے لگتے ہیں اور قلیل عرصے میں ترقی بھی کر جاتے ہیں - یہی حال شاعری - ریاضی - فلسفے - زباندانی وغیرہ وغیرہ کا ہے - کرمی کرم کی طرف - یوگی یوگ کی طرف - بھگت بھگتی کی طرف اور گیانی گیان کیطرف جھکتا ہے - ان لوگوں کی طبایع پر پہلے جنموں میں یہ شوق حاوی تھے - اور اونچے لوکوں میں رہکر ان میں اور تقویت بہم پہنچی ہے - اس جنم میں یہ لوگ اور ترقی کریں گے - اگلے جنم میں اور - یہاں تک کہ درجۂ کمال یعنی موکش کو پہنچیں گے - اس مضمون کے متعلق یوگ بھرشٹ کی آیندہ ترقی کے بارے میں گیتا کے شلوک میں یوگ کے باب میں نقل کر چکا ہوں - اُن میں سے تین مندرجۂ ذیل ہیں: -

وہ پہلے جنم کی مشق اب یاں آ کے یاد آجاتی ہے جو کہ حاصل تھی اُسے

اور اب پھر ہے وہ سعی و کوشش کرتا تکمیل کے درجے پہ پہنچنے کے لئے

لے اُڑتی ہے وہ مشق اُسے اب پہلی اور بے بس ہو کے کرتا ہے یوگ وہی

ویدوں کے عالم اور عامل سے بہت بڑھکر ارجن ہے یوگ کا طالب بھی

سعئے پیہم میں ہو کے ساعی یوگی سارے پاپیوں کی اپنی کر کے شدھی
حاصل کر کے بہت سے جنموں میں کمال پاتا ہے وہ گتی پرم ہے جو گتی

۱-۶ شلوک ۴۳، ۴۴، ۴۵

یوگ بھرشٹ کی طرح گیانی کو بھی درجۂ کمال یعنی موکش پد بہت جنموں کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں :-

جسوقت بہت جنم گزر جاتے ہیں گیانی مری کنہ ذات کو پاتے ہیں
یعنی جو کچھ ہے وہ ہے ایک ذات بسیط بر لے ایسے نگر نظر آتے ہیں

۱-۷ شلوک ۱۹

یہ انتہائی درجے یعنی موکش کا حال ہے۔ اُن لوگوں کو لیجئے جو تھوڑی ترقی کر کے ایک جنم کے بعد دوسرے جنم میں اس دنیا میں آتے ہیں۔ جیسا کہ بھگوان نے کہا ہے پہلے جنم کی مشق سے چار و ناچار کھنچے جا کر وہ ترقی کرنی چاہتے ہیں۔ یہی ترقی کی تحریک جو ان کے دل میں ہوتی ہے کہ اور قدم بڑھاؤ دھرم کہلاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب بھگوان جیمنی کے سوتر کے معنی ناظرین آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ یہاں عقلی یا نداقی شوقوں سے بحث نہیں ہے۔ صرف ان شوقوں سے بحث ہے جو روحانیت کے بارے میں ہیں۔ مثلاً کرم۔ یوگ۔ بھگتی۔ اور گیان +

جو شخص پہلے جنم میں کرم کی طرف مائل تھا ظاہر ہے کہ دوسرے جنم میں وہ کرم کا اور استوار شوق لے کر آئے گا۔ یہی آدمی ہیں جو پیرا و پکار۔ فیض رسانئے خلایق۔ اصلاح ؛ غیرہ کے کام اٹھایا اور دنیا میں نام پایا کرتے ہیں۔ ان کی ترقی کی

دلی تحریک کرم کی طرف ہے۔ یہی ان کا دھرم ہے۔ ان کو کرم سے ہٹاکر گیان کی طرف لگایا جائے تو یہ نہ اِدھر کے رہیں گے نہ اُدھر کے۔ چونکہ ان کا دھرم ہی کرم ہے اسواسطے یہ جو کچھ ترقی کریں گے کرم کے ذریعے سے کرسکیں گے۔ اسی اصول پر یوگ بھگتی اور گیان کو قیاس ہیں کرنا چاہیئے۔ جس درجۂ ترقی کا آدمی ہے وہ قدم اُٹھاکر اس سے دوسرے درجے پر ترقی کرسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ چھلانگ مار کر وہ ایک دم کسی بام بلند پر جا چڑھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مذہبی معاملات میں سب کو ایک لکڑی ہانکنا غلط اصول پر مبنی ہے۔ بھگوان کی تعلیم ہے کہ اپنے اپنے دھرم یعنی درجہ ترقی کے مطابق ہی آدمی اونچا اُٹھ سکتا ہے۔ اپنے دھرم پر چلنے میں ترقی ہے۔ دوسرے کا دھرم اختیار کرنے میں راہ ترقی مسدود ہوتی ہے۔ اسواسطے وہ خطرناک ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں ؂

اچھا ہے دھرم اپنا نہیں خوبی گو	اوروں کے دھرم سے جو بآسانی ہو
بہتر ہے دھرم میں اپنے مرجانا بھی	اوروں کے دھرم کو تم بھیانک سمجھو

ا۔ ۳۔ شی ۳۵

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنا دھرم مشکل اور بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے کے دھرم میں آسانی اور دلچسپی نظر آتی ہے۔ اسواسطے وہ اپنا دھرم چھوڑکر دوسرے کے دھرم کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ ترقی اپنے ہی دھرم کو کرکے ہوسکتی ہے۔ دوسرے کے دھرم کے اختیار کرلینے سے نہیں ہوسکتی۔ ارجن کشتری ہے۔ اس کا کام ہے دھرم یُدھ میں لڑکر فتح پانا۔ اسی میں اس کی بھلائی ہے۔ یہ اس کرم کو چھوڑکر سنیاسی بننے اور بھیک مانگ کرگزارہ کرنے کو تیار ہے۔ کیونکہ لڑنا کٹھن کام ہے اور کرم

چھوڑ کر سنیاسی بن جانا آسان ہے - مگر یہ بڑی بھاری غلطی ہے - دھرم یدھ
نفس سرکش کے ساتھ جنگ ہے - جب تک آدمی اس کو نہیں جیت لیتا کیونکر
ممکن ہے - کہ وہ برہم گیانی بن کر تمام کرم کرنا چھوڑ دے - اسواسطے بھگوان کی
تعلیم ہے کہ اپنے دھرم میں اگر خوبی نہ بھی ہو اور دوسرے کا دھرم آسان معلوم
دے تو بھی آدمی کو اپنے ہی دھرم پر چلنا چاہئے - دوسرے کے دھرم کی طرف
نہیں جانا چاہئے ؛

دوسری فصل - چار ورن اور چار آشرم

اوپر کی فصل میں ہم نے بتایا ہے کہ دھرم روحانیت میں ترقی کرنے کی دلی تحریک
کا نام ہے - چونکہ آدمی مختلف ہیں - کرموں کی وجہ سے ان کی ترقی کے درجے
مختلف ہیں - اور ان درجات کے اختلاف سے میلان طبائع مختلف ہیں -
اس واسطے سب کا دھرم ایک نہیں ہو سکتا - بلکہ اختلاف درجات سے انکے
دھرم بھی مختلف ہی ہوں گے - ایک کے واسطے ترقی کی ایک راہ مناسب
حال ہے - دوسرے کے واسطے دوسری - یہ سوال اُٹھا اس طرح ہے کہ ارجن
کشتری ہے اور اس کا کام دھرم یدھ میں مردانہ وار لڑنے کا ہے - اسی طرح
وہ ترقی کر سکتا ہے - مگر وہ اسے چھوڑ کر سنیاسی بنا چاہتا ہے اور بھیک
مانگ کر گزارہ کرنے کو تیار ہے - گویا کرم سے بالکل دست بردار ہوتا ہے -
اور آتم گیانی کی طرح کچھ نہیں کیا چاہتا - جس کی نسبت بھگوان کہتے ہیں :-

جس کو ہوتی ہے آتما سے ہی خوشی	ہاں جو ہے مست آتما میں اپنی
اس کے لئے یاں کرم نہیں کوئی بھی	جو صابر و شاکر آتما ہی میں ہے

یہ محض ناممکن ہے کیونکہ درجہ ترقی یعنی اپنا دھرم کچھ اور ہے۔ اور وہ کرنا کچھ اور چاہتا ہے۔ اس طرح روحانی ترقی کی راہ مسدود ہو جائے گی۔ اسواسطے بھگوان اسے کرم ہی کا اُپدیش کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ طریقہ بھی بتاتے ہیں جس سے وہ کرم کرتا ہوا بھی بندھن میں نہ پھنسے۔ بلکہ انجام میں اسی درجے پر جا پہنچے جس پر گیانی پہنچتا ہے۔ کرشن اور ارجن نر اور نارائن کا اوتار ہیں۔ اسواسطے ارجن کو جو اُپدیش دیا گیا ہے وہ تمام نوع انسان پر حاوی ہے÷

آدمیوں کو اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو چار بڑی جماعتوں میں منقسم نظر آتے ہیں۔ کسی ملک میں دیکھ لیجے یا کسی زمانے میں دیکھ لیجے ہر جگہ اور ہر وقت یہی چار جماعتیں نظر آئیں گی۔ اول وہ نا ترقی یافتہ لوگ ہیں جن کا کام زیادہ ترقی یافتہ لوگوں کی خدمت ہے اور اس خدمت سے وہ اپنا گزارہ کرتے ہیں یہ شودر ہیں۔ دوسرے ان سے ترقی یافتہ وہ لوگ ہیں کہ بنج بیوپار۔ کھیتی باڑی۔ حرفت و صنعت سے روزی کماتے ہیں۔ یہ ویش ہیں۔ تیسرے ان دونوں سے بڑھ چڑھ کر وہ جماعت ہے جو ملک وہاں کا انتظام کرتی ہے۔ زبردستوں کی جور و تعدی سے زیردستوں کی حافظ ہے اور امن و امان قایم رکھتی ہے یہ کشتری ہیں۔ چوتھی وہ جماعت ہے جس کا کام تعلیم و تعلّم۔ گیان دھیان۔ یوجا پاٹھ ہے۔ جو آپ بھی کرتے ہیں اور اوروں سے بھی کراتے ہیں۔ یہ برہمن ہیں۔ یہی چار جماعتیں ہر ایک ملک میں اب ہیں۔ پہلے تھیں اور آئندہ ہوں گی۔ کیونکہ نوع انسان کی قدرتی تقسیم یہی ہے۔ اور اسی پر ہر ایک ملک کی سوسائٹی مبنی ہے۔ برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ شودر نام ہمارے ملک کے ہیں۔ لیکن ان اسموں کے مسمّٰے ہر جگہ ملتے ہیں۔ اور ملنے چاہئیں۔ میں نے ان چاروں کی خصوصیتیں تھوڑی بیان کی ہیں۔ بھگوان تفصیل کے ساتھ بتاتے ہیں÷

پرکرتی کے یہ تین گن ہیں ایسے — کوئی ہو۔ نہیں چھوٹنے پاتا ان سے
انسان ہو جو زمین پر رہتا ہے — یا دیوتا جو کہ خلد میں ہیں رہتے

سب برہمن و چھتری و ویش کے کام — اور شودروں کے بھی سن اے نیک انجام
فطرت سے الگ الگ ہوا کرتے ہیں — اور فطرت ہے گنوں سے ماخوذ مدام

ضبط قلب و حواس و زہد و پاکی — عفو تقصیر و راستی کی خوبی
علم و اشراق اور ایشر میں یقین — فطرت سے برہمنوں کے ہیں کام یہی

ہشیاری و شجاعت و استقلال — کرنا نہ فرار جنگ سے اور جلال
دینی خیرات حکمرانی کا کام — فطرت سے ہے چھتری کا اے نیک خصال

کھیتی و گئو رکشا اور کرنا بیوپار — فطرت سے ہیں یہ ویش لوگوں کے کار
فطرت سے شودروں کا ہے کام یہی — اوروں کی وہ خدمت سے رکھیں بس سروکار

کرتے رہتے ہیں اپنے اپنے جو کام — ہے کسب کمال ان کا ارجن انجام

ا۔ ۱۸ اش ۴۰-۴۵

جس طرح اپنے اپنے دھرم کے مطابق کام کرنے سے پرم سدّھی حاصل ہوتی ہے اس کے بارے میں گیتا کے شلوک ہم اوپر دے آئے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے +

یاد رہے کہ بھگوان نے ذاتوں کی تقسیم فطرت انسانی کی رو سے بتائی ہے

مثلاً کہتے ہیں کہ جس شخص میں فطرتاً ضبط نفس - ضبط حواس - زہد - پاکی - عفو تقصیر - راستی - علم و اشراق یعنی گیان اور بگیان اور ایشور میں یقین یعنی آستکتا کی خوبیاں پائی جائیں - وہ برہمن ہے - نہ یہ کہ ایک خاص فرقے یا خاص قوم میں جنم لے - جو لوگ برہمنوں کے گھر میں جنم لیتے ہیں مگر ان خوبیوں سے بے بہرہ ہیں تو وہ اپنے آپ کو یا اور لوگ کہنے کو انہیں برہمن کہا کریں مگر حقیقت میں اُن پر برہمن کا اطلاق نہیں ہوسکتا - اگر کوئی کہلانے والا برہمن پانی بھرتا ہے یا روٹی پکاتا ہے تو وہ برہمن نہیں ہے - شوڈر ہی ہے - اسی طرح اگر دُکان یا کھیتی باڑی یا حرفت و صنعت کا کوئی پیشہ کرتا ہے - یا بدّیا یعنی علم بیچتا پھرتا ہے - اور جو اس کا مول تول کم دے اُس سے لڑنے کو تیار ہوتا ہے - تو وہ بنیا ہی ہے - برعکس اسکے اگر سپاہ میں داخل ہے - یا سرکاری ملازمت میں شامل ہے تو کشتری ہے - برہمن اُسی وقت سمجھا جائے گا کہ جو روحانیت کے اوصاف اور پربیان ہوئے - وہ اپنی ذات میں بہم پہنچائے - اسی پر چاروں ورنوں کو قیاس کرلینا چاہئے ÷

غیر ملک والے جنہیں بعض متعصب ہندو شوڈر یا ملیکش کا نام دیتے ہیں - لیکن ان میں برہمنوں یا کشتریوں کے اوصاف ہیں تو وہ برہمن یا کشتری ہی ہیں - کسی کے کہنے سے شوڈر نہیں بن جاتے - ورنوں کی تقسیم گُن اور کرموں کے لحاظ سے ہے نہ کہ جنم سے - بھگوان نے اور جگہ بھی کہا ہے ÷

چاروں ذاتوں کو میں نے پیدا ہے کیا	اوصاف جدا رکھ کے اور اعمال جدا
خالق میں ہوں پھر بھی تو ان سب کا	تبدیلی ہے نہ مجھ میں خالق ہونا

ا - ۴ مش ۱۳

ذاتوں کے ساتھ گیتا میں چار آشرموں کا بھی ذکر آتا ہے - جو ہمارے ہاں

قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ چوبیس سال کی عمر تک آدمی گورو کی سیوا میں رہکر بِدیا پڑھتا تھا۔ یہ برہم چاری آشرم کہلاتا ہے۔ پھر شہر یا گانوں میں بس کر گرہست کے کاروبار سنبھالتا تھا۔ یعنی شادی کرتا تھا۔ سنتان پیدا کرتا تھا۔ کُنبے کی پرورش کرتا تھا۔ یہ گرہست آشرم ہے۔ اولاد ہوکر ایکانت سیون کرتا تھا یعنی اُپاسنا۔ یوگ۔ گیان میں دھیان لگاتا تھا اور دنیا کے تعلقات چھوڑتا جاتا تھا۔ یہ بان پرست آشرم ہے۔ اخیر سنیاس آشرم ہے۔ جبمیں وہ نردوند ہوکر گیان میں مست رہتا تھا۔ اور کرموں کی قید سے رہائی پاتا تھا۔

یہ آشرم اور ورن اصل میں روحانیت کے لحاظ سے ہیں نہ کہ بیرونیات کے لحاظ سے۔ مثلاً جبوقت تک ممکشو یعنی طالب نجات گورو کی سیوا میں ہے۔ اور خدمت کرتا ہے وہ شودر یا برہم چاری ہے۔ جبوقت تک نشکام کرموں سے من کو شدّھ کر رہا ہے۔ ویش یا گرہستی ہے۔ جبوقت تک اُپاسنا یوگ سے ایکانت سیون میں نفس سرکش کو جیت رہا ہے۔ کشتری یا بان پرست ہے۔ اور جب گیان میں سرمست ہے تو برہمن یعنی برہم گیانی یا سنیاسی ہے۔ جسے اب کچھ کرنا نہیں ہے۔ آچاریوں کے اندرونی روحانیت کے رموز بیرونیات کی رسم و رسوم میں اس غرض سے رکھے تھے کہ روحانی نکتے ہر وقت نظر کے سامنے رہیں۔ اس طرح کے رموز اور بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً گرہستی جو تین لڑوں کا جنیو گلے میں پہنے رہتے ہیں یا سنیاسی جو تین پوریوں کا ڈنڈا ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ یہ اصل میں تر دنڈ یعنی تین طرح کے ضبطوں کی یاددہانی ہے کہ وہ دونوں من کے ضبط سے کام لیں۔ زبان کے ضبط سے کام لیں اور اعمال یعنی کرم کے ضبط سے کام لیں۔ دل میں بُرا خیال نہ اٹھے۔ زبان سے بُرا کلام نہ نکلے اور ہاتھ سے بُرا کام نہ سرزد ہو۔

تیسری فصل۔ دھرم کی دو صورتیں

اوپر کی فصل میں اشارتاً یہ ذکر ہوا ہے کہ دھرم کی دو صورتیں ہیں۔ روحانیات اور بیرونیات۔ روحانیات کے رموز ان لوگوں کے واسطے ہیں جو عقل رسا اور فہم و ذکا رکھتے ہیں۔ اور اس تک و دو میں لگے ہوئے ہیں کہ کنہ حقیقت کو پہنچیں۔ بیرونیات ان لوگوں کے واسطے ہیں جو کاروباری اور عملی آدمی ہیں۔ جن کے واسطے کرم کافی ہیں اور جو اُن کرموں کا فلسفہ سمجھنے کی یا تو قابلیت نہیں رکھتے یا رکھتے ہیں تو صرف فرائض کر دینے سے خوش ہیں۔ فلسفی مسائل سمجھنے کے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پھنسکر سر دردی نہیں اُٹھایا چاہتے۔

ہر ایک پُرانے جان دار مذہب میں عموماً اور ہندو دھرم میں خصوصاً یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ مذہب عوام کے واسطے بھی ہے اور خاص آدمیوں کے واسطے بھی۔ ان دونوں کے مدارج ترقی عقل و اخلاق و روحانیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کی جس بات سے تسکین قلب ہو سکتی ہے دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ مذہب چونکہ دونوں کے واسطے ہے اسواسطے اس میں ایسے اسباب اور سامان ہونے لازمات میں سے ہیں۔ کہ ایک طرف تو وہ غور و فکر کرنے والی فلسفیانہ طبائع کی تسکین قلب کا باعث ہوں اور دوسری طرف اُن لوگوں کی جو کرم کے دایرے سے باہر نہیں آئے ہیں اور جن کے واسطے عملیات یعنی کرم ہی سب کچھ ہیں۔

فلسفی چاہتا ہے کہ وہ ہر ایک بات کی کنہ حقیقت کو پہنچے۔ گرد و پیش جو یہ دنیا نظر آتی ہے کیا ہے۔ اسے کس نے اور کس طرح بنایا ہے۔ میں خود کیا ہوں۔

اور خدا سے میرا کیا تعلّق ہے۔ بندہ کیا چیز ہے۔ موکش کیا چیز ہے۔ موکش ابدالآباد کے لئے ہے یا برائے چندے۔ موکش کی ماہیت اور حصول کے ذرایع کیا ہیں۔ ان ذرایع میں سے کونسا اعلےٰ ہے اور کونسا ادنےٰ۔ اور اس اعلےٰ و ادنےٰ ہونے کے باعث کیا ہیں۔ کرم۔ یوگ۔ بھگتی اور گیان کی علّتِ غائی کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو کیا وقعت اور اہمیت نصیب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اسطرح کے اور بیسیوں سوال فلسفیانہ طبایع میں اُٹھتے ہیں۔ سب کا تعلّق مذہب یا دھرم سے ہے۔ اور انہیں لوگوں کے واسطے مذہبی کتابیں ایسے سوال اُٹھا کر ان کا مشترح اور مدلّل جواب دیتی ہیں۔ ہمارے ہاں مذہب و فلسفہ دو متضاد اور متناقض چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ قدم بقدم چلتے ہیں۔ دلیل کی پوری پوری گنجایش تسلیم کی گئی اور یقین و اعتقاد کا قدم اس وقت درمیان میں آتا ہے۔ جب آدمی عقلی اور استدلالی تسکین پا چکے۔ گیان۔ بھگتی۔ یوگ اور کرم کی بابت اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ وہ سب دھرم کے دایرے میں آتا ہے۔ دھرم کی حد سے باہر نہیں ہے ۔ :

یہ فلسفیانہ سوالات عوام النّاس۔ معمولی اور کاروباری آدمیوں کے دماغ میں نہیں اُٹھتے۔ ان کے واسطے تعقّل و استدلال کی جگہ یقین و اعتقاد کافی ہے۔ اور یہ اس اعتقاد ہی میں خوش ہیں۔ غور و فکر والی طبایع اندرونیات میں گھسنا چاہتی ہیں۔ معمولی آدمیوں کے واسطے بیرونیات زیادہ دلربا اور دلکش ہیں۔ انہیں روحانی رموز و نکات سے بحث نہیں۔ بیرونی رسم و رسوم پر قانع ہیں۔ سوچنے۔ غور کرنے اور دھیان جمانے کی نسبت یہ کرم اور عملیات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ کرم کے نتایج زیادہ نمایاں۔ صاف اور روشن نظر آتے ہیں۔ گھروں میں بیٹھ کر دھیان جمانے کی بجائے۔ یہ میلوں۔ تیرتھوں اور مندروں کو

زیادہ پسند کرتے ہیں۔ فلسفیانہ مسائل کی خشک بحثوں کی بجائے انہیں رسیلی کتھائیں زیادہ دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک ذات بسیط اور محیط کل کی جگہ انہیں چھوٹے چھوٹے دیوتا یا سادھو سنت زیادہ پیارے ہیں۔ جنہیں یہ اپنی چھوٹی چھوٹی مرادوں کا دینے والا سمجھکر پوجتے ہیں اور اس پوجا سے خوش ہیں۔ گیان یگیہ کی نسبت یہ اُن کرم یگیوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جن میں رسوم کا پھیلاؤ ہے اور جو خرچ وقت و زر چاہتے ہیں۔ فلسفی خود سوچ بچار سے کام لیتا ہے۔ انہوں نے سوچ بچار پجاریوں اور عالمان مذہب پر چھوڑا ہوا ہے۔ وہ سوچتے ہیں اور اُن سے جیسا کہہ دیتے ہیں ویسا ہی یہ کرنے کو تیار پائے جاتے ہیں +

مذہب اگر ہمہ گیر ہے اور طبایع انسانی کی رموز اور غوامض پر مبنی ہے تو اس میں ان دونوں قسموں کے آدمیوں کی تسلی اور تسکین قلب کا سامان ہونا ضروری ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ جس درجے پر گیانی کو پہنچتا ہے۔ اسی پر بھولے ہوئے وہ لوگ بھی آپہنچیں جو گیانی نہیں ہیں۔ گیتا میں یہ التزام پایا جاتا ہے اور اسکی ہمہ گیر تعلیم ایسی ہے کہ اونچے سے اونچے گیانی کے واسطے بھی ہے۔ اور نیچے سے نیچے کرمی کے واسطے بھی۔ اور اسپر کمال یہ ہے کہ بھگوان نیچے درجے کے آدمیوں کو تعلیم اس طریق سے دیتے ہیں۔ کہ وہ بھی بتدریج گیانی کے درجے پر آپہنچیں۔ معمولی آدمی فلسفی کی طرح غور و فکر کرکے اپنے واسطے نکات حل نہیں کر سکتا۔ اسواسطے بھگوان کا صاف حکم ہے +

جس نے چھوڑا ہے شاستر کا رستہ اور کرتا ہے کام اپنی مرضی کے سدا
سدھی سکھ اور پرم گتی اے ارجن اس کو ملتی کبھی نہیں ہے اصلا

سو اسطے کل امر و نہی میں اس جا قول فیصل ہے شاستر ہی تیرا

ہاں جان کے شاستر کا رستہ ارجن کرنا جو کام ہے کرا سے مرد خدا
ا۔۱۶ شلوک ۲۳-۲۴

شاستر کی تعلیم میں پہلے ہی یہ التزام ہے کہ بیرونیات کے پرے بہت روحانیات مخفی ہیں۔ جو شخص صدق عقیدت سے شاستر کا راستہ پکڑے گا وہ ہوتے ہوتے خودبخود روحانی رموز کو پہنچے گا اور روحانی ترقی کی منازل اور مدارج بتدریج طے کر جائے گا۔

چونکہ اکثر آدمیوں کا میلان طبع کرم کی طرف ہے۔ بھگوان نے کرم کے متعلق مشرح اور صاف تعلیم دی ہے جو ہم کرم کے باب میں واضح طور پر دے آئے ہیں۔ یہاں اور تشریح کی حاجت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کرم بے شک کرو۔ کرم کا کرنا ترک سے بہتر ہے۔ لیکن کرم نگیا رتھ یا نت کام ہوں۔ آدمی بے تعلق ہو کر کرے۔ نتایج کی طمع سے نہ کرے۔ جو کرم کرے بھگوان کے ارپن کرے۔ اس طرح اسے کرم بندھن کا باعث نہیں ہوں گے بلکہ قلب کو مصفّیٰ کر کے اسے گیان کا ادھکاری بنائیں گے۔

یوگ بھگوان کے ہاں یکسانیت کا نام ہے جس میں فرض کو فرض سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے اور کامیابی و ناکامی دونوں کو یکساں سمجھا جاتا ہے۔ من کے روکنے کا طریقہ بھگوان نہایت ہی دلچسپ بتاتے ہیں یعنی ابھیاسی بھگوان کا دھیان کرے۔ بھگوان کی منوہر مورتی سے زیادہ اور کونسی چیز دلکش اور دلربا ہو سکتی ہے۔

بھگتی اول تو بجائے خود نہایت دلکش اور دلچسپ ہے۔ دوسرے بھگوان کو نہ مورتی پوجا میں اعتراض ہے نہ چھوٹے دیوتاؤں کی پوجا سے پرخاش ہے۔ بلکہ صاف کہتے ہیں کہ جو جس دیوتا کو پوجتا ہے حقیقت میں مجھے ہی پوج رہا ہے۔

کل کائنات کو اپنا جسم اور اس میں اپنے آپ کو رما ہوا بتاتے ہیں۔ اور اس طرح آدمی کو نیچے درجے سے سہارا دیکر وحدانیت پر پہنچاتے ہیں۔ گیان کا کچھ کہنا ہی نہیں ہے کیونکہ تمام گیتا گیان ہی ہی ہے۔ میں نے یہاں چاروں مضامین سے متعلق گیتا کے شلوک نہیں دئے ہیں۔ کیونکہ پہلے بابوں میں جا بجا اُن کے متعلق شلوک دیتا آیا ہوں۔ ہاں بھگتی۔ یوگ۔ کرم وغیرہ سے اپنے ملنے اور پرم گتی پانے کا جو طریق بتاتے ہیں اس کے متعلق بارھویں ادھیائے کے شلوک نقل کرتا ہوں ؛

ہاں اپنے تمام کام مجھ کو جو بشر — کرتے ہیں سپرد محض میرے ہوکر
اُس یوگ سے جو یوگ بلا غیرے ہو — اور دھیان جماتے رہتے ہیں بس مجھ پر

ایسوں کو رہا کرتے ہیں جو مجھ میں لگے — اے ارجن جلد تر ہی رحمت کرکے
میں آپ ہی پار کر دیا کرتا ہوں — بحر ذخار مرگ اور دنیا سے

مجھ میں ہی من لگا تو ارجن اپنا — داخل مجھ میں کر اپنی عقل اور ذکا
آگے چلکر نہیں ہے کچھ اس میں شک — تو واصل بھی مجھی میں ہو جائے گا

مجھ میں نہیں من لگانے کی گر طاقت — اس طرح کہ ہو سکے نہ اس کو حرکت
تو یوگ کی مشق سے مجھے پانے کی — لازم ہے کہ کوشش کرے تو اور ہمت

گر ہو نہ سکے تجھ سے ریاضت ایسی — تو کر اعمال سارے میرے لئے ہی
میرے لئے اعمال کرے گا تو اگر — حاصل ہو جائیگی انہیں سے سدھی

یہ بھی نہیں گر تجھ سے یہاں ہو سکتا — کر کے ہیرے یوگ کا بھروسا یکتا
نفس سرکش کو اپنے قابو کر کے — تو چھوڑ دے دل سے ثمرہ سب پھلوں کا

رتبے میں ہے بڑھ چڑھ کے ریاضت سے گیان — اور گیان سے بڑھ چڑھ کے بہت کرنا دھیان
ہے دھیان سے بھی بڑھ کے کرم پھل کا ترک — اس ترک کا شانتی نتیجہ تو جان

ا-۱۲ ش ۱۲-۶

چوتھی فصل۔ دھرم اور شردّھا

دھرم اور شردھا یعنی مذہب و عقیدہ دو لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ جہاں پہلی ہے وہاں دوسری بھی ہوگی۔ اور جہاں دوسری ہے وہاں پہلی کا ہونا لازمات سے ہے۔ اوپر کی فصل میں ہم نے دو طرح کے آدمی بتائے ہیں جو مذہب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک فلسفی یعنی غور و فکر کرنے والے ہیں اور دوسرے معمولی کاروباری آدمی جو غور و فکر کی بجائے عمل کے شیدا اور دلدادہ ہیں۔ فلسفی تعقّل و استدلال سے یقین اور اعتقاد کے درجے کو پہنچتا ہے اور اس کا اعتقاد مضبوط اور راسخ ہوتا ہے۔ معمولی آدمی کی حالت میں تعقّل و استدلال درکار نہیں۔ بلکہ یہ طبعاً شردّھا یا اعتقاد کا بندہ ہے۔ بچے اور عورتیں استدلال عقلی سے بھاگتی ہیں۔ لیکن دونوں کو جیسی جلدی ہر ایک بات میں اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ جو اعتقاد کی حالت انہیں قدرتی نصیب ہے وہ گیانی یا فلسفی کو بڑی جدّ و جہد اور کوشش عقلی سے بعد نصیب ہوا کرتی ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں پُرزور اعتقاد کا بہم پہنچنا

اہمیات سے ہے ✣

کرم - یوگ - بھگتی اور گیان چاروں میں راسخ الاعتقادی کی سخت ضرورت ہے - اور اس کی وجہ اظہر من الشمس ہے - جو کام بے اعتقادی سے کیا جاتا ہے ۔ وہ کبھی پورا نہیں ہوا کرتا - آدمی کو کسی چیز میں اعتقاد نہ ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ کام اُسے دلچسپ معلوم ہوگا - یا وہ خواہش و ارادے کا زور لگا کر اسے تکمیل پر پہنچانے کی کوشش کرے گا - ایسا کام کرنے والا نہ اِدھر کا رہا کرتا ہے نہ اُدھر کا - اسواسطے ہر ایک کام میں عموماً اور دھرم کے کاموں میں خصوصاً عقیدہ کا استوار اور راسخ نہایت ہی ضروری چیز ہے - اور کوشش کر کے پیدا کرنا چاہئے - اگر شکوک ہیں تو مناسب طریقے سے انہیں دور کرنا چاہئے - مثلاً گورو کی مدد سے - کتابوں کی مدد سے - آپس میں بحث و مباحثے کی مدد سے یا اپنے سوچ اور بچار کی مدد سے - لیکن جب تک شک طبیعت سے نہ نکلے ہرگز توقع مت کرو کہ کچھ ہو سکے گا -

شک کا نتیجہ ہر حالت میں خراب ہے - بھگوان کہتے ہیں ✣

نادان ہیں یا دل میں نہیں جنکے یقین
یا شک ہے جنہیں وہ ناش ہوتے ہیں نہیں
دنیا ملتی نہیں ہے اہل شک کو
عقبےٰ بھی نہیں ملتا ہے اور سکھ بھی نہیں

جس نے ہیں یوگ سے کرم سب چھوڑے
جس کے سب شک ہیں گیان سے دور ہوئے
قادر رہے اپنے سرکش پر جو
اعمال نہیں باندھنے پاتے ہیں اسے

اسواسطے شک کو جو ہے دل میں بیٹھا
پیدا اگیان سے ہے جو تجھ کو ہوا
تو گیان کی تلوار سے کاٹ اے ارجن
اور یوگ میں مصروف ہو اٹھ مرد خدا

ا۔۴ ش ۴۰۔۴۲

پس جس طرح ہو سکے خاطر کے شکوک رفع کر کے مضبوط شردّھا پیدا کرنی چاہئے۔ یہاں ایک اور دقّت کا سامنا ہے۔ آدمی کی طبیعت یا من مایا کا ریہ ہے اور شردّھا کا چونکہ من سے تعلّق ہے یہ بھی مایا کاریہ ہے۔ مایا تین گُن والی چیز ہے۔ اسواسطے من اور شردّھا بھی انہیں تینوں گنوں کے زیر حکم ہیں۔ جس من میں ستوگن کا زور ہے اس کی شردّھا ساتوک ہوگی۔ جس میں رجوگن کا زور ہے اس کی راجسی ہوگی۔ جس میں تموگن کا زور ہے اس میں تموگنی ہوگی۔ تموگنی اور راجسی شردّھا کام کی چیزیں نہیں ہیں۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ شردّھا پیدا ہو اور وہ ساتوک ہو۔ چونکہ ستھول اور سوکشم دونوں جسم غذا سے بنتے ہیں۔ اسواسطے اگر ساتوک غذا کا استعمال کیا جائے تو وہ من کے ساتوک بنانے میں بہت کچھ مدد دے گی۔ اسی طرح ساتوک خیال دل میں رکھو۔ ساتوک باتیں مُنہ سے کہو۔ ساتوک اعمال ہاتھوں سے کرو۔ اس سے من ساتوک ہوگا۔ من سے شردّھا ساتوک ہوگی۔ شردّھا ساتوک ہوگئی تو جو کرم کروگے وہ اچھا پھل دیں گے ؛

یہ شردّھا کا مضمون نہایت ہی اہم ہے۔ خاصکر دھرم کے بارے میں۔ اسی واسطے ارجن نے بھگوان سے سوال کیا ہے کہ جو شخص شاستر کا رستہ چھوڑ کر عقیدت سے دھرم کے کام مثلاً یگیہ وغیرہ کرتے ہیں ان کا عقیدہ تامسی ہے۔ راجسی ہے یا ساتوک بھگوان جواب دیتے ہیں۔ اور اس میں تین طرح کی شردّھا۔ تین طرح کی تپ اور تین طرح کے کھانے کے مضمون کو کھولتے ہیں۔ شلوک مندرجۂ ذیل ہیں ؛

ہوتے ہیں تین طرح کے فطرت سے انسان کے عقائد میں بتاتا ہوں تجھے
پہلا ہے ساتوک ہے راجس دویم اور تیسرا تامس ہے تجھ یاد رہے

ہوتا ہے طبیعت کے مطابق اس جا
رکھ یاد جدا جدا عقیدہ سب کا
پتلا ہے عقیدے کا جہاں میں انسان
جیسا ہے عقیدہ جس کا وہ ہے ویسا

کرتے ہیں دیوتاؤں کی ہی پوجا
جو شخص کہ ساتوک ہیں ارجن اس جا
ہیں پوجتے یکش و راکشش کو راجس
اور تامس بھوت اور پریتوں کو سدا

کرتے ہیں سخت تپ یہاں جو ایسی
ذکر اس کا شاستر میں دیکھا نہ کبھی
پھنسکر دام خودی و مکاری میں
اور حرص وہوا کے بس میں آکر بنی

بے حس سب عنصروں کو بھی اور مجھے
دائم جو رہا کرتے ہیں اندر ان کے
پہنچاتے رہتے ہیں سخت یہ تکلیفیں
شیطانی ہیں غفلتدان کے سارے

کھانا بھی تین ہی طرح کا مرغوب
ہوتا ہے سب کو جان و دل سے مطلوب
تپ دان اور یگیہ کی بھی قسمیں ہیں تین
سن ان کا فرق یاد رکھ اس کو خوب

پیارے ہیں ساتوک کو ایسے کھانے
جن سے عمر اور طاقت و زور بڑھے
صحت سکھ اور خوشی ہو جن سے افزوں
مرغوب۔ رسیلے۔ دیرپا اور چکنے

راجس لوگوں کو ہے وہ کھانا پیارا
جو گھر ہے دکھ کا رنج و بیماری کا
کڑوا کھٹا بہت ہی گرم اور نمکیں
روکھا اور چرپرا جلانے والا

پیارے ہیں تامسی کو کھانے ایسے　　باسی ہیں جو اور جنمیں نہیں کچھ بھی مزے
جھوٹے گئے ہیں یا کہ ہے بدبو جن میں　　ناپاک ہیں یا کہ جو ہیں یکسر جو ٹھے

ا - ۱۷ اش ۲ - ۱۰

پانچویں فصل ۔ دھرم کے کام

اعتقاد راسخ سے دھرم کے جو کام کئے جاتے ہیں وہ آدمی کو پورا پورا فائدہ بخشتے ہیں ۔ اگر سکام یعنی خواہش کے ساتھ ہیں تو جس خواہش سے کئے جاتے ہیں سو وہ پوری ہوتی ہے ۔ اگر نشکام یعنی بے غرض و خواہش ہیں تو ان کے کرنے سے من کا میل دور ہو کر آدمی کو صفائے قلب میسر ہوتی ہے ۔ چاروں ذاتوں کے جو فرائض ہیں اُن کا بیان اوپر ہو چکا ہے ۔ ان کے علاوہ کچھ ساداھارن دھرم کے کام ہیں ۔ جو ہر شخص پر فرض ہیں ۔ اور اُن کا ترک روا نہیں ہے ۔ یہ یگیہ دان اور تپ ہیں ۔ بھگوان کہتے ہیں :-

یگیہ اور تپ اور دان چھوڑو نہ کبھی　　کرنے ہی کے لایق ہیں یہ کیا بات انکی
یہ دان تپ اور یگیہ ہیں سب ایسے کام　　ہوتا ہے جن سے قلب انساں صافی

ا - ۱۸ اش ۵

یگیہ کی بابت ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور گیتا میں ویدوکت یگیہ اور مختلف قسم کے اور یگیہ جو بیان کئے گئے ہیں اور اُن کے کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے سب کی تشریح دی جا چکی ہے ۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے ۔ کہ شردھا کی طرح یگیہ بھی مایا کے گنوں کے لحاظ سے تین قسم کے ہیں ۔ ساتوک ۔ راجسی ۔ تامسی ۔ ان میں سے راجسی اور تامسی یگیوں کو چھوڑ کر ساتوک طریقے سے یگیہ کرنے چاہئیں ۔ تینوں کے خواص کی تشریح بھگوان اس طرح کرتے ہیں :-

وہ یگیہ ہے ساتوک کہ انسان کرے — پھل کی خواہش مگر نہ دل میں رکھے
پابندئ شاستر کے ہو ساتھ وہ یگیہ — اور کرنا ہے فرض یہ ہو دل میں اسکے

اس یگیہ کو راجسی تو اسے ارجن مان — کرنے والے کے دل میں گر یہ ہو دھیان
اس یگیہ کے پھل کا فائدہ مجھ کو ہو — یا جس میں دکھاوے کا فقط ہو ساماں

وہ یگیہ ہے تامسی یہاں کہلاتا — پابندئ شاستر نہیں جس میں ذرا
جس میں ہے نہ دکشنا نہ دان اور نہ منتر — اور حسن عقیدت کا نہیں نام اصلا

۱۷۔ اش ۱۱۔۱۳

دکشنا پجاریوں کو زر دینا۔ دان مستحقوں کو کھانا کھلانا یا خیرات دینی۔ منتر۔ ویدوں کی رچاؤں کا پڑھنا ہے۔ یگیوں کی طرح تپ بھی ساتوک۔ راجسی۔ اور تامسی ہوتی ہے۔ اس میں بھی راجسی اور تامسی تپ چھوڑ کر ساتوک اختیار کرنی چاہیئے۔ تپ جسم کی ہوتی ہے۔ بانی یا کلام کی ہوتی ہے اور من کی ہوتی ہے۔ بھگوان کہتے ہیں کہ

دیو اور برہمن اور گرو کی پوجا — پوجا گیانی کی راستی اور صفا
بے آزاری و برہم چرج اے ارجن — کہلاتی ہے تپ جسم کی رکھ یاد سدا

ایسا ہو کلام دل کسی کا نہ دکھے — سچا ہو۔ بھلائی کا بتائیں سب اسے
یا بیٹھ کے وید و شاستر کا پڑھنا — بانی کی یہ تپ ہے گر تو اسکو سمجھے

خوش دل ہونا کہ شانت رکھنا من کا — کرنا ضبط نفس کہ چپکا رہنا

ہر دم رکھنی صفائے طینت بھی کہتے ہیں من کی تپ اسے اہل صفا

اس تین طرح کی تپ کو جو شخص تپے کامل صدق عقیدت و نیّت سے
کرکے یوگ اور نہ رکھ کے پھل کی خواہش یہ تپ ہے ساتوک تجھے یاد رہے

عزت کی نظر سے یا بڑائی کے لئے کی جاتی ہے تپ جو کسی مکاری سے
سچی نہیں جو اور نہیں جس کو قرار دنیا میں ہیں راجسی تپ اسکو کہتے

جس کا ہے جہالت پہ عقیدہ مبنی اور کرتا ہے تپ جسمیں ہے دکھ اسکو ہی
یا اوروں کی آزار رسانی ہے غرض یہ تپ ہے تامسی یہاں کہلاتی

(ادھیائے ۱۷ اشلوک ۱۴-۱۹)

یگیہ اور تپ کی طرح دان بھی ساتوک۔ راجسی اور تامسی ہوتا ہے۔ ان میں بھی ساتوک دان ہی اختیار کرنے کے لایق ہے۔ بھگوان تینوں دانوں کے خواص اس طرح بیان کرتے ہیں:-

ہو دینے ہی لایق جو۔ گر ایسا ہو دان اور دینے میں نہ ہو غرض کا امکان
دیں دیکھ کے مستحق کو وقت اور جگہ اس دان کو ساتوک تو اے ارجن جان

وہ دان ہے راجسی کہ جب اسکو دیں خاطر میں معاوضے کا بھی دھیان رکھیں
اور ثمرہ خیرات بھی ہو مد نظر یا کام کبیدہ خاطری سے کچھ لیں

وہ دان ہے تامسی نہ شک کیجو ذرا جو ہاتھ سے غیر مستحق کو ہے دیا

دیکھا ہے نہ وقت اور نہ دیکھی ہے جگہ
اور دینے میں خاطر نہ تواضع اصلا

ا - ۱۷ اش ۲۰-۲۲

یگیہ دان اور تپ کے کرنے میں خصوصاً اور دھرم کے تمام نیک کاموں کے کرنے میں عموماً شردھا یعنی صدق عقیدت کے ساتھ ایک اور امر بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی ویدک پرم پوتر منتر "اوم تت ست" کہے۔ اس سے تمام بگھن یعنی خللوں کی شانتی ہوجاتی ہے اور ہر ایک عمل اپنا پورا پورا فائدہ بخشتا ہے۔ یہ متبرک منتر اس بات کو بھی یاد دلاتا ہے کہ ایک ذات پاک حق ہے اور باقی سب مایا کا کارخانہ ہے۔ اسواسطے بھی اس کا ہر ایک کام کے آغاز میں زبان سے کہنا ضروری ہے۔ بھگوان کی تعلیم اس منتر کے بارے میں مندرجۂ ذیل ہے +

اے ارجن یہ جو "اوم تت ست" ہے کلام
ہے تین طرح سے برہم کا ہی یہ نام
اس سے ہی براہمن بنے ہیں اور وید
اور یگیہ جنہیں کرتی ہے مخلوق تمام

کہتے ہیں "اوم" اسی سبب سے منہ سے
ہیں وید کے یاں جاننے والے جتنے
جس طرح لکھا ہے شاستر میں اُس طرح
جب یگیہ اور دان اور تپ ہیں کرتے

"تت" کہکر اور ترک کے خواہش پھل کی
جو موکش کے خواہاں ہیں وہ کرتے ہیں سبھی
یگیہ اور تپ اور دان اے ارجن یاں
جن میں کریا طرح طرح کی دیکھی

"ست" کا ہوتا برتا ہے اے فرخ فال
ست بھاؤ میں سادھو بھاؤ میں استعمال
ہوتا ہے جو نیک کام اسمیں بھی یہ لفظ
بولا کرتے ہیں آدمی نیک خصال

یگیہ اور تپ اور دان میں خاطر کا قیام ۔۔۔ کہلاتا ہے "ست" یاد رکھ لے نیک انجام
اور ان کے واسطے جو کرتے ہیں کام ۔۔۔ اس کا بھی بتاتے ہیں کہ "ست" ہی ہے نام

یگیہ اور تپ اور دان اگر ہیں ایسے ۔۔۔ جو صدق عقیدت سے نہ لوگوں نے کئے
اے ارجن انکو سب "است" کہتے ہیں ۔۔۔ پھل ان کے نہ یاں ہیں نہ وہاں ہیں ملتے

گ - ۱۷ ش ۲۳ - ۲۸

چھٹی فصل - اوتار

اوپر چاروں ورنوں کے دھرم بتائے گئے اور تین سادھارن دھرم یعنی یگیہ ۔ دان ۔ تپ کا ذکر کیا گیا جو ہر شخص کے واسطے یکساں لازمی ہیں ۔ ان کے علاوہ بعض فضائل اخلاقی ایسی ہیں کہ ہر ایک دھرم کی کتاب میں اُن پر عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے ۔ اور بعض رذائل اخلاق ہیں جن سے بچنے کی ہدایت ہوتی ہے ۔ انہیں ہم اخلاق کے باب میں بیان کریں گے ۔ یہ تمام اچھی باتیں جن کا کرنا ضروری ہے اور بُری باتیں جن سے بچنا ضروری ہے دھرم میں داخل ہیں ۔ جس مُلک یا قوم میں ان پر عملدرآمد ہے وہاں دھرم کا پرچار ہے ۔ جہاں عملدرآمد نہیں ہے یا کم ہے وہاں ادھرم کی زیادتی ہے اور دھرم کی کمی ۔ یعنی دھرم میں خلل راہ پا گیا ہے اور اس کی اصلاح ضروری ہے ؛

کارخانۂ قدرت میں ڈیمانڈ اور سپلائی یعنی ضرورت و رفع ضرورت یا مانگ اور اس مانگ کے پورا کرنے کا قانون جاری ہے ۔ جہاں جس شے کی ضرورت پیدا ہوا کرتی ہے ۔ ایسے اسباب بھی مہیا ہو جایا کرتے ہیں جن سے وہ ضرورت پوری

ہو جائے۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی ملک میں ظلم وستم پھیلا ہوا ہے اور زبردست زیردستوں کو پیسے ڈالتے ہیں۔ ایک یا زیادہ شخصیتیں ایسی اُٹھیں گی جو اس ظلم وستم کو مٹا دیں گی اور امن وامان پھیلا دیں گی۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ہندوستان میں طوایف الملوکی سے سخت بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ بعض انگریز ایسے اُٹھے کہ انہوں نے اس طوایف الملوکی اور بدامنی کو دور کرکے سلطنت انگریزی قایم کر دی۔ یورپ میں رومن کیتھولک پادریوں نے عیسائی مذہب میں بہت بدعتیں پیدا کر دی تھیں۔ لیوتھر۔ کوکس اور اور آدمی پیدا ہوئے اور انہوں نے پروٹسٹنٹ مت جاری کرکے ان خرابیوں کی اصلاح کر دی۔ ہندوں کے آچار بچار میں بڑی خرابی راہ پا گئی تھی۔ کبیر۔ نانک۔ چیتنہ مہاپربھو۔ تلسی داس۔ رام موہن رائے اور اور شخصیتیں عالم ظہور میں آئیں اور انہوں نے اصلاح کی راہیں کھولدیں۔ اسی طرح جس قوم یا جس ملک میں جیسی ضرورت وقت ہوتی ہے اسی کے مطابق آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی زمانہ اور کوئی ملک ایسی متبرک شخصیتوں سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ سب جگہ اور سب زمانوں میں ان کا ظہور ہوتا رہتا ہے +

ان شخصیتوں کے ظہور میں جو اصول مخفی ہے وہ یہ ہے کہ قومی یا ملکی خرابیوں کی وجہ سے لوگوں کو دُکھ پہنچتا ہے۔ اور من میں سنکلپ اُٹھتا ہے کہ کسی طرح یہ خرابیاں دور ہوں۔ من کا تعلق اونچے لوکوں سے ہے۔ بہت سے پرزور خیالات کی دھار زور کے ساتھ نکلے گی تو اس کی تحریک اونچے طبقوں میں پہنچے گی اور وہاں لطیف اور متبرک ارواح اُتر کر ان خرابیوں کے دور کرنے کی غرض سے زمین پر آکر جنم لیں گی۔ اور ان خرابیوں کو دور کر دیں گی۔ اسی اُترنے کا نام اوتار لینا کہا جاتا ہے۔ اور اس طرح کے اوتار دنیا میں ہر جگہ ہوتے رہتے ہیں۔ جب تک کوئی قوم بہت سی ابتری کی حالت میں ہے۔ اس کی رہنمائی کے واسطے اعلےٰ شخصیتوں کی

زیادہ ضرورت رہتی ہے۔ ترقی اور تہذیب یافتہ ملکوں میں اتنی تو ضرورت نہیں ہوتی لیکن چونکہ ملکی۔ قومی۔ اخلاقی۔ مذہبی خرابیوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا۔ اسواسطے اونچے طبقوں کے مہاتما زمین پر آتے اور اہل زمین کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں ÷

جب دھرم کو بہت زوال ہو جاتا ہے اور ادھرم کو بہت فروغ ہو جاتا ہے تو بھگوان آپ اوتار دھارن کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ÷

ہو جاتا ہے دھرم کو جب روے زوال | پا جاتا ہے ادھرم جب اوج کمال
اسوقت ہوا کرتا ہوں میں بھی ظاہر | میرا یہی دستور ہے میری یہی چال

جو نیک ہیں ان سب کے بچانے کے لئے | جو بد ہیں قضا اُن کی بلانے کے لیئے
ظاہر ہر ایک جگ میں ہوتا ہوں میں | دنیا کو رہ راست پہ لانے کے لئے

۸ - ۷ ش ۴ - ۱

میرے دوستو۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ جگت چونکہ ایشور کا سنکلپ روپ ہے۔ اسواسطے یہاں جو کچھ ہے ایشور کا ہی اوتار ہے۔ ہر ایک چیز بھگوان کا سادھارن اوتار ہے۔ جہاں بشیش شکتی کا ظہور ہے وہ بشیش اوتار ہے۔ چنانچہ جو نمایاں ظہورات ہیں ان کا بیان بھوتی یوگ میں ہو چکا ہے۔ خاص موقعوں کے واسطے خاص کلا والے اوتار دھارن کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس یکسانیت کی یوگ کی بھگوان نے ارجن کو تعلیم دی ہے۔ اس کے ضمن میں بتاتے ہیں کہ اس یوگ یعنی دھرم کی تعلیم ازل سے جاری ہے اور وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے ÷

یہ یوگ کہا وؔوسوت سے میں نے | سال اسکو بے شمار گو آج ہوئے
اس نے اسرار سب منو کو بتلائے | اور بھید منو سے اکشواکو نے لئے

تعلیم یونہی درجہ بدرجہ ہوئی آخر راجرشیوں تک آپہنچی
لیکن اس بات کو زمانہ گزرا تعلیم وہ ان دونوں میں رائج نہ رہی

میں نے وہی یوگ آج تجھے بتلایا روزِ اوّل سے جو ہے چلتا آیا
تو میرا دوست بھی ہے اور بھگت بھی ہے یہ رازِ خفی کسی نے یوں کب پایا

ا - ۴ مش ۱ - ۳

دوسوت سورج بھگوان کا نام ہے - جن سے پہلا منو ویوسوت پیدا ہوا اور جسکی اولاد سورج بنسی خاندان کے نام سے مشہور ہے - راجرشی وہ شخص ہے جو کشتری دھرم سے ترقی کرکے رشی کے درجے پر پہنچا ہے - چونکہ کرشن کا جنم ارجن کے زمانے میں ہوا ہے - اور دوسوت بہت پہلے گزر چکا ہے - ارجن متعجب ہوکر پوچھتا ہے کہ مجھے اس بات کا کیونکر یقین آئے کہ آپ نے یہ یوگ اسے بتاتا ہے - بھگوان جواب دیتے ہیں *

ارجن میرے جنم بہت سے گزرے اور بیت چکے جنم بہت سے تیرے
ان سب جنموں کو جانتا ہوں میں تو ہاں تیرے جنم نہیں ہیں معلوم تجھے

گو مجھ میں جنم ہے اور نہ کچھ تبدیلی اور سب کا ایشور ہوں بس یاں میں ہی
پرکرتی کا اپنی حکمراں ہو ہوکر مایا سے ہوا کرتا ہوں ظاہر اپنی

ا - ۴ مش ۵ - ۶

یہ بہت سے جنموں کا اشارہ بہت سے اوتاروں کی طرف ہے - جو پہلے وقتاً فوقتاً دھارن کئے جا چکے ہیں - بھگوان چونکہ ایشور یدوی میں سخت ہیں اسواسطے ان سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے - اپنے سب جنم جانتے ہیں -

ارجن چونکہ جیو پیدا ہوا ہے اسے کچھ معلوم نہیں۔ نیز چونکہ بھگوان شدھ۔ بدھ اور جیون مکت ہیں۔ انہیں حقیقت میں جنم ہے نہ تبدیلی ہے۔ ان کا جنم جیووں کی طرح کرم کے بس سے مایا میں پھنسکر نہیں ہوتا۔ بلکہ پرکرتی کے حکمراں ہو کر مایا دی شریر میں ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا کی تمام نیرنگی دیکھتے ہوئے بھی اسے ایک تماشے سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اپنے شدھ۔ بدھ سروپ میں مستغرق ہیں۔ جو انسان سمجھ کر ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ وہ نادان ہیں۔

چنانچہ کہتے ہیں +

مجھ حاکم کے حضور یہ پرکرتی — قائم متحرک کو ہے پیدا کرتی
اے ارجن ہے سبب بھی یہی کہ یہاں — تبدیلی دہر میں ہے ہوتی رہتی

نادان کیا کرتے ہیں میری تحقیر — مجھ کو تن انسان میں سمجھ کر جاگیر
ان کو نہیں کچھ کنہ حقیقت کا پتا — میں ہی ہوں کائنات کا رب قدیر

امیدیں عبث ہیں انکی اور سارے کام — ہے علم عبث اور نہیں تمیز کا نام
بس میں ہیں یہ سب موہنی پرکرتی کے — بیو راکششی و آسری ہی ہے مدام

ہاں جو ہیں مہاتما۔ سہارا ان کا — دیوی مری پرکرتی ہے دیوی مایا
مجھ کو ہی یہ سمجھتے ہیں۔ سمجھکر یہ کہ ہوں — میں علت اولے۔ نہ بدلنے والا

رہتے ہیں مری حمد میں مصروف سدا — ساعی ہیں سدا۔ عزم ہے مضبوط انکا
کرتے ہیں نمسکار مجھے بھگتی سے — اور من کو لگا کر کرتے ہیں دھیان مرا

کرتے ہوئے گیان یگیہ سے بس پوجا
کرتے ہیں بعض اُپاسنا میری سدا
بہتیری طرح سے جان کر ہمہ اوست
اپنے سے متحد اور اپنے سے جدا

ا-۹ ش ۱۰-۱۵

بھگوان کی تحقیر کرنے اور اُن کے نہ جاننے کا باعث یہ ہے کہ بھگوان مایا سے گھرے ہوئے ہیں۔ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو مایا کے پار نگاہ کر سکتے ہیں۔ یعنی گیانی ہیں۔ اسی بات کو کھولتے ہیں ؛

میں سب کے جاننے میں آیا ہوں کب
مایا سے گھرا ہوا ہوں۔ پوچھو جو سبب
دنیا جاہل ہے تہ کو پہنچا ہے کہاں
تبدیلی سے مجھکو نہ جنم سے مطلب

میں جانتا ہوں زمانِ ماضی کا حال
معلوم مجھے ہے حال اور استقبال
پر مجھکو جانتا نہیں کوئی بھی
اے ارجن دیکھ تو یہی میرا کمال

روزِ اول ہی ساری یہ مخلوقات
موہی جاتی ہے راست سمجھو یہ بات
اُلجھتی رہتی ہیں رغبت و نفرت سے
اضداد کی جوڑیاں جو ہیں جہل کی ذات

ہاں جو ہیں مرد نیک باصدق و صفا
اور جن کے پاپ کا ہے انجام ہوا
اضداد کے جہل سے رہا وہ ہوکر
بھجتے ہیں مجھکو صدق دل سے اسجا

ا-۷ ش ۲۵-۲۸

جو بھگوان کو پہچان کر اس طرح بھجتے ہیں۔ ان کو پھر جنم نہیں ہوتا بلکہ وہ بھگوان ہی کو پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ پرتگیا کرتے ہیں ؛

تقدیس مآب جنم اور کرم میرا
جس نے یہ جوں کا توں جہاں میں سمجھا

مر کر ہوتا نہیں ہے پھر اس کو جنم — وہ مجھ کو پہنچ جاتا ہے اسمیں شک کیا

خواہش خوف اور غضب کو یکدم کھو کر — اور جان و دل سے محض میرے ہو کر
بہتیرے ہو کے گیان اور تپ سے پاک — پہنچے ہیں مجھکو لوٹ دنیا دھو کر

جس طرح کوئی پاس پہنچتے ہیں مرے — ویسا ہی سلوک کرتا ہوں میں اُن سے
سب طرح سے سب لوگ جہاں کے ارجن — میرے ہی راستے پہ ہیں یاں چلتے

ا - ۴ - ش ۱۰ - ۱۱

ساتویں فصل۔ دھرم کا آئڈیل

دھرم کے آئڈیل کا اوپر کی فصلوں میں ضمناً ذکر آچکا ہے۔ یہاں ہم خلاصے کے طور پر دو چار باتوں کا از سر نو تذکرہ کر کے بعد میں گیتا کے شلوک دیں گے۔ اول بڑی بات یہ ہے کہ آدمی نے اپنے دھرم کو پہچان لیا تو آگے رستہ صاف ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جن حالات زندگی میں وہ رہتا ہے وہاں کے فرائض تہ دل سے تمام و کمال انجام دے۔ دوسرے اپنے میلانہائے طبع کو دیکھے۔ کہ کرم کا شوق ہے۔ یوگ پر دل لگتا ہے۔ بھگتی میں رس آتا ہے۔ یا گیان کی طرف طبیعت دوڑتی ہے۔ ان میں سے جونسا شوق نہایت پُرزور ہے اُدھر توجہ کرنی چاہیے۔ گورو اور شاستر میں پوری پوری شردھا یا اعتقاد چاہیے۔ شکوک طبیعت میں اُٹھیں تو جس طرح ہو سکے انہیں رفع کرنا مناسب ہے اور اعتقاد کی حالت پیدا کرنی لازم ہے۔ ورنہ

نہ آدمی ادھر کا رہیگا نہ اُدھر کا +

بعض صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک زندگی ایک ہی مرحلے کے طے کرنے میں صرف ہو جاتی ہے - اور آدمی آگے قدم نہیں بڑھا سکتا - بعض مرتبے ایک مرحلہ طے ہو کر دوسرا شروع ہو جاتا ہے - یہ آدمی کی ترقی پہ منحصر ہے - اور اس کا اندازہ ہر ایک شخص خود کر سکتا ہے - بھگوان کی تعلیم میں بڑی بھاری خوبی یہ ہے کہ جس درجے یا جس میلان طبع کا آدمی ہے اسی درجے اور اسی میلان طبع کے ساتھ برابر ترقی کرتا جائے - اور آخر اس درجے پر پہنچ جائے جسپر اونچے سے اونچا گیانی پہنچتا ہے - دھرم کا آئیڈیل اٹھارہویں ادّھیائے کے مندرجۂ ذیل شلوکوں میں نہایت ہی واضح طور سے بیان ہوا ہے +

کرتے رہتے ہیں اپنے جو کام ۔۔۔ ہے کسب کمال ان کا ارجن انجام
حاصل یہ کمال جس طرح ہوتا ہے ۔۔۔ وہ بھی تجھ سے بیان کرتا ہوں تمام

جو برہم ہے جزو اور کل میں ساری ۔۔۔ جس سے ہے وجود سب کا سب کی ہستی
اعمال سے اپنے کرکے اس کی پوجا ۔۔۔ انسان کو ہوتا ہے کمال اور سدھی

اچھا ہے دھرم اپنا نہیں خوبی گو ۔۔۔ اوروں کے دھرم سے جو با سانی ہو
جس کے لئے فطرت نے بنایا ہے جسے ۔۔۔ وہ کام کرے تو پاپ کیسا اس کو

انسان کو چاہئے نہ ہرگز چھوڑے ۔۔۔ ہوں کام جو فطرتی بُرے بھی اسکے
ہر کام گھرا ہوا بُرائی سے ہے یوں ۔۔۔ جس طرح دھواں آتش سوزاں کو ڈھکے

ہاں کام کرے سب انہیں دل کو نہ پھنسائے ۔ خواہش کو چھوڑے نفس کو بس میں لائے
سنیاس سے نیشکرمیہ کی یوں ارجن ۔ کس طرح نہ انسان پرم سدھی پائے

ا-۱۸ش ۴۵-۴۹

کرکے جس طرح سے یہ سدھی حاصل ۔ انسان ہوتا ہے برہم سے جا واصل
میں مختصرؔ اسنا تا ہوں وہ تجھ کو ۔ ہے جو کہ پرم گیان کی حدِّ فاصل

دے وے کر اپنی عقل صافی کو جلا ۔ من روک کے مستقل مزاجی سے سدا
آواز وغیرہ چھوڑکر محسوسات ۔ اور ہو کر رغبت اور نفرت سے رہا

من روک کے اور روک کے تن اور زباں ۔ کم خور اور زاویہ نشیں ہو کے یہاں
مصروف ہمیشہ دھیان میں رہ رہکر ۔ بیراگ کا لے کے آسرا با دل و جاں

سب چھوڑ کے زور اور کبر اور خودی ۔ اور خواہش و غصّہ اور سامان سبھی
ہو جاتا ہے شانت بے من و مائی جو ۔ شان اسمیں ہے برہم کو پہنچ جانے کی

ہوتی ہے پہنچ کے برہم کو ایسی صفا[۵۱] ۔ خواہش رہتی ہے کچھ نہ افکار اصلا
یکساں نظری سے دیکھکر موجودات ۔ سچی بھکتی ہے میری حاصل کرتا

---

۵۱ برہم کو پہنچنے کے یہ معنی ہیں کہ میں برہم ہوں یہ نشچے ہو جائے یہاں تک شرون اور منن کا کام ہے اس سے ترقی کر کے ندھدھیاسن یعنی محویت کا درجہ بہم پہنچتا ہے اور جسمیں آدمی کشف حقیقت سے واصل حق ہوتا ہے جو اس کی عین ذات ہے اور جو اگلے منتر میں بیان ہے ؂

بھکتی سے وہ جان لیتا ہے مجھکو اب — جیسا اور جو ہوں میں حقیقت سے سب
اور اس طرح جانکر حقیقت سے مجھے — داخل ہوتا ہے مجھ میں بے رنج و تعب

لے کر یہ شخص یوں سہارا میرا — کرتا ہوا کام بھی سبھی اور سدا
رحمت سے میری لا یزالی وہ مقام — پاتا ہے تغیّر نہ ہو جس میں اصلا

میرا ہی ہو کے چھوڑ کر مجھ پر کام — سب اپنے نہ دل سے سُن اے نیک انجام
اور مسلک عقل کا تو رہرو ہو کر — ارجن مجھ میں ہی دل لگا اپنا مدام

دل مجھ میں لگا کے میری رحمت سے یہاں — ہو جائیں گی مشکلیں تری سب آساں
پندار سے گر بات نہ مانے گا مری — ہو جائے گا برباد بلا وہم و گماں

پندار سے گر یہ ہی کہے جائیگا — میں ایسی لڑائی نہ لڑوں گا اصلا
فطرت تیری تجھے لڑائیگی ضرور — ثابت ہوگا خیال باطل تیرا

فطرت سے مقرر ہوا جو کام ترا — تو اس سے بندھا ہوا ہے ارجن اسجا
پندار سے گر جان چرائی اس سے — مجبورًا خود بخود وہ کرنا ہوگا

ایشر مخلوق کا سن اے دانشور — رہتا ہے مقیم سب کے دل کے اندر
مایا سے سب کو وہ نچاتا ہے یوں — کٹھ پتلی کو نچائے جوں بازیگر

اُس کا ہی آسرا تو اے ارجن لے ۔ ہر طرح کے اعتقاد اور نیت سے
وہ شانتی جو کہ لایزالی ہے تمام ۔ ملجائے گی بس اسی کی رحمت سے تجھے

د ۔ ۱۸ اش ۶۵ ۔ ۶۲

یہ شلوک صاف ہیں ۔ بھگوان کہتے ہیں کہ جو اپنے فرائیض نیک نیتی سے انجام دیتے رہتے ہیں انجام میں انہیں کسب کمال ہوتا ہے ۔ پس اگر بادی النظر میں اپنے کام بُرے بھی معلوم ہوں تو بھی انہیں کرنا چاہئے اور انہیں سے جزو کل میں ساری برہم کی پوجا لازم ہے ۔ یہ فرائیض اس طرح انجام دینے چاہئیں کہ من پر قابو ہو ۔ آدمی خواہش و نفرت کے بس میں نہ آئے ۔ اور ان میں دل نہ پھنسائے ۔ اس طرح وہ نشکرمیہ سِدّھی کو پہنچے گا یعنی اس حالت نفس میں جا کر قیام کرے گا جس میں کرم کرنے کی ضرورت نہیں رہا کرتی ۔ یہ برہم میں وصل پانے کی راہ ہے ۔ کیونکہ نشکام کام کرنے سے قلب صافی ہوتا ہے ۔ اسکی شرح ہم کرم کے باب میں کر آئے ہیں ؛

قلب صافی ہو گیا تو عقل میں جلا آئے گی ۔ من رُکے گا ۔ محسوسات اور لذات کی طرف نہیں دوڑے گا ۔ آدمی دھیان میں بیٹھ سکے گا ۔ طبیعت میں شانتی آئے گی اور آخر من وما ئی ۔ خودی و خود غرضی طبیعت سے حک ہو جائیگی یہ برہم کو پہنچ جانے کی شان ہے ۔ برہم کو پہنچنے کے یہ معنی ہیں کہ میں برہم ہوں یہ نشچے ہو جائے یہاں تک شرون اور منن کے درجے ہیں ۔ ان سے ترقی کر کے محویت کا درجہ بہم پہنچتا ہے ۔ یعنی بھگوان کی کنہ حقیقت کو پہنچکر آدمی انہیں داخل ہوتا ہے یعنی برہم روپ ہو جاتا ہے ۔ یہ لایزالی مقام پانا ہے ۔ جس میں تغیر و تبدل کبھی راہ نہیں پاتا ۔ کیونکہ یہاں آ کر آدمی وحدت کے درجے کو پہنچ گیا ۔ اس کی نظر میں اب صرف ایک وجود ہے ۔ جس میں دوئی کا مطلق دخل نہیں ہے

یہاں کوئی مشکل سرکرنی باقی نہیں رہتی۔ اس طرح اپنے اپنے کرم کرنے سے ہی پرم سدّھی یا موکش نصیب ہو سکتی ہے ✤

اخیر میں ارجن کو بھگوان کی ہدایت ہے۔ کہ تیرا جو کام فطرتی ہے۔ تو اس سے بندھا ہوا ہے۔ اگر پندار سے اس کے کرنے سے جان چرائے گا۔ تو تجھے مجبوراً خود بخود کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان مایا کاریہ ستھول سوکشم۔ اور کارن شریروں کا مالک چیتنا تیرے قلب میں جاگزین ہے۔ اور اس نے مایا سے نجات پانے کا یہی رستہ مانا ہے۔ کہ جس ایمان سے شریر کا گرہن کیا ہے اسی ایمان کے مطابق طریق نجات پر کاربند ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جس درجے میں تو ہے اُسی کے مطابق عمل کرے یعنی دھرم یدھ میں نفس سرکش پر فتح حاصل کرے اور ابھی کرم چھوڑ کر سنیاسی بننے کا فکر نہ کرے۔ یہی صدق نیت وطینت سے اس کا آسرا لینا ہے۔ اور اسی سے لازوال شانتی تجھے نصیب ہوگی ✤

یہ دھرم کے متعلق گیتا کی شانتی دینے والی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر پہنچانے والی تعلیم ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پر عمل کرکے دھرم یدھ میں فتح نصیب ہوتے ہیں اور لازوال شانتی کو پہنچتے ہیں ✤

باب ہفتم۔ گیتا کی اخلاقی تعلیم

پہلی فصل۔ فضائل ورذائل اخلاق

اخلاق کے متعلق بہت سے اہم۔ نتیجہ خیز اور نہایت ہی دلچسپ سوالات ہیں۔

ان کی بحث فرنگستانی فلسفے میں کتب اخلاق میں دی جاتی ہے یا علم النفس کے رسالوں میں۔ فرنگستانی فلسفے کا میلان بالعموم یہ پایا جاتا ہے کہ اخلاق مذہب سے علیحدہ شے ہے۔ اور دونوں غیر متعلق و غیر مربوط ہیں۔ ہمارے ہاں جس طرح فلسفہ و مذہب ساتھ ساتھ چلتا ہے اسی طرح اخلاق اور مذہب کا بھی باہم میل جول ہے۔ ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں شمار ہوتی ہیں۔ فرنگستان میں بعض کیفیات طبع انسانی کو محض اخلاقی بتایا جاتا ہے ہمارے ہاں وہ دھرم میں داخل ہیں۔ مثلاً منو مہاراج دھرم کے یہ دس خواص یا لکشن بتاتے ہیں۔ "استقلال۔ عفو۔ ضبط نفس۔ ضبط حواس۔ صفائی۔ قایم العقلی۔ تحصیل علم۔ صدق۔ چوری نہ کرنا۔ خفا نہ ہونا"۔ اور شاستر کار مثلاً یاگیہ ولکیہ برہسپتی وغیرہ اور مختلف پورانیں دھرم کے لکشن مختلف طور پر دیتی ہیں۔ ہاں سب میں متحد بات یہ پائی جاتی ہے کہ مذہب و اخلاق دونوں ملے جلے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں ہیں +

یہ تو فضایل و رذایل اخلاق کا تذکرہ ہے۔ فرنگستانی کتب اخلاق میں جو فلسفیانہ بحثیں اُٹھائی جاتی ہیں۔ اُن کا بیان ہمارے ہاں مذہبی کتب میں بھی آتا ہے۔ اور درشن شاستر یعنی کتب فلسفہ میں بھی۔ غرض ہمارے ہاں اخلاق کو مذہب و فلسفے سے علیحدہ شمار نہیں کیا جاتا۔ جو مذہب ہے اسی کے ساتھ فلسفۂ عقلی ہے اور فلسفۂ عقلی و مذہب کے ساتھ ساتھ فلسفۂ اخلاق ہے۔ چنانچہ جن سوالات سے فرنگستانی فلسفۂ اخلاق میں بحث ہوا کرتی ہے۔ اُن میں سے بہتوں کا حل ہم اس کتاب کے پہلے پانچ بابوں میں کرچکے ہیں۔ مثلاً انسان کیا ہے۔ خدا سے اس کا کیا تعلق ہے۔ آتما اپنے ہم جنسوں سے کیسا اور کس طرح سلوک کرنا چاہیے۔ اور کیوں کرنا چاہیے۔ اچھے کرموں کا اصول کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اچھے کرموں کا کچھ بیان چاروں ذاتوں کے فرایض کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ یہ تمام اخلاقی فرایض ہیں۔ سولھویں ادھیائے میں بھگوان نے دیو اور اسُر سمپت یعنی طبینت ملکوتی و شیطانی کا بیان کیا ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ فضایل و رذایل اخلاق کیا ہیں۔ اور وہ اس طرح۔ کہ طبینت آدمی وہی لیکر پیدا ہوتا ہے جو اس کے پچھلے جنموں کے کرموں کا پھل ہے۔ اگر وہ کرم اچھے ہیں تو ظاہر ہے کہ طبینت ملکوتی میں پیدا ہوگا۔ اگر بُرے ہیں تو طبینت شیطانی میں۔ چونکہ یہ دونوں طرح کی طبینتیں اسی کی بنائی ہوئی ہیں۔ انکی اصلاح بھی وہ خود ہی کر سکتا ہے۔ پس جو فضایل طبینت ملکوتی میں بیان ہوئے ہیں وہ کوشش بلیغ اور سعیٔ فراواں سے اپنی ذات میں بہم پہنچانے چاہئیں۔ بھگوان کہتے ہیں:

بے خوفیٔ طبع اور باطن کی صفا ٹھیراؤ گیان یوگ میں خاطر کا
فیاضی۔ یگیہ کرنا اور ضبط حواس علم اور ریاض۔ سیدھا سادہ ہونا

غصے کا نہ ہونا اور بے آزاری سچ۔ ترک و سکون اور نہ کھانی چغلی
لالچ کا نہ ہونا۔ رحم سب پر کرنا سنجیدگیٔ طبع۔ حیا اور نرمی

عفو اور جلال و حلم کا بھی ہونا کبر اور حسد نہ ہونی اور ہونی صفا
اے ارجن یہ صفات اس شخص کی ہیں جو شخص ہوا فرشتہ طبینت پیدا

ا۔ ۱۶ اش ۱۔ ۳

یہ فضایل اخلاق بیان ہوئے۔ یعنی ایسی نیکیاں جن پر چلنے سے آدمی راہ ترقی میں گام زن ہوا کرتا ہے۔ جس طرح فضایل اخلاق یعنی نیکیوں کو

سمجھ کر ان پر عمل کرنا اور کاربند ہونا لازمات میں سے ہے۔ اسی طرح رذایل یعنی بدیوں سے بچنا بھی فرض ہے۔ ان کا ذکر طینت شیطانی کے بیان میں ہے۔ بھگوان کہتے ہیں ✣

خلقت دو ہی طرح کی ملتی ہے یہاں ملکوتی و شیطانی یہ ہے راز نہاں
ملکوتی کی سنا چکا میں تفصیل شیطانی کا سناتا ہوں تجھکو بیان

شیطان صفت نہیں سمجھتے اصلا کیا کرنا چاہیئے نہیں کرنا کیا
ان میں نہ صفائی ہے نہ اعمال نیک اور ملتا نہیں ہے راستبازی کا پتا

یہ کہتے ہیں دنیا میں نہیں کوئی خدا جھوٹی ہے یہ۔ ہے نہ اس کا ماوالجا
پیدا ہوئی یکدگر مکے بے میل سے یہ کیا اور سبب ہے اس کا شہوت کے سوا

قایم اس طرح رائے باطل کر کے کم فہم یہ۔ جنکے چت ہیں ناش ہوئے
کرتے ہیں بُرے کام جگت کے دشمن اُٹھتے ہیں جگت کے ناش کرنے کے لئے

انہیں ہے ہوس وہ نہیں جس کا انجام لیتے ہیں مکر و کبر و مستی سے کام
کرتے ناکردنی ہیں اعمال بہت یہ بد چلن اپنے جہل و غفلت سے مدام

وہ فکر ہے ان کی جان کے ساتھ لگا محشر تک بھی نہ ہو سکے جو پورا
شہوات میں روز و شب پھنسے رہتے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ ہے یہی ہے اس جا

پھندوں میں ہزار خواہشوں کے ہیں پھنسے
غصہ ہے کہ شہوات ہیں بس وصف انکے
پوری کرتی ہیں خواہشیں بسکہ انہیں
یہ ظلم سے دولت ہیں اکٹھی کرتے

کہتے رہتے ہیں۔ آرزو یہ دل کی
پوری ہوئی آج۔ دوسری کل ہوگی
ہم نے کر لی ہے اب یہ دولت حاصل
کر لیں گے حصول اور زر آگے بھی

آج اس دشمن کو ہم نے اپنے مارا
اوروں کو بھی کل مارینگے ہے بات ہی کیا
حاصل ہیں حظوظ اور مرادیں ہم کو
قدرت اپنی ہے زور اور سکھ اپنا

ہم عالی خاندان ہیں اور امیر
دنیا میں ہماری ہے بھلا کون نظیر
خوش ہونگے کرینگے یگیہ دینگے ہم دان
یوں جہل میں ہو رہے ہیں یہ شخص اسیر

اٹھتے ہیں طرح طرح کے خاطر میں خیال
انکو گھیرے ہوئے جہالت کا ہے جال
رہتے ہیں پھنسے حظوظ نفسانی میں
اور دوزخ ناپاک ہے بس ان کا مآل

سرکش ہیں یہ اور اپنی نظروں میں بڑے
ہیں ان کو غرور اور دولت کے نشے
بے قاعدہ اور فقط دکھانے کے لئے
ہوتے ہیں تمام یگیہ ارجن ان کے

ہے انمیں خودی و مستی و عجب و غرور
ہیں نشۂ خواہش و غضب میں یہ چور
مجھ سے کہ ہوں انمیں اور اوروں میں مقیم
کرتے ہیں عناد اور رہتے ہیں نفور

ان اہلِ عناد سرکشوں کو میں سدا — نوعِ انساں میں نیچ جن کو ہے کہا
دنیا میں پھینکتا ہوں اُن نسلوں میں — شیطانی و ناپاک ہیں جو سر تا پا

شیطانی نسل میں یہ جاہل اگر — اور جنم کے بعد جنم اس جا پا کر
مجھ کو ہرگز نہیں پہنچنے پاتے — گرتے رہتے ہیں اور نیچے جا کر

دوزخ کے ہیں تین اس جہاں میں ابواب — جنمیں ہوتی ہے زیست انساں کی خراب
نام انکا ہے خواہش و غضب اور طمع — پیدا کرو ان کے چھوڑنے کے اسباب

ظلمات کے ان تینوں ہی دروازوں سے — جو شخص کہ دنیا ہے دنی میں نکلے
وہ اپنی بھلائی کا کیا کرتے ہیں فکر — اور بعد میں ہیں پرم گتی کو پاتے

ا-۱۶ اش ۱۹-۲۲

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ بعض کام اچھے ہیں اور اُن پر عملدرآمد کرنا راہ اخلاق میں گامزن ہونا ہے۔ بعض کام بُرے ہیں ان کا کرنا جادۂ اخلاق سے بے راہ ہونا ہے۔ یہ تو کام بیان ہوئے۔ اب مسئلہ اخلاق پر غور کرنا چاہیئے جس سے ان کاموں کے اصول کی توضیح ہوتی ہے +

دوسری فصل۔ گیتا کا مسئلہ اخلاق

مسئلہ اخلاق کی نسبت فرنگستانی فلسفیوں میں بڑا بھاری اختلاف ہے۔ دو بڑے مذاہب تو مسئلہ ضمیر و مسئلہ مفاد کے متعلق ہیں۔ ضمیر یہ کہتے ہیں کہ انسان کو

خدا نے فطرت اخلاقی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یعنی جہاں اسکو جذبات سفلی وعلوی اور عقل دی ہے۔ وہیں ایک ایسی قوت نفس بھی عطا کی ہے کہ وہ نیکی اور بدی میں تمیز کرسکتا ہے اس قوت اخلاقی کا نام کانشنس یا ضمیر ہے۔ ہر شخص کے دل میں سے برے یا اچھے کام کرتے وقت ضمیر کی صدا آتی ہے کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہ کرنا چاہئے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صدا کو سنکر اس پر کاربند ہوتے ہیں۔ یہ نیک آدمی کہلاتے ہیں۔ بد وہ شخص ہے اور اسواسطے ہو جاتا ہے کہ وہ شروع میں ضمیر کی ہدایت پر عمل نہیں کرتا اور بعد میں جب برائی طبیعت میں استوار ہو گئی تو ضمیر کی نیک صدا سننے کے قابل ہی نہیں رہتا۔

دوسرا گروہ جو مسئلہ مفاد کا ماننے والا ہے۔ ضمیر کو علیحدہ قوت نہیں تسلیم کرتا۔ بلکہ قوائے عقلی ہی میں داخل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تجربے سے انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ کون سے کاموں کے کرنے میں خود اس کا اور سوسائٹی کا فائدہ ہے۔ نسلاً بعد نسلاً مسئلہ ارتقا کے مطابق یہ فائدے کا خیال استوار ہو جاتا ہے اور یہی قوت اخلاقی کہلاتی ہے۔ پس جس میں سب سے زیادہ لوگوں کا سب سے بڑا فائدہ متصور ہو وہی معیار اخلاق ہے۔ اسکو مسئلہ مفاد یا یوٹلی ٹیرنزم کہتے ہیں۔ چونکہ اسمیں نہ خدا کا قدم درمیان ہے۔ نہ اسکی دی ہوئی قوت اخلاقی یا ضمیر کا۔ نہ ارادہ آزاد کا۔ اس باعث اس مسئلے کی فرنگستانی اہل مذاہب بڑی بھاری مخالفت کرتے رہے ہیں۔

ان بڑے بڑے مذاہب کے علاوہ اور بھی مسائل اخلاق ہیں۔ مثلاً مسئلہ انانیت و مسئلہ موافقت۔ انانیت والے اخلاق کی بنیاد خودغرضی پر رکھتے ہیں۔ مثلاً ہم برے کاموں سے اسواسطے بچتے ہیں کہ ہمیں ان سے تکلیف ہوگی۔ بھلے کام اسواسطے کرتے ہیں کہ ہماری تعریف ہوتی ہے اور اس سے ہمیں خوشی نصیب ہوتی ہے یا خیرات وغیرہ اس لئے کرتے ہیں کہ محتاجیں کو تکلیف میں دیکھ کر ہمیں خود تکلیف ہوتی ہے۔ اسکے رفع کرنیکے واسطے انہیں کچھ روپیہ دیکر ٹال دیتے ہیں کہ ہماری نظر کے سامنے سے دفع ہوں۔

مسئلہ موافقت کے ماننے والے کہتے ہیں کہ خاص کاموں کے خاص طریق پر کرنے میں اسکے ساتھ موافقت پائی جاتی ہے اور طریقوں کے ساتھ کرنے میں ناموافقت۔ یہ ایک قدرتی اصول ہے۔ اور اس قدرتی طریق پر عمل کرنے یعنی موافق طریق پر کاربند ہونے ہی کا نام اخلاق ہے۔ مثلاً بات کا من وعن بیان کردینا یا راستی قدرتی یا موافق طریق پر چلنا ہے۔ اگر اسکو اور طریق پر بیان کیا گیا یعنی جھوٹ سے کام لیا گیا۔ تو ایک جھوٹ کے واسطے سو بہانے اور تلاش کرنے پڑینگے۔ یہ قدرتی طریق نہیں ہے۔ اسواسطے جادۂ اخلاق نہیں ہے

ان مسائل کی تائید وتردید میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور بہت کچھ عقلی دانوں پیچوں سے کام لیا گیا ہے۔ میں وہ تمام بحثیں دیگر ناظرین کی سمع خراشی نہیں کیا چاہتا جسے شوق ہو وہ انگریزی کتابیں دیکھ لے۔ کالجوں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں اور ملتی بھی ہر جگہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک حکیم کا مسئلہ اخلاق اسکے فلسفۂ عقلی پر مبنی ہے۔ چونکہ فلسفہائے عقلی کا بہت کچھ بیان پہلے آچکا ہے۔ یہاں از سر نو پھر بحثیں اٹھانی بے سود ہیں*

گیتا کا مسئلہ اخلاق نہایت ہی سیدھا سادہ۔ قدرتی اور عام فہم ہے اور اس فلسفے پر مبنی ہے جسکی یہ متبرک کتاب تعلیم دیتی ہے۔ جتنے کرم ہیں۔ جتنے کرم کے آلات ہیں۔ بیرونی ہوں یا اندرونی۔ سب مایا میں داخل ہیں اور مایا تین گن والی ہے۔ اس کا کوئی کاریہ یا معلول تین گنوں یعنی ستو رج اور تم سے خالی نہیں۔ تم موہ میں ڈالنے والا خاصہ ہے۔ رج پریشان کرنیوالا خاصہ ہے۔ اسواسطے اخلاق کا اصول یا مسئلہ یہ ٹھیرتا ہے۔ کہ ہر ایک کام کے تم اور رج کے پہلو کو چھوڑ کر ستو کے پہلو کو اختیار کیا جائے۔ جو اس کا اعلےٰ پہلو ہے۔ اس کے متعلق ہم دان۔ یگیہ۔ اعتقاد یا شردھا۔ کھانا پینا۔ جسم من اور بانی کی تپ کے بارے میں گیتا کے شلوک پہلے دے آئے ہیں۔ اس موقع پر علم فعل۔ فاعل۔ عقل مستقل مزاجی اور سکھ کے متعلق گیتا کے شلوک اٹھارھویں ادھیائے سے نقل کرتے ہیں۔ اوّل علم کو لیجئے*

تو جان اسی کو ساتوک علم اے پس جا
جس سے اس طرح دیکھے چشم بینا

ہے ایک وجود بے تبدّل سب میں
جو منقسم اشیا میں نہ تبدیل ہوا

وہ علم ہے راجسی کہ ارجن جس سے
سب موجودات ہیں نظر یوں آئے
چیزیں ہیں جدا جدا وجود ان کے جدا
نقشے ہیں غرض چار طرف کثرت کے

وہ علم ہے تامسی جو یوں نحو ہوا
محدود وجود ہے محیط اشیا
جس میں کہ دلیل کا نہیں نام و نشاں
جو غیر محقق اور ناقص ہے سدا

۱۸ - ۲۰ - ۲۲ اش

اس کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اوّل اوّل تمام میدان عمل میں علم کا کام پڑتا ہے۔ اسواسطے سب سے مقدم علم ہی کا دیکھنا ہے۔ بھگوان بتاتے ہیں کہ ساتوک علم وہ ہے جس میں علم حاصل کرنے والا کثرت کے نظّاروں میں وحدت کا جلوہ دیکھتا ہے۔ راجسی وہ ہے جس میں وحدت پر نگاہ نہیں ہے بلکہ مختلف وجود الگ ہی نظر آتے ہیں اور تامسی وہ جو بے دلیل غیر محقق اور ناقص ہے اور جس میں جہلا محدود چیز کو جہالت اور ہٹ دھرمی سے غیر محدود یا کامل مانے بیٹھے ہیں +

علم کے بعد عمل یعنی کام اور پھر کام کرنے والا یعنی فاعل دونوں کے فرق تینوں گنوں کے لحاظ سے اس طرح الگ الگ بیان کرتے ہیں +

وہ فعل ہے ساتوک یہاں کہلاتا
کرنے والا ہو پھل کی خواہش سے رہا
جو فرض ہوا اور جس میں تعلق ہو نہ کچھ
نفرت کا دخل ہو نہ رغبت کا ذرا

پھل کے خواہاں نے گر کیا ہے کچھ کام
ایسا کہ ہے اس کا خود نمائی انجام
اور اس میں سہے رنج اور تکلیف بہت
دنیا میں راجسی اسی کا ہے نام

اس فعل کو تامسی ہیں ارجن کہتے   پندار و جہل سے جو انسان کرے
نقصان، نتیجہ، دوسرے کی تکلیف   اور ہمت اپنی کچھ نہ اصلا دیکھے

فاعل وہی ساتوک ہے یاں کہلاتا   جس میں نہ خودی ہو اور تعلق نہ ذرا
خاطر میں ہو اُمنگ اور استقلال   ناکام و کامیاب یکساں ہو سدا

فاعل ہے وہ راجسی تعلق جو رکھے   طامع ہو اور اعمال کا ثمرہ چاہے
ناپاک ہو اور کام سے ایذا پہنچائے   اور رنج و خوشی دل پہ ہو حاوی اسکے

فاعل ہے وہ تامسی یہاں کہلاتا   ضدی ہو جو بے وقوف اور بے پروا
بد باطن و کینہ ور ہو اور ہو کاہل   روتی صورت ہو دیر کرنے والا

۱۸: ش ۲۳-۲۸

تمام اخلاقی اعمال کی تحریک دینے والی عقل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مستقل مزاجی سے اتمام کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ تینوں گنوں کے لحاظ سے ان دونوں کا فرق دکھاتے ہیں +

اب تین گنوں کی رو سے وہ فرق سنو   بے عقل و مستقل مزاجی میں جو
کرتا ہوں بیاں میں تمام اور کمال   تشریح کے ساتھ الگ الگ دونوں کو

وہ عقل ہے ساتوک کہ اس نے سوچا   بند اور نجات اور نہ کرنا کرنا
کارنا کردنی میں یا کردنی میں   بے خوفی ہیں کہ خوف جب ہو آتا

وہ عقل ہے راجسی کہ ارجن جس سے   بالکل ہیں غلط جہاں میں جانے باتے

دھرم اور ادھرم یا کہ بیدینی و دین اور کام نکرنے ہیں جو۔ یا ہیں کرنے

وہ عقل ہے تامسی۔ اندھیرے سے گھری جو محض ادھرم کو دھرم ہے سمجھی
یا پیش آتے ہیں جو مطالب ان کو اُلٹا ہی سمجھتی ہے سمجھ وہ اُلٹی

کہلاتا ہے ساتوک وہی استقلال جو یوگ میں قایم رہے۔ بدلے نہیں چال
جو روکے من کے اور پرانوں کے عمل اور اندریوں کے بھی سُن اے نیک خصال

وہ استقلال راجسی ہے اس جا خواہاں ثمر ہے اور جو موقع نکلتا
جب دھرم کا کام کوئی انسان کرے یا ایسا کہ جس میں دخل ہو خواہش کا

وہ استقلال تامسی ہے یکسر جس سے چھوٹے چھٹے نہ نادان بشر
خواب اور خطر سے اور رنج و غم سے پچھتاوے سے اور گبر سے اے دانشور

چونکہ تمام اعمال اخلاق کئے اس غرض سے جاتے۔ کہ سُکھ نصیب ہو اور دُکھ سے نجات ملے۔ اسواسطے سُکھ کی بھی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ بھگوان کہتے ہیں۔

اب تین گنوں کی رو سے سُکھ کا بھی حال سُن تجھکو سناتا ہوں میں اے فرخ فال
پاتا ہے خوشی مشق سے جسکی انساں اور دیکھتا سب دُکھوں کا ہے روئے زوال

وہ سُکھ ہے ساتوک کہ پہلے پہلے محسوس ہو زہر سا یہ چل کر آگے
ثابت انجام میں ہو آب حیواں یہ ملتا ہے بس صفائے باطن سے

ملتے ہیں جب حواس اور محسوسات محسوس ہوا کرتی ہیں سُکھ کی لذّات
یہ سُکھ اوّل ہے امرت اور آخر زہر کہتے ہیں اسی کو رجسی نیک صفات

وہ سُکھ ہے تامسی یہاں جو پیدا ہے غفلت و خواب و کاہلی سے ہوتا
آغاز میں انجام میں دونوں ہی میں موہا جاتا ہے آتما اس سے سدا
ا-۱۸ اش ۳۶-۳۹

اس تمام بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ہر بات میں تم اور رج کا پہلو چھوڑ کر ستو کو پکڑو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم جادۂ اخلاق سے کبھی گمراہ نہیں ہوگے ؛

تیسری فصل۔ اخلاق کا آئیڈیل

ستو رج اور تم کے بارے میں گیتا کے جو شلوک اوپر نقل ہوئے ہیں۔ اُن سے بھگوان کی اخلاقی تعلیم کا آئیڈیل سمجھنے میں کچھ دقّت پیش نہیں آتی۔ بھگوان کی ہدایت ہے کہ قوائے نفس کے ترقی دینے اور سدھارنے میں انسان اُن کے تم اور رج کے پہلو کو دبائے اور ستو کو فروغ دے۔ اسی طرح جو اعمال و افعال کرے انہیں بھی تم اور رج سے بچتا ہوا ستو کی طرف مائل ہو۔ مثلاً غیر مستحق کو خیرات دینی تامسی دان ہے۔ معاوضے یا ثمرے کے خیال سے خیرات کرنی کہ ہمارا نام ہو۔ یا ہمیں ثواب کا اجر ملے راجسی دان ہے۔ ان دونوں طرح کی خیرات سے پرہیز واجب ہے۔ ساتوک دان وہ کہلاتا ہے کہ فرض سمجھکر دیا جائے معاوضے کا خیال طبیعت میں مطلق نہ ہو۔ اور وقت جگہ اور مستحق کو دیکھکر دیا جائے ؛

دان کی تینوں قسموں کے متعلق ہم گیتا کے شلوک اوپر دے آئے ہیں۔ یہاں انہیں دوبارہ نقل کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ دان کے متعلق جو نمونے کی

تعلیم دی گئی ہے۔ اسی پر تمام فضایل اخلاقی کو قیاس کر لینا چاہئیے۔ رہیں ذایل۔ یہ سب ترک کرنیکے لایق ہیں۔ انکی تفریق و تقسیم کی ضرورت گنوں کے لحاظ سے مطلق نہیں ہے۔ جو نیکیاں کرنیکے لایق ہیں اور جن بدیوں سے پرہیز واجب ہے انہیں سے معدودے چندہی گنتیاں دی گئی ہیں۔ انسان کے تعلقات کا پھیلاو بڑا بھاری ہے۔ ناممکن ہے کہ سب کے متعلق مشرح ہدایات سات سو اشعار کی ایک چھوٹی سی کتاب میں قلمبند ہوسکیں۔ بھگوان نے اصول بتا دیئے ہیں اور نمونے کے طور پر کچھ مثالیں بیان کردی ہیں۔ انہیں پر اور سب باتوں کو قیاس کر لینا چاہئیے۔ رہی تشریح یعنی تعلقات کا پھیلاو اور اسکے متعلق عملدرآمد کی ہدایات۔ ان کی بابت وہی تعلیم ہے جو دھرم کے بارے میں بیان ہو چکی ہے۔ ہمارے ہاں اخلاق دھرم کی ایک شاخ ہے۔ دھرم سے علیحدہ چیز نہیں ہے۔ بھگوان کہتے ہیں :-

جس نے چھوڑا ہے شاستر کا رستہ	اور کرتا ہے کام اپنی مرضی کے سدا
سدھی۔ سکھ اور پرم گتی اے ارجن	اس کو ملتی کبھی نہیں ہے اصلا

اسواسطے کل امر و نہی میں اس جا	قول فیصل ہے شاستر ہی تیرا
ان جان کے شاستر کا رستہ ارجن	کرنا جو کام ہے کرائے ہردم خدا

ادھیا ۱۶ اش ۲۳ ۲۴

شاستر میں وید پوران اتہاس دھرم شاستر سب شامل ہیں اور ان میں وقت اور جگہ کے لحاظ سے کرم کا بستار تمام و کمال دیا ہوا ہے۔ بھگوان کی ہدایت ہے کہ مشتبہ امور میں شاستر قول فیصل ہے خواہ وہ امور کرنیکے ہوں یا بچنے کے ہوں۔ پس اعمال اخلاقی کا رستہ بھگوان نے صاف ہے۔ خود اوامر و نواہی بتاتے ہیں۔ شاستری طریق پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور دھرم اصول بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک کام کے تم اور رج پہلو سے بچکر ستو کو اختیار کرو۔ اس طرح اس بات کا فیصلہ نہایت ہی آسانی اور مستحسن طور پر ہوسکتا ہے کہ کونسے کام چھوڑنے کے لایق ہیں اور کونسے کرنے کے لایق۔ اور جو کرنیکے لایق کام ہیں انہیں کس طرح کرنا چاہئیے :-

جن فضائلِ اخلاقی پر عملدرآمد ہونا چاہیئے۔ ان کے کرنے میں گیتا کی وہی تعلیم ہے جو دھرم کام کرنے یا بالعموم کرم کرنے کے متعلق ہے۔ یعنی آدمی کام کرے اور اسمیں دل نہ پھنسا کام کرے اور بے تعلق ہو کر کرے۔ فرض کرو فرض سمجھکر ادا کرے۔ طمع یا خوف سے نہ کرے۔ ثمرے اور نتیجے کا خیال دل میں نہ لائے۔ بھگوان کہتے ہیں ؂

اسواسطے ہیں کرنے کے لایق جو کام ۔۔۔ دے سب کو تو ہو کے بے تعلق انجام
کرتا ہے جو کام بے تعلق ہو کر ۔۔۔ پاتا ہے وہی نجات کیا اس میں کلام
ا۔۳۔ شلوک ۱۹

یہ اعمالِ اخلاقی کے اونچے آئڈیل کا ایک پہلو ہے۔ اس پر ہم کرم کے باب میں بہت کچھ لکھ آئے ہیں۔ اسواسطے یہاں زیادہ تشریح درکار نہیں۔ دوسرا پہلو اس سے بھی اعلےٰ ہے۔ یہ گیتا کی یکساں نظری کی تعلیم ہے۔ یکساں نظری دو قسم کی ہے۔ ایک یہ کہ آدمی کام کرے اور کامیابی و ناکامی دونوں اسکی نظر میں ایک ہوں۔ نہ رغبت کی طرف اسکا دل للچائے نہ نفرت کی طرف سے وہ واپس پھر آئے۔ فتح و شکست سُکھ دُکھ۔ سود و زیاں سب ہوں۔ نہ اسکی تیوری پر میل آئے۔ نہ اسکی باچھیں خوشی سے کھِل جائیں۔ دونوں صورتوں میں من کی ایک حالت رہے۔ بھگوان کہتے ہیں

یہ فتح و شکست اور یہ سود و زیاں ۔۔۔ اور سُکھ دُکھ یہ سمجھ کے سب کو یکساں
تو کام میں جان و دل سے ہو جا مصروف ۔۔۔ اس طرح نہیں ہے لوث عصیاں کا گماں
ا۔۲۔ شلوک ۳۸

ہاں یوگ کے رستے سے تو کر سارے کام ۔۔۔ جن میں نہ ہو بھولکر تعلق کا نام
یکساں رہ تو۔ کامیاب ہو یا ناکام ۔۔۔ کہتے ہیں جسے یوگ ہے یکسانیت
ا۔۲۔ شلوک ۳۸

اس سے بھی بڑھکر گیتا میں یکساں نظری کی یہ تعلیم ہے۔ کہ اور مذاہب اور فلسفہائے اخلاق یہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم تمام آدمیوں کو اپنے ہمسائے یا بھائی کی طرح دیکھو اور ان سے سلوک کرو۔ بھگوان کہتے ہیں کہ تم آدمیوں کو ہی نہیں بلکہ حیوانات اور جمادات سب کو اپنا آپا جانو۔

دانا ہیں وہی کہ جنکی ہو ایک نظر ۔۔۔ دیکھیں جس جس طرف نظر وہ بھ

ہو برہمن علم اور ادب سے معمور — یا گاؤ و فیل و سگ ہو یا ہو کنجر

یکساں نظر ہیں جن کا ہے دھیان لگا — دنیا کو انہوں نے بس یہیں جیت لیا
بے عیب ہے برہم بسکہ اور یکساں ہے — ٹھیرا وہ ہو برہم میں کیونکر ان کا

جو برہم کو پہنچا برہم گیانی ہوکر — قایم ہوئی عقل جہل چھوٹی یکسر
اچھی شئے پاکے وہ نہیں ہوتا خوش — اور ناخوش بھی نہیں بری شئے ہو اگر

ا۔ ۵ ش ۱۸۔ ۲۰

یہ سب سے اونچا آئڈیل ہے جس کی تعلیم بھگوان گیان۔ بھگتی۔ یوگ۔ کرم۔ دھرم۔ اخلاق سب میں دیتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس آئڈیل کو نظر کے سامنے رکھتے ہیں اور اس معراج بلند پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خاتمہ

ناظرین! اختلاف نتایج خیز مضامین کے متعلق شریمد بھگوت گیتا کی جو تعلیم ہے۔ اسکے بارہ میں اپنی سمجھ کے مطابق میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ لیکن مضمون ایسا دلچسپ ہے کہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ کتاب مختصر سی لکھنے کا ارادہ کرکے بیٹھا تھا مگر وہ اتنی ضخیم ہوگئی ہے کہ نہ چاہتا ہوا قلم روکنا پڑتا ہے۔ ہاں گیتا کا امرت رس پیکر کہاں نہیں پڑتا ہے۔ یہ ستھول سوکشم جگت مجھے بھگوان کا روپ نظر آتا ہے اور میں جہاں بھی جہاتما سنجے مہاراج ہمزباں ہوں۔

اے راجہ مکالمہ یہ سب میں نے سنا — بھگوان کا اور مہاتما ارجن کا
سنکر جسے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں — کیا ہی یہ مکالمہ ہے حیرت افزا

کرکرکے یاد کرشن کی وہ صورت — ہوتی تھی جس سے دل پہ طاری حیرت
اور ہیبت سخت جس سے چھا جاتی تھی — خوش ہوتا ہوں بار بار پاکر لذت

جو شخص اس اُتم گیتا شاستر کو پڑھتا ہے وہ گیان یگیہ سے بھگوان کی پوجا کرتا ہے۔ اور بھگوان سے

ہمکلام ہوتا ہے جو شخص ورنکو پڑھتا یا سنتا ہے اور انمیں سچی بھگتی پیدا کرتا ہے وہ بھگوان کو پہنچ جاتا ہے اور اس جیسا عزیز بھگوان کو نہ ہے اور نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ آپ ہی بھگوان سے ملنے کو نہیں اُٹھتا بلکہ اپنے ساتھ اور ونکو بھی ان سے ملانے کیواسطے اُٹھاتا ہے۔ جو شخص صدق عقیدت سے گیتا کے متبرک مضامین سنتا ہے وہ بھی پاپ سے چھوٹ کر اوسنچے لوکوں میں باس پاتا ہے۔ یہ میرا کلام نہیں۔ بھگوان کی پرتگیا ہے۔ جو ستیہ سنکلپ رستیہ کام۔ پرم دھام کہتے ہیں

ہاں ایسا شخص جو یہ سِرّ مخفی میرے بھگتوں ہی کو بتائے بخوشی
سچی بھگتی کو ان میں پیدا کرکے وہ شخص یہ پہنچ جاتا ہے بس مجھکو ہی

اس جیسا بھلائی کرنے والا اصلا کوئی نہیں انسانوں میں مجھ کو پیارا
اور اس سے عزیز تر بھی کوئی ارجن آئندہ نہ اس جہان میں مجھ کو ہوگا

ہم دونوں کا یہ مکالمہ ہے دینی جو شخص پڑھیگا اسکو ارجن بخوشی
وہ مجھ کو گیان یگیہ سے پوجے گا کہتا ہوں تجھ سے ہے یہی رائے مری

جو دور حسد کو اپنے دل سے کرکے اور صدق عقیدت سے سنیگا بھی اسے
چھوٹ جائینگے پاپ۔ پائیگا اونچے لوک ملتے ہیں جو پھل سے نیک اعمالوں کے
(ا-١٨ اشلوک ٦٨-٧١)

جو اس طرح نیک نیت اور صدق عقیدت سے گیتا شاستر کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ سنتے سناتے ہیں یا یاد کرتے ہیں اُن کا موہ اور بھرم دور ہو جاتا ہے۔ جگت انہیں خواب کی طرح نظر آنے لگتا ہے۔ اپنے سروپ کا سمرن کرتے ہیں۔ اور سب کام کرتے ہوئے بھی اپنے کو اسنگ اور نرلیپ شُدھ۔ سم۔ ستیہ انند برہم دیکھتے ہیں۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ تو ارجن کی طرح شیر مردی کے ساتھ جواب دیتے ہیں ؎

جاتی رہی اے کرشن سب بھول مری تیری کرپا سے یاد مجھ کو آئی
باقی نہ رہا شبہ و شک خاطر میں تیرا کہنا کروں گا میں اب سب
(ا-١٨ اشلوک ٧٣)

اوم شانتیہ۔ شانتیہ۔ شانتیہ